937

حضرت محمدؐ اور اسلام

سُندر لال

پبلشر

بشمبھر ناتھ

نمبر ۱۴۲ ساؤتھ ملاکہ - الہ آباد

فروری ۱۹۴۲ء

قیمت عہ

پرنٹر

بشمبھر ناتھ

وسووانی پریس ساؤتھ ملاکہ - الہ آباد

عمرو لکھتا ہے میں نے پیغمبر سے پوچھا: ۔ اسلام کیا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: زبان کو پاک رکھنا اور مہمان کی خاطر کرنا۔

میں نے پوچھا: ۔ ایمان کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔

"صبر کرنا اور دوسروں کی بھلائی کرنا"

احمد

ضروری بات

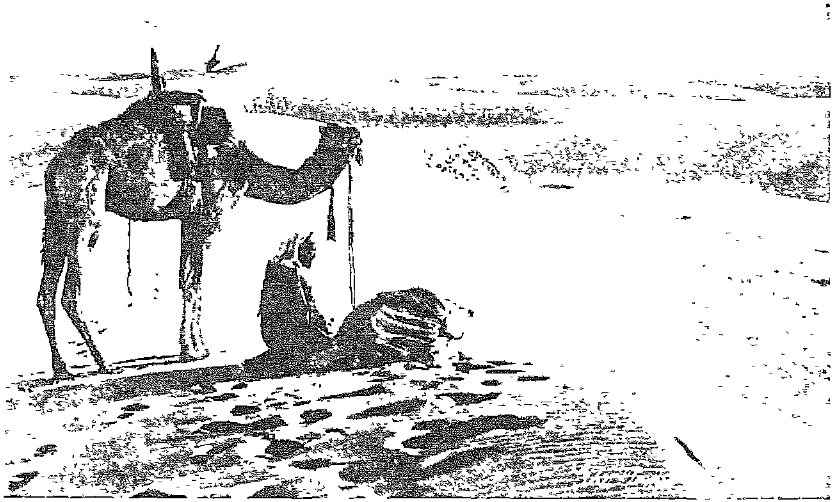
پنڈت سندر لال جی کئی سال سے دنیا کے دھرم۔ مذہب اور کلچر پر ایک بڑی کتاب لکھ رہے ہیں جو کئی وجہوں سے ابھی پوری نہیں ہو سکی "حضرت محمدؐ اور اسلام" اُسی کا ایک چھوٹا سا حصّہ ہے۔ کچھ دوستوں کے کہنے پر اور اُس کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے اِسے الگ چھاپ کر نکالا جا رہا ہے۔ اس کی بولی آسان رکھی گئی ہے کہ سب سمجھ سکیں۔ ناگری اور اُردو دونوں لکھاوٹوں میں یہ ایک ہی بولی میں چھاپی گئی ہے۔

یہ کتاب دونوں لکھاوٹوں میں ہمارے یہاں سے مل سکتی ہے۔

بشمبھر ناتھ

نمبر ۱۴۲ ایم۔ ساؤتھ ملاکہ۔ الہ آباد

۱۵؍ فروری ۱۹۴۲ء



عرب کے ریگستان میں شام کی نماز

عربوں کا دیش

حضرت محمدؐ کا جنم عرب دیش میں ہوا تھا۔

یہ دیش ہندوستان سے پچھم میں ایشیا کے دکھن پچھم کے کونے میں ہے۔ اس کے تین طرف پانی ہے۔ پورب میں فرات ندی اور اُس کے بعد ایران کی کھاڑی دکھن میں ہند مہاساگر اور پچھم میں لال سمندر۔ اتر میں کچھ دور تک روم سمندر ہے اور پھر شام (سیریا) کا دیش جو تر کی سے ملا ہوا ہے۔ لال سمندر عرب کو افریقہ کے پرانے دیشوں مصر اور ابے تھی اوپیا سے الگ کرتا ہے اور ایران کی کھاڑی عرب کو ایران سے الگ کرتی ہے بمبئی اور کراچی کے بندرگاہوں سے عرب ایک ہزار میل سے کم ہے عرب کا ایک مشہور بندرگاہ عدن جسے یوروپ سے آنے والوں کے لئے ہند مہاساگر کا دہانہ کہا جا سکتا ہے (۱۹۴۰ میں) انگریزوں کے قبضہ میں ہے۔

عرب کی لمبائی اتر سے دکھن تک قریب ۱۵۰۰ میل اور چوڑائی پورب سے

پچھم تک اس کے لگ بھگ آدھی ہے۔ پھیلاؤ ہندوستان کے آدھے سے کچھ زیادہ ہے لیکن آبادی مشکل سے ہندوستان کا پچاسواں حصہ۔

بات یہ ہے کہ عرب کا بڑا حصہ خاصکر بیچ کا ایک بہت بڑا ریگستان ہے جس میں کہیں کہیں سیکڑوں میل تک پانی یا ہریالی کا نشان تک نہیں ملتا کہیں کہیں بیچ بیچ میں اور خاصکر کناروں کے پاس اونچی پہاڑیاں اور ہری بھری گھاٹیاں ہیں جن میں کسی کسی جگہ طرح طرح کے اناج اور قہوہ کے علاوہ سیب اور ناسپاتی، انجیر اور بادام، انار اور انگور جیسے پھل بھی بڑھیا اور بہتایت کے ساتھ ہوتے ہیں۔ لیکن عرب کا خاص کھجور ہے جس کی دنیا میں کہیں اتنی قسمیں نہیں ہوتیں جتنی عرب میں۔ وہاں کے خاص جانور اونٹ۔ گھوڑے اور گدھے ہیں۔ عرب کے برابر تیز اور عمدہ گھوڑے دنیا میں اور کہیں نہیں ہوتے اور وہاں کے گدھے بھی خوبصورت اونچے اور تیز چلنے والے ہوتے ہیں۔

یورپ اور دوسرے ملکوں سے آنے والے لوگ عرب کی آب وہوا کی کھلے دل سے تعریف کرتے ہیں۔ یہاں تک شہر ہنگر نامی ایک سیاح جو یورپ کے سب سے اونچے پہاڑ آلپس کا رہنے والا تھا۔ لکھتا ہے کہ آلپس یا ہمالیہ دونوں میں سے کسی کی آب وہوا اتنی زیادہ طاقت اور جیون دینے والی نہیں ہے جتنی عرب کے ریگستان کی۔* کہا جاتا ہے کہ سکندر نے عرب کی

---

* "Mohammad and Mohammadanism" by R Bosworth Smith, P. 87.

آب و ہوا سے خوش ہو کر ہندوستان سے لوٹنے پر عرب کو جیتنے اور وہیں اپنی راجدھانی قائم کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن موت نے اسے وہاں تک پہنچنے نہ دیا*۔

---

* Sale's Preliminary Discourse, P. 2.

عربوں کا رہن سہن

محمدؐ صاحب کے جیون اور اُن کے کاموں کو بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اُن سے ٹھیک پہلے کے عربوں کی حالت اور ان کے چلن پر بھی نگاہ ڈالیں۔

محمدؐ صاحب سے پہلے اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ اس سارے دیش پر کبھی بھی ایک راجہ کی حکومت رہی ہو۔

کئی چھوٹی چھوٹی بادشاہتیں دیش کے الگ الگ حصوں میں کبھی کبھی قائم ہوئیں اور چھٹی صدی میں بھی موجود تھی - ان میں سے کئی بادشاہتیں کئی کئی صدی تک رہیں ان میں کوئی کوئی بالکل آزاد ہوتی تھیں اور اور کوئی پاس کے کسی بدیشی راج کے ماتحت ہوتی تھی۔ لیکن سارا عرب چھٹی صدی سے پہلے کبھی کسی ایک دیشی یا بدیشی طاقت کے قبضہ میں نہیں رہا۔ اسی لئے راج کاج کے خیال سے اس سے پہلے عرب کو ایک راج یا ایک قوم نہیں کہا جا سکتا تھا۔

عرب اور خاصکر عرب کا وہ بیچ کا حصہ جسے حجاز کہتے ہیں۔ جس میں مکہ اور مدینہ کے مشہور شہر ہیں اور جو صدیوں سے کسی ایک راجہ یا حاکم کے ماتحت نہ رہا تھا۔ محمدؐ صاحب کے وقت تک سیکڑوں قبیلوں میں بٹا ہوا تھا جن میں سے ایک ایک قبیلے کی کئی کئی شاخیں اور ان میں کبھی کبھی سیکڑوں گھرانے اور کئی کئی ہزار مرد و عورت اور بچے ملکر ایک بہت بڑے کنبہ کی طرح رہتے تھے ہر کنبہ کے سب نر ناری آپس میں پریم اور بھائی چارے کی ڈوری میں بندھے رہتے تھے۔ سب ایک دوسرے کا بچاؤ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے میں اپنا بڑا پن مانتے تھے۔ قبیلے کے اندر سب کی چیزیں کھلی پڑی رہتی تھیں۔ اور کبھی چوری نہ ہوتی تھی۔ قبیلہ کے لوگوں میں سے کسی ایک کی بے عزتی سارے قبیلہ کی بے عزتی سمجھی جاتی تھی اور قبیلے کی آن کا خیال ان لوگوں میں اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ان کی سب آپس کی لڑائیوں کا یا انکی صلح کی وہی جڑ بنیاد ہوتی تھی۔

ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا جسے 'شیخ' کہتے تھے۔ قبیلے کے سب کنبوں کے مکھیوں کی رائے سے شیخ کا چناؤ ہوتا تھا۔ شیخ ہی اپنے قبیلہ کا حاکم قبیلہ کے نوجوانوں کا جرنیل اور دھرم کے معاملوں میں سارے قبیلے کا گرو اور پروہت ہوتا تھا۔

ہر قبیلے میں آپس کا پریم۔ قبیلہ کی آن کا خیال۔ سردار کا کہنا ماننا۔ یہ سب بھلائیاں ان لوگوں میں موجود تھیں۔ باہر والوں یا دوسرے قبیلوں

یا دوسرے قبیلہ والوں کے ساتھ ہیں بھی اپنے بچن کو پورا کرنے۔ مہمان کی خاطر کرنے اور جس کی باہنہ پکڑ لی اس کے ساتھ ٹھیک نباہنے ہیں عرب ہمیشہ سے مشہور تھے۔ الگ الگ قبیلوں کے لوگوں کے رہن سہن انکے رسم رواج انکی بولی اور ان کے مذہبی خیال بھی کافی ملتے جلتے تھے۔ لیکن یہ سب قبیلے نہ ایک ڈوری میں بندھے ہوئے تھے اور نہ ان سب کا کوئی ایک راجہ تھا۔

اتنا ہی نہیں، بلکہ سارے حجاز میں اور ایک درجہ تک سارے عرب میں ان انگنت قبیلوں کی ایک دوسرے کے ساتھ آئے دن لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ ان لڑائیوں کا ایک سبب یہ تھا کہ ہر قبیلے کو اپنی نسل کے بڑے پن کا بیحد گھمنڈ تھا اور اگر کسی قبیلے کے ایک آدمی نے دوسرے قبیلے کے کسی آدمی کے سامنے اپنی نسل کی بڑائی کا بکھان کر دیا اور دوسرے سے نہ سہا گیا تو دونوں طرف سے تلواریں کھنچ جاتی تھیں۔ دوسرا سبب اس سے ملتا جلتا یہ تھا کہ اگر ایک قبیلے کے کسی آدمی نے دوسرے قبیلے کے کسی آدمی کی بے عزتی کی یا اُسے مار ڈالا۔ اور یہ آئے دن کی باتیں تھیں۔ تو پھر سارے قبیلے کی طرف سے بدلا اور پھر بدلے کا بدلا کئی کئی پیڑھیوں اور کبھی کبھی کئی کئی صدیوں تک جاری رہتا تھا جس میں دونوں طرف سے سیکڑوں جانیں جاتی تھیں۔

اس زمانہ کے عرب یہ مانتے تھے کہ جب کوئی آدمی مار ڈالا جاتا ہے۔

تو اس کی آتما ایک چڑیا بن کر برسوں اس کی قبر کے آس پاس منڈ لاتی رہتی ہے اور "اُسقونی! اُسقونی" چلاتی رہتی ہے۔ جس کا مطلب ہے "مجھے پینے کو دو! مجھے پینے کو دو!" اور جب تک مارنے والے کا خون اُسے پینے کو نہ ملے اور ہتیا کا بدلہ نہ لیا جائے تب تک وہ اسی طرح چلاتی رہتی ہے۔ اسی لئے اپنے قبیلے کے کسی آدمی یا کسی پرکھے کی ہتیا کا بدلہ لینا ہر عرب اپنا دھرم سمجھتا تھا۔

ان گھریلو لڑائیوں میں جو مرد عورت یا بچے قید کر لیے جاتے تھے وہ غلاموں کی طرح رکھے جاتے تھے۔ غلاموں کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک بہت برا تھا۔ جانوروں کی طرح بازاروں میں وہ بیچے جاتے تھے۔ کسی غلام کو مار ڈالنے کی کہیں کوئی سزا نہ تھی۔ غلام عورتوں کو اکثر ناچنا گانا سکھایا جاتا تھا۔ اور پھر ان کے ساتھ بازاری عورتوں جیسا برتاؤ ہوتا تھا اور کبھی کبھی ان کا مالک ان سے پیشہ کرا کر پیسہ کماتا تھا۔

ایسی حالت میں الگ الگ قبیلوں میں پریم میل یا آپنے کی آس کرنا اور بھی کٹھن تھا۔

عورتوں کے ساتھ سب عربوں کا برتاؤ بہت خراب تھا۔ پرانے راجپوتوں کی طرح اس زمانہ کے عرب کسی کو اپنا داماد ماننا یا لڑکی کا باپ ہونا اپنے لئے بہت بڑی شرم کی بات سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ گاڑ دینے کا رواج عام تھا۔ کہیں کہیں تو جب کسی عورت کے بچہ ہونے کو ہوتا تھا

تو وہیں اس کے پاس ایک گڈھا کھود دیا جاتا تھا۔ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اس گڈھے کو یونہی پاٹ دیا جاتا تھا اور اگر لڑکی ہوئی تو اُسے گڈھے میں ڈال کر اوپر سے مٹّی بھر دی جاتی تھی۔ کہیں کہیں جب لڑکی پانچ چھ برس کی ہو جاتی تھی تو ایک دن اس کا باپ اس کی ماں سے آکر کہتا تھا "اپنی بیٹی کو نئے نئے کپڑے پہنا کر اُسے خوشبو لگا دو تو میں اس کو اس کی ماؤں کے پاس پہنچا آؤں۔ اس کے بعد وہ لڑکی کو آبادی سے باہر ایک گڈھے تک لیجاتا تھا۔ لڑکی کو گڑھے کے سرے پر کھڑا کر نیچے جھانکنے کو کہتا تھا۔ اور پھر اچانک اُسے دھکا دے کر گڈھے میں دھکیل دیتا تھا اور اپنے ہاتھ سے مٹّی پور دیتا تھا۔ عربوں میں ان دنوں ایک کہاوت مشہور تھی کہ "سب سے اچھا داماد قبر ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ اس رواج کا تیکھا پن کبھی کبھی عربوں کے دلوں میں بھی چبھن پیدا کر دیتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک عرب عثمان نامی کی آنکھوں سے زندگی بھر میں صرف ایک بار آنسو ٹپکتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جبکہ اس کی اس بھولی بھالی لڑکی نے جسے کہ وہ زندہ گاڑنے کے لیے لے گیا تھا اپنے باپ کی داڑھی پر گڈھے کی گرد لگی دیکھ کر اُسے اپنے ننھّے ہاتھوں سے پونچھنا چاہا تھا۔

ماں باپ کی جائداد میں لڑکیوں کا کوئی حصہ نہ رہتا تھا۔ بلکہ جب کوئی آدمی مرتا تھا تو اس کی اور سب ملکیت کے ساتھ ساتھ اس کی بی بیاں

بھی اس کے وارث کی ملکیت مانی جاتی تھیں۔ اس برے رواج کے سبب
سوتیلی ماؤں کے ساتھ شادی کا ان دنوں عربوں میں رواج موجود تھا۔
ایک آدمی کی ایک ساتھ کئی بیاں اور ایک عورت کے ساتھ کئی
کئی مرد یہ دونوں رواج بھی تھے۔ اور ان کی تعداد کی کوئی روک
تھام نہ تھی۔ شادی کے طرح طرح کے رواج تھے۔ بیاہ کا بندھن دھرم
کا بندھن نہ مانا جاتا تھا۔ آدمی جب چاہے اپنی عورت کو طلاق دے
سکتا یا چھوڑ سکتا تھا۔ اسی طرح چھوڑی ہوئی عورت کسی دوسرے
کے ساتھ بیاہ کر سکتی تھی۔ ایک عورت اُمّ خزیجہ کا ذکر ان دنوں
ملتا ہے جس نے ایک دوسرے کے بعد چالیس آدمیوں کے ساتھ بیاہ
کیا۔ عام بدچلنی کو یہ لوگ اپنے لئے ایک گھمنڈ کی چیز سمجھتے تھے اور اپنی
بدچلنیوں کا بے شرمی کے ساتھ کھلے کھان کرتے تھے۔

کھجور کے درختوں کی عرب میں کمی نہ تھی۔ اس لئے شراب کا رواج اتنا
بڑھا ہوا تھا کہ بہت شراب پینے سے لوگوں کی اکثر موتیں ہو جاتی تھیں۔
جوے اور شراب کا جوڑ ہے ہی۔ کوئی کوئی عرب جوئے میں سب کچھ ہارنے
کے بعد اپنے جسم تک کی بازی لگا دیتے تھے۔ اور اکثر ہار جاتے تھے تو ہمیشہ
کے لئے جیتنے والے کے غلام ہو جاتے تھے۔

مکّہ اور اس کے آس پاس کے کچھ قبیلے سیکڑوں برس سے تجارت کرتے
آتے تھے اور اسی سے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ مدینہ اور کچھ دوسری جگہ کے

لوگ تھوڑی بہت کھیتی باری کرتے تھے۔

حجاز سے باہر کے کچھ حصّوں میں بھی کہیں کہیں تجارت یا کھیتی باری ہوتی تھی۔ لیکن عربوں کا عام دھندا صرف اونٹ بکریوں اور گھوڑے چرانا تھا۔ دوسرے قبیلے والوں کو یا ریگستان سے جاتے ہوئے تجارتی قافلوں کو لوٹ لینا یہ لوگ اپنا حق سمجھتے تھے۔ دو چار شہروں کو چھوڑکر بانی قریب قریب سارے عرب کے لوگ اٹھاؤ چولھے کی طرح خیموں میں رہتے تھے۔ موسم بدلنے کے ساتھ ساتھ یا پانی کا آرام دیکھکر یہ لوگ اپنی جگہ بدلتے رہتے تھے۔ کھیتی کرکے ایک جگہ جم کر رہنے یا تجارت کرنے کو یہ بُرا سمجھتے تھے۔ اس طرح کے جیون میں کسی طرح کی کاریگری یا دھندے ترقّی کرہی نہیں سکتے۔ لیکن اس طرح کے جیون اور آئے دن کی لڑائیوں ہی کے سبب یہ لوگ عام طور پر بڑے بہادر اور اپنے گھوڑوں کی طرح پھرتیلے ہوتے تھے۔ اور ان کا رہن سہن بیحد سادا ہوتا تھا۔

معلوم ہوتا ہے شروع سے ہی انھیں یہ بات کھٹک گئی تھی کہ آئے دن کی لڑائیوں اور لوٹ مار میں کچھ دن ایسے ہونے چاہئیں جب وہ اپنی گھریلو لڑائیوں کو کچھ عرصہ کے لئے بند کرا تنے عرصہ تک نڈر اور بے فکر ہوکر ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ سکیں۔ محمدؐ صاحب کے بہت پہلے سے سال میں چار مہینے اس بات کے لئے چھٹے ہوئے تھے کہ ان چار مہینوں میں سب قبیلوں کے آپس کے جھگڑے ہتیا کے

بدلے اور لوٹ مار بالکل بند رہا کریں۔ عام طور پر سب قبیلوں کے لوگ اس بات کو ایمانداری کے ساتھ مانتے اور نباہتے تھے۔

ان چار مہینوں کے اندر ہی عرب کے سب لوگ مکّہ آکر کعبہ کی یاترا کرتے تھے جو محمدؐ صاحب سے ہزاروں سال پہلے سے تمام عربوں کا سب سے بڑا مندر اور سب سے بڑا تیرتھ مانا جاتا تھا۔ ان چاروں مہینوں کے اندر ہی اور مجنہّ کے دو مشہور میلے ہوتے تھے۔ جن میں تمام قبیلوں کے لوگ جمع ہو کر کہیں اپنے اپنے لڑائی کے قیدیوں کا بدلاؤ کرتے تھے۔ کہیں مال خریدتے بیچتے تھے۔ کہیں اپنے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ اور کہیں چھوٹے موٹے مشاعرے (کوی سمّیلن) کرتے تھے۔ لکھنے کا رواج عربوں میں محمدؐ صاحب کے پہلے بہت کم تھا۔ پھر بھی شاعری کرنے کا انھیں شروع سے بڑا چاؤ تھا۔ ہر قبیلے میں ایسے شاعر یا نرت کوی ہوتے تھے جن کی چھوٹی چھوٹی کویتائیں یا نظمیں سیکڑوں سال تک ایک سے دوسرے کو زبانی پہنچتی رہتی تھیں۔ اس طرح کے آزاد اور لڑاکا لوگوں کے لئے چار مہینے تک اپنے دشمنوں، اپنے باپ بیٹے یا بھائی کے ہتیاروں کو سامنے سے نکلتے دیکھتے رہنا اور اپنے غصے کو قابو میں رکھنا، جب کہ کوئی دوسرا انھیں روکنے دبانے یا سزا دینے والا نہیں تھا۔ یہ بتاتا ہے کہ عربوں میں اپنے آپ کو روکنے اور زبان نباہنے کی طاقت موجود تھی۔ لیکن ساتھ ہی چار مہینہ

کی ردِ کی تمام اس بات کو بھی ظاہر کرتی ہے کہ باقی آٹھ مہینے تک لڑائیوں
اور بدلے کی آگ اور بھی زوروں کے ساتھ بھڑکتی ہوگی۔

عربوں کا دھرم

دھرم کے معاملہ میں بھی ان دنوں عربوں کے دل بہت چھوٹے اور ان کے خیال بہت تنگ تھے۔ جو دھرم دیش میں جاری تھے انھوں نے دیش کی حالت کو اور بھی بگاڑ رکھا تھا۔ ان میں تین خاص تھے۔ پرانے عرب دھرم، یہودی دھرم اور عیسائی دھرم۔ ایران اور وہاں کے زرتشتری دھرم کے ساتھ بھی عربوں کا صدیوں سے لگاؤ تھا۔ انکی زندگی پر اس کا طرح طرح سے اثر بھی تھا۔ لیکن عربوں نے بہت زیادہ تعداد میں کبھی اس دھرم کو نہیں مانا۔ کچھ لوگ "صابی" دھرم کے بھی ماننے والے تھے جو ایک پربھو کو ماننے ہوئے بھی ستاروں وغیرہ کی پوجا کرتے تھے۔

تھوڑے سے قبیلوں کو چھوڑ کر جنھوں نے یہودی یا عیسائی وغیرہ دھرم اپنا لیے تھے باقی سب عرب اپنے پرانے دھرم کو ہی مانتے تھے۔ دنیا کے اور پرانے لوگوں کی طرح وہ بہت سے دیوی

دیوتاؤں کو مانتے اور انھیں کی پوجا کرتے۔

ہر قبیلہ کا اپنا ایک الگ دیوتا ہوتا تھا، کوئی پتھر کا، کوئی پیتل کا، کوئی تانبے کا اور کوئی گوندھے ہوئے آٹے کا۔ کسی دیوتا کی شکل آدمی کی ہوتی تھی۔ کسی کی عورت کی، کسی کی کسی جانور کی، کسی کی پیڑ کی اور کوئی بالکل انگڑھ تھا۔ جب دو قبیلوں میں لڑائی ہوتی تھی تو وہ اُن کے دیوتاؤں کی بھی لڑائی سمجھی جاتی تھی اور کبھی کبھی یہ لوگ آدمیوں کی طرح دوسروں کے دیوتا کو بھی قید کرکے لے آتے تھے۔ دیش بھر میں ان اگنت دیوی دیوتاؤں کی پوجا ٹھیک اسی طرح ہوتی تھی جس طرح دنیا کی پرانی قوموں میں۔ ان دیوتاؤں کے سامنے جانوروں کی قربانیاں (بَلی) بھی دی جاتی تھی۔ کسی کسی دیوتا کے سامنے آدمی کی بھی بَلی دی جاتی تھی۔ اور کوئی کوئی تو اپنے ہاتھ سے اپنے بیٹوں کو کاٹ کر اپنے دیوتاؤں کے سامنے چڑھا دیتے تھے۔ بہت سے ایسے دیوتا بھی تھے جنھیں کئی کئی قبیلے یا قریب قریب سب عرب ماننے اور پوجتے تھے۔ ان میں سب سے مشہور تین دیویاں تھیں جن کے نام "لات عزّیٰ" اور 'منات' تھے۔ ان کے الگ الگ مندر تھے۔ اسی طرح کے اور بھی دیوی دیوتاؤں کے نام اس زمانے کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ کعبہ کے اندر بھی سال کے ۳۶۰ دن کے ۳۶۰ دیوتا تھے جن میں سب سے بڑا "ہُبل" نام کا ایک دیوتا تھا۔ ان دیوتاؤں

کے علاوہ ہزاروں عرب سورج، چاند اور کئی خاص خاص تاروں کی بھی پوجا کرتے تھے جن سے انھیں دن میں گرمی ملتی تھی اور رات کو راستہ کا پتہ چلتا تھا۔

ان ہزاروں دیوی دیوتاؤں کے علاوہ سب سے مالک ایک پرماتما کے مندر کا کہیں ذکر نہیں آتا۔ زیادہ تر عربوں کا خیال ان دیوی دیوتاؤں سے اوپر نہ اٹھ سکتا تھا۔ لیکن اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو سب دیوتاؤں سے اوپر سب کے مالک ایک پرماتما کو بھی مانتے تھے جسے وہ اللہ تعالیٰ کہتے تھے اور یہ مانتے تھے کہ ان کے اپنے دیوی دیوتا اُسی اللہ تعالیٰ کے نیچے دنیا کا سارا کام چلاتے ہیں اور پرلوک (دوسری دنیا) میں اپنے پوجنے والوں کی اللہ تعالیٰ سے سفارش کر سکتے ہیں۔

کچھ عربوں میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ جب کوئی آدمی مرتا تھا تو ایک اونٹنی اس کی قبر کے پاس باندھ دی جاتی تھی۔ اُسے وہیں بنا دانا پانی مرنے دیا جاتا تھا جس سے پرلوک میں سواری کی دقت نہ ہو۔ اس اونٹنی کو وہ بلیہ کہتے تھے۔

مختصر یہ کہ عربوں کا یہی پرانا دھرم تھا۔

اب رہے یہودی اور عیسائی دھرم۔ یہ دونوں بھی محمدؐ صاحب سے صدیوں پہلے عرب پہنچ چکے تھے۔

عیسیٰ کی پہلی صدی میں روم کے سمراٹ (شاہنشاہ) ٹائی ٹس نے یہودیوں کو فلسطین سے نکال دیا تھا۔ اسی طرح تیسری صدی میں بہت سے عیسائی آپسی جھگڑوں کی وجہ سے شام (سیریا) اور دوسرے ملکوں سے نکالے جا چکے تھے۔ عرب کے لوگ اس معاملہ میں بڑے دل والے تھے۔ وہ اپنے یہاں سب دھرم والوں کو خوشی سے آنے دیتے تھے۔ ہزاروں یہودی اور عیسائی عرب میں آکر بس گئے۔ ایشیا کے ان دونوں دھرموں کا جنم بھی عرب کی اُتر کی سرحد پر ہوا تھا۔ یہ دونوں دھرم بھی تھوڑے بہت عرب میں پھیلے۔ کچھ قبیلوں نے اس دھرم کو اور کچھ نے اس دھرم کو اپنا بنا لیا۔

معلوم ہوتا ہے دوسرے دھرموں کے دیوی دیوتاؤں کو اپنے دیوی دیوتاؤں میں شامل کر لینے کا بھی عربوں میں رواج تھا۔ جن عربوں نے ان نئے دھرموں میں سے کسی ایک کو پوری طرح نہیں اپنایا وہ بھی ان دونوں کے ساتھ اپنا پن جتاتے تھے۔ بہت سے عرب حضرت ابراہیمؑ کو جنھیں یہودی اور عیسائی دونوں پیغمبر مانتے تھے۔ اپنا ہی پرکھا بتاتے تھے ابراہیمؑ کے بیٹے اسمٰعیلؑ سے اپنا نکاس بتاتے تھے۔ کعبہ میں دوسری مورتیوں کے ساتھ ساتھ ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے بھی بُت موجود تھے اور ان کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ عیسائیوں کے پہنچنے کے بعد حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کی ایک مورتی

بھی کعبہ میں رکھ لی گئی اور اس کی بھی پوجا ہونے لگی۔ لیکن یہودی لوگ ان دنوں اتنے گھمنڈی اور تنگ خیال تھے اور عیسائی دھرم اتنی گری ہوئی حالت کو پہونچ چکا تھا اور ساتھ ان دونوں دھرموں میں آپس کی لاگ ڈانٹ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ ان کا اثر عربوں کے جیون پر اچھا نہ پڑ سکا۔

ان دونوں میں سے کوئی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھا کہ اس کے اپنے مت یا جتھے سے باہر کسی بھی آدمی کی، چاہے وہ کتنا ہی نیک کیوں نہ ہو، مرنے کے بعد اچھی حالت ہو سکتی ہے۔

یہودی ایک ایشور اور بہت سے پیغمبروں کے علاوہ عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ چھوا چھوت، کھانے پینے کے فرق اور نرالے قاعدوں میں اگر دنیا کے کسی مذہب کے رواج آج کل کے ہندو رواجوں سے ملتے ہیں۔ تو وہ پرانے یہودی دھرم کے۔ دوسرے سب دھرموں کے لوگوں کو وہ اپنے سے نیچا اور ناپاک مانتے تھے، انکی چھوئی کوئی چیز نہ کھاتے تھے۔ نہ ان کا چھوا پانی پیتے تھے اور نہ ان کو اپنے یہاں کھلا پلا یا عزت سے بٹھا سکتے تھے ایک یہی یہودیوں کی سب سے خاص بات تھی۔ ان کے رسم رواج اور پوجا کے طریقے بڑے پیچیدہ تھے۔ ان باتوں کو چھوڑ کر اگر انہیں کوئی اور خاص بات تھی تو وہ ساہوکاری اور سود خوری سے پیسہ کمانا۔ پیسہ جمع کرنا اور اس طرح کی کنجوسی برتنا جو ایسے پیسے والے پر دل والے ریگستانی عربوں کو کبھی بھی پسند نہ آسکتی تھی۔

عیسائی دھرم یہودی دھرم کے بعد کا تھا اور ان دنوں کے لئے زیادہ ٹھیک تھا۔ یہ عیسائی دھرم اسی لئے دنیا میں آیا تھا کہ یہودیوں میں جو نکمّے اور بے ایمان رسم رواج چل پڑے تھے اور لکیر کی فقیری بڑھتی جا رہی تھی، اُسے ختم کر کے لوگوں کے دلوں کو دھرم کی فضول رسموں سے ہٹا کر انھیں ایک دوسرے کی سیوا اور بھلائی کے کاموں کی طرف لگایا جاوے۔ شروع میں عیسائی دھرم یہودی دھرم کا سدھار اُس کی غرض تھی لیکن محمدؐ صاحب کے جنم تک عیسائی دھرم کی جو گت ہو چکی تھی وہ یہودی دھرم کی ان دنوں کی حالت سے کسی طرح کم بُری نہ تھی۔

حضرت عیسیٰ کے کچھ دنوں بعد سے ہی عیسائی لوگ ایک طرح کی (تری مورت) تثلیث (Trinity) کی پوجا کرنے لگے تھے۔ اس تری مورت میں عام طور پر باپ (ایشور) بیٹا عیسیٰ اور پوتر آتما (وہ مانی ہوئی روح جس کے ذریعہ کہا جاتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ماں کماری مریم کو پیٹ رہا تھا) یہ تین گنے جاتے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایشور، عیسیٰ اور مریم کی بھی تری مورت مانتے تھے۔ عیسائی مت کی جو شاخ (کالی ریڈ نیس) عرب میں زیادہ پھیلی ہوئی تھی وہ ایشور مریم اور عیسیٰ کی ہی تری مورت مانتی تھی۔

عیسائی گرجے عیسیٰ، مریم، سیکڑوں سنتوں مہرشیوں اور عیسائی شہیدوں کے بتوں سے بھرے رہتے تھے۔ مریم کو ایشور کی ماں کہکر اُس کی پوجا کی جاتی تھی۔ ایشور، عیسیٰ اور مریم تینوں ایک برابر مانے جاتے تھے۔

اور ان کے ساتھ ساتھ بہت سے عیسائی سنتوں کو بھی انھیں کی طرح سب جگہ موجود، سب کچھ جاننے والے اور جو چاہے کر سکنے والے مانا جاتا تھا۔ ان سب کے بتوں کے سامنے منتیں مانی جاتی تھیں اور چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔ یہی اس زمانے کے عیسائیوں کی روز کی پوجا تھی۔

دھموں کی یہ حالت تھی کہ یوروشلم شہر میں لکڑی کا وہ کروش (صلیب) ابھی تک دکھایا جاتا تھا جس پر کہا جاتا ہے کہ مہاتما عیسیٰ کو سولی دی گئی تھی۔ اس چھوٹے سے کروش کی سوکھی لکڑی برابر بڑھتی رہتی تھی۔ ہر عیسائی یاتری یوروشلم سے لوٹتے ہوئے اس کروش کا ایک ٹکڑا اپنے ساتھ لے آتا تھا۔ عام آدمی اس ٹکڑے کو گھروں میں رکھکر اس کی پوجا کرتے تھے اور ہزاروں ٹکڑے دنیا بھر کے گرجوں میں رکھ کر پوجے جاتے تھے۔ یوروشلم کے پادریوں کے لئے یہ کافی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ لکھا ہے کہ دھیرے دھیرے صرف یوروپ ہی کے ہزاروں گرجوں میں اس کروش کی اتنی لکڑی جمع ہو گئی کہ اس سے سیکڑوں نئے کروش تیار ہو سکتے تھے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ اس کروش کی لکڑی طرح طرح کی کرامات کر سکتی تھی اور سب بیماریوں کو اچھی کر سکتی تھی۔ اسی طرح مریم اور عیسائی سنتوں کی مورتیوں سے بھی ہر گرجے میں سیکڑوں کراماتیں آئے دن دکھائی جاتی تھیں۔

دنیا میں عیسائی راج کی سب سے بڑی جگہ ان دنوں روم کے سمراٹ (شاہنشاہ) کی راجدھانی، قسطنطنیہ تھی۔ قسطنطنیہ، سکندریہ اور روم ان تین شہروں کے لاٹ پادری (بشپ) عیسائی دھرم کے سب سے بڑے مہنت گنے جاتے تھے۔ ان لاٹ پادریوں کی رائے سے قسطنطنیہ کے سمراٹ کی طرف سے ساری دنیا کے عیسائیوں کے نام یہ حکم جاری کر دیا گیا تھا کہ کسی بھی بیماری میں دواؤں سے علاج کرنا جیسا پرانے یونانی کرتے تھے ایشور سے انکار کرنا ہے اور پاپ ہے۔ اور عیسائیوں کو علاج کے لئے گرجے کے بتوں اور پادریوں کے پاس جاکر دعائیں مانگنا چاہیئے اور ان سے جھاڑ پھونک اور گنڈے تعویذ کرانا چاہیئے۔ روم کے عیسائی سمراٹوں کا جہاں جہاں حکم چلتا تھا وہاں وہاں دواؤں سے کسی کا علاج کرنے والے وید حکیم تک کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔

عیسائی پادریوں میں اسی طرح کی باتوں پر لمبی لمبی بحثیں ہوتی تھیں۔ جو کبھی کبھی پیڑھیوں چلتی تھیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ میں ایشور کا حصّہ کتنا تھا۔ جیسے ایشور اجر امر ہے یعنی کبھی نہ بوڑھا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسیٰؑ اجر اور امر ہیں یا نہیں، مریم کو عیسیٰ کی ماں کہنا چاہیئے یا ایشور کی ماں، اور اگر حضرت آدمؑ گناہ نہ کرتے تو کبھی مرتے یا نہ مرتے؟ انہیں باتوں کو لیکر بہت سے الگ الگ دل کھڑے ہو گئے۔ جب جس دل کا زور رہتا تھا یا قسطنطنیہ کے سمراٹ کی طرف سے جسے ٹھیک

مان لیا جاتا تھا اس کے خلاف دل والوں کو ادھرمی (بے دین) کہکر دیس نکالا طرح طرح کی تکلیفیں اور موت کی سزا تک جھیلنی پڑتی تھی۔

سکندریہ کے ایک وِدّوان پادری ایریس کو صرف اس بات پر دیش نکالے کی سزا دی گئی کہ ایریس کہتا تھا کہ "حضرت عیسیٰؑ ایشور کے بیٹے ہیں اس لئے ایک زمانہ ایسا ضرور تھا کہ جب ایشور تھا لیکن حضرت عیسیٰ نہیں تھے۔ اسی لئے حضرت عیسیٰؑ کو ایشور کے برابر نہیں مانا جا سکتا" اسی گناہ میں پہلے ایریس کو دیش نکالے کی اور پھر آخر میں موت کی سزا جھیلنی پڑی، روم کے سارے راج میں یہ حکم جاری کر دیا گیا کہ جس کسی کو ایریس کی کوئی کتاب کہیں سے مل جائے وہ اگر اس کتاب کو ترت جلا نہ ڈالے تو اس آدمی ہی کو مار ڈالا جاوے۔

ایک وِدّوان عیسائی سادھو پلیگیس نے صرف یہ کہہ دیا تھا کہ۔ "آدم پیدا ہوئے تھے تو گناہ کرتے یا نہ کرتے مرتے ضرور جنم سے سب آدمی آدم ہی کی طرح بیگناہ ہوتے ہیں۔ سب اپنے اپنے بھلے برُے کاموں کا پھل پاتے ہیں۔ آدم کے کاموں کا نہیں، اور پاپوں کو دھونے کے لئے نیک کاموں کی ضرورت ہے۔ صرف بپتسمہ کے پانی سے پاپ نہیں دھل سکتے" اتنے ہی پر پلیگیس کی اور ان سب لوگوں کی جو پلیگیس کی رائے کو ٹھیک مانتے تھے۔ جائدادیں ضبط کرکے ان سب کو روم کے راج سے باہر نکال دیا گیا۔

شام کے ایک مشہور پادری نسطوریوس نے کہا کہ مریم کو "خدا کی ماں" کہنا ٹھیک نہیں "حضرت عیسیٰؑ کی ماں" کہنا چاہیے۔ ترنت عیسائی جماعتوں میں دو دل ہو گئے۔ پہلے بحثیں ہوئیں۔ پھر بلوے اور بعد میں خوب خون بہا۔ آخر خدا کی ماں والا دل جیتا۔ نسطوریس کے روم کے سمراٹ کے حکم سے پہلے دیش نکالا دیکر افریقہ بھیج دیا گیا اور پھر وہاں موت سے پہلے اس کی "ناپاک زبان" کاٹ ڈالی گئی۔

یوروپ کا ایک ودّوان لکھتا ہے:-

"ان جھگڑوں کی وجہ سے بڑے بڑے نگروں میں خوب ہنگامے ہوتی رہتی تھیں۔ اور خون بہتا رہتا تھا۔ چھوٹے بڑے سب لوگوں میں بے ایمانی اور بدچلنی بڑھی ہوئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ راج کے ساتھ ملکر عیسائی دھرم اتنا گر گیا تھا کہ اب وہ لوگوں کے دلوں کو روک کر انہیں برائی سے نہ بچا سکتا تھا۔ دھرم کا جیون ختم ہو چکا تھا اس کی جگہ دھرم کے اصولوں پر بحثیں رہ گئی تھیں اور بحثیں بھی پاگلوں کی بحثیں تھیں*"

محمدؐ صاحب کے جنم کے دنوں کے عیسائی ستا اور لوگوں کے جیون پر اسکے اثر ان دونوں کو بیان کرتے ہوئے وہی ودّوان آگے لکھتا ہے:-

---

* "A History of Intellectual Development of Europe", by J. W. Draper, Vol. I, P. 289.

"آدمی کی نیکی بدی کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ آدمی کے پاپ اسکے کاموں سے نہیں ناپے جاتے تھے۔ بلکہ اس سے ناپے جاتے تھے کہ وہ عیسائی دھرم کے مانے ہوئے اصولوں میں سے کس سے کتنا انکار کرتا ہے۔ روم۔ قسطنطنیہ اور سکندریہ کے پادری جی توڑ کر ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے اور اس طرح کے ہتھیاروں اور ذریعوں سے اپنا مطلب پورا کرتے تھے جو آدمی کے دل کو گندے اور ڈراونے معلوم ہوتے ہیں۔ جبکہ پادری لوگ خود چھپکر ہتیائیں کرانے زہر دینے، بدچلنی کرنے۔ آنکھیں نکلوانے۔ دنگے کرا دینے۔ بلوے کرا دینے اور آپس کی مار کاٹ میں لگے ہوئے تھے جبکہ پادری اور لاٹ پادری (BisHap ArcH BisHop) دنیاوی طاقت کے پھیر میں ایک دوسرے کو ادھرمی کہکر سزائیں دے رہے تھے۔ راج دربار دل کے خواہشوں کو رشوتیں دینے میں سونا اٹھا رہے تھے اور محلوں کی عورتوں کو اپنے گندے بھیدوں سے جیتنے کی کوششیں کرتے رہتے تھے۔ تو عام لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی؟ عیسائی مہنتوں کی فوجیں جب کبھی سمراٹ کی فوجوں میں جا ملتی تھیں تو انکو گھبرا دیتی تھیں اور اگر بڑے نگروں میں جاتی تھیں تو وہ مذہبی دنگے کرا دیتی تھیں۔ دھرم کے اونچے اونچے اصولوں کو طے کرنے کے لئے وہ بہت شور غل کرتی تھیں۔ لیکن سوچنے کی آزادی کے لئے یا آدمی کے چھپے

ہوئے حق کے لئے کبھی کوئی آواز نہ اُٹھتی تھی۔ ایسی صورت میں لوگوں کے اندر سوائے نفرت اور بے بسی بڑھنے کے اور کیا ہو سکتا تھا؟ سچ مچ لوگوں سے یہ امید نہ کی جا سکتی تھی کہ ضرورت پڑنے پر وہ ایک ایسے دھرم کی مدد کریں گے جس کا اثر ان کے دلوں پر سے بالکل اُٹھ چکا تھا۔" ※

یہی وجہ تھی کہ محمدؐ صاحب کی زندگی میں ۶۱۱ء میں جب ایران کے زرتھشتری بادشاہ نے روم کے پھیلے ہوئے راج پر حملہ کیا تو ناخوش عیسائی پادریوں اور عیسائی پرجاؤں سے بہت سوں نے جگہ جگہ ان بدیشی حملہ کرنے والوں کا ساتھ دیا جو ایک غیر عیسائی دھرم کے ماننے والے تھے۔

اس طرح کے دھرم اور اسی طرح کے مہنتوں سے بھولے بھالے عربوں کے اندر کسی طرح کے سدھار کی امید کرنا بیکار تھا۔ نہ ان لوگوں سے عربوں کی بھلائی ہو سکتی تھی۔ سدھار اور بھلائی کی جگہ عیسائیوں اور یہودیوں کی آپس کی دشمنی اور لاگ ڈانٹ سے عربوں کے جیون کو اور ان کی آزادی کو بہت بڑا دھکا پہنچا۔

دوسرے دھرموں سے نفرت کرنے میں عیسائی اور یہودی دونوں ایک دوسرے سے بڑھے چڑھے تھے۔ پانچویں صدی کے آخیر میں عرب کے ایک حصے یمن کے ایک یہودی حاکم یوسف ذونواس نے ان سب لوگوں اور خاصکر عیسائی عربوں کو جو یہودی مت ماننے سے انکار کرتے

※ Ibid, Vol. I, P 332-33.

تھے تکلیفیں دیدیکر مار ڈالنا شروع کیا۔ اس میں ایک خاص طریقہ انھیں دہکتی ہوئی آگ میں پھینک کر زندہ جلا دینا تھا۔ یمن میں ان دنوں عیسائی بھی کافی تھے۔ یہودیوں کی کوئی بھی سلطنت عرب کے باہر نہ تھی لیکن عیسائیوں کی ایک زبردست حکومت یمن سے تھوڑی ہی دور لال سمندر کے اُس پار اتھیوپیا میں موجود تھی۔ یمن کے عیسائیوں نے یہودیوں کے خلاف اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہ کے ساتھ سازش کی۔ اتھیوپیا کے بادشاہ نے فوج بھیجکر ذونواس کو مرواڈالا اور یمن کے سارے صوبہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ بات محمدؐ صاحب کے جنم سے صرف ستر سال پہلے کی ہے۔ یمن کا صوبہ مکّہ سے دکھن میں ہے۔ یہ عرب کا سب سے زیادہ پیداوار والا اور سب سے زیادہ ہرا بھرا صوبہ ہے اور لال سمندر سے ایران کی کھاڑی تک پھیلا ہوا ہے۔ اسی طرح ان دونوں دھرموں کی آپس کی لاگ ڈانٹ کی وجہ سے عرب کے دکھن اور یورپ کا بہت بڑا حصّہ بدنشیوں کے ہاتھ میں آگیا اور ۵۷۱ء تک ایک دوسرے کے بعد چار بدنشی حاکم اس پر حکومت کرتے رہے۔

نیچے کی بات سے یہودیوں اور عیسائیوں کے آپسی جھگڑوں کا کچھ اور پتہ چلتا ہے۔ عیسائیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک بار نہیں دن تک عیسائیوں کے پادریوں اور یہودیوں کے پروہتوں میں بحث ہوتی رہی۔ آخر میں یہودیوں نے کہا "اگر تمھارا عیسیٰ مسیح سچ مچ آسمان پر

زندہ ہے تو وہاں سے اتر کر ہمیں اسی وقت دکھائی دے ہم تمہارا دھرم مان لیں گے۔" اسی پر اسی دم بادل گرجے بجلی کڑکی اور ایک لال بادل کے اوپر حضرت عیسیٰ دکھائی دیئے۔ ان کے سر پر مکٹ تھا۔ اور ہاتھ میں ننگی تلوار۔ انھوں نے آتے ہی یہودیوں سے کہا۔" دیکھو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔ میں جسے تمہارے پرکھوں نے سولی پر چڑھا دیا تھا۔" دیکھتے ہی یہودی سب اندھے ہو گئے۔ اور پھر اس وقت تک ان کی آنکھیں نہ کھلیں جب تک انھوں نے عیسائی دھرم نہ مان لیا۔

اس معاملہ کا اصلی روپ چاہے کچھ بھی رہا ہو لیکن یہ ان دنوں کے یہودیوں اور عیسائیوں کے آپس کے جھگڑوں اور ان عیسائیوں کی دھرم کی سوجھ بوجھ کی خاصی اچھی تصویر رکھا پہنچتا ہے جو حضرت عیسیٰ کے ہاتھ میں بھی ننگی تلوار دے سکتے تھے۔

غیروں کی حکومت

دھرم کے نام پر اس طرح کے اندھیر دور دیش کی اس طرح کی حالت کا دیش کی آزادی پر بُرا اثر پڑنا ضروری تھا۔ ابھی کہا جا چکا ہے کہ محمدؐ صاحب کے جنم سے صرف ستّر سال پہلے یمن کے ہرے بھرے صوبہ پر اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہ نے قبضہ کر لیا تھا۔ اُتر اور پچھم میں روم کے راج اور پورب میں ایران کی بادشاہت سے بھی عرب کی سرحد ملی ہوئی تھی اور ان دونوں بدیشی حکومتوں نے اپنے اپنے پاس کے عرب علاقوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ مرزا ابو الفضل لکھتے ہیں:-

"محمدؐ صاحب کی پیدائش کے وقت عرب کا زیادہ حصّہ بدیشیوں کے ہاتھوں میں تھا۔ شام اور ایران کی سرحد سے ملے ہوئے صوبے قسطنطنیہ کے رومی سمراٹوں اور ایران کے خسرو کے قبضہ میں تھے۔ مکّہ کے دکھن میں لال سمندر کے کنارے کا حصّہ اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہوں کے ماتحت

تھا۔ لیکن حجاز کا علاقہ جس کا مطلب "باندھ" یا "رکاوٹ" ہے ابھی تک پوری طرح ان قوموں کی بدنیتی اور حملوں دونوں کو روک رہا تھا جو اُس علاقہ کے آس پاس دُنیا کی حکومت کے لیے لڑ رہی تھیں۔ اسی حصّے کی گھاٹیوں میں مکّہ اور مدینہ کے وہ پاک شہر ہیں جن میں سے ایک میں اسلام جنما اور دوسرے میں پنپا۔" *

اس ریگستان کو چھوڑ کر جو آبادی کے لیے بیکار تھا صرف ایک حجاز کا علاقہ ہی عرب بھر میں ایسا تھا جس پر ان دنوں اپنے کو آزاد کہہ سکتا تھا اور آگے بیان سے پتہ چلیگا کہ اس پر بھی ان تینوں بدیشی طاقتوں کے دانت برابر لگے ہوئے تھے۔

عربوں میں بہادری کی کمی نہ تھی۔ انھیں آزادی بھی بہت پیاری تھی۔ قربانی یا تیاگ کا مادّہ ان میں حد درجہ کا تھا۔ مہمانوں کی خاطر کرنا اور اپنی آن پر مر مٹنا بھی انھیں خوب آتا تھا۔

لیکن وہ جھوٹے ڈھوں اور برے رواجوں میں ڈوبے ہوئے تھے آپس کی لڑائیاں اور ہتیائیں ان کے آئے دن کی زندگی کا ایک ضروری حصّہ تھیں۔ ان کا سارا جیون ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ ان کا آگے زندہ رہنا بھی خطرے میں تھا۔ انھیں ایک ایسے مہان آتما کی ضرورت تھی جو ان کے سب برے رواجوں اور ڈھوں کے جال کو توڑ کر پھینک سکے۔

---

* Life of Mohammad, by Mirza Abul Fazl, Introduction, P. 1-2.

انھیں اندھیرے سے نکال کر اجالے میں کھڑا کر سکے۔ ان کی گھریلو لڑائیوں کو ہمیشہ کیلیئے بند کر سکے انھیں ایک ڈوری میں باندھ سکے اور سامنے کھڑی ہوئی موت سے بچاکر انھیں ترقی بھلائی اور آزادی کی طرف لیجا سکے۔

اسی طرح کے دیش اور اسی طرح کے آدمیوں میں مکّہ کے ایک بہت بڑے گھرانے کے اندر تاریخ ۹ ربیع الاوّل سوموار ۲۰ اپریل ۵۷۱ء* کو سورج نکلنے کے وقت محمدؐ صاحب کا جنم ہوا۔

---

* محمود پاشا فلکی۔ سیرت النبی مصنّفہ شبلی جلد ۱ صفحہ ۱۶۰

محمدؐ صاحب کا جنم

مکّہ کا شہر دنیا کے سب سے پرانے شہروں میں گنا جاتا ہے۔ محمدؐ صاحب سے ایک ہزار سال پہلے یورپ کے ساتھ ہندوستان اور دوسرے ایشیائی دیسوں کی تجارت عرب ہی کے راستہ ہوتی تھی۔ عرب سوداگروں کی ان دنوں بھارت کے پوربی اور پچھمی کناروں پر بہت سی خوش حال بستیاں تھیں۔ عرب ملاح جو عام طور پر یمن کے رہنے والے ہوتے تھے۔ ہندوستان اور آس پاس کے دیشوں کا مال اپنے جہازوں میں لاد کر یمن لیجاتے تھے۔ وہاں سے خشکی کے راستہ یہ مال شام جاتا تھا اور شام سے یونان۔ روم مصر وغیرہ دیسوں میں۔ یمن اور شام کے بیچ پہاڑیوں سے گھرا ہوا مکّہ کا شہر ہے۔ اسی لئے تجارت کے خیال سے مکّہ ان دنوں بہت بڑھا چڑھا تھا۔ اس تجارت سے طرح طرح کا لگاؤ رکھنے والے بہت سے لوگ مکّہ میں اور اسکے آس پاس بس گئے۔ مکّہ عرب کا سب سے بڑا اور سب سے خوشحال شہر بنگیا۔

اور ایک طرح کی ٹھیک ٹھیک حکومت وہاں قائم ہو گئی۔

مکّہ کے بڑے پن کا دوسرا سبب کعبہ کا پرانا مندر ہے۔ یہ مندر بھی محمدؐ صاحب سے کم سے کم ہزاروں سال پہلے سے عرب اور اس کے آس پاس کے لوگوں کا سب سے بڑا تیرتھ چلا آتا تھا۔ مکّہ کی بڑھی ہوئی تجارت اور کعبہ کی پوجا ان دونوں کے سبب مکّہ کے حاکم کا مان اور اس کی دھاک عرب میں شروع سے بڑھی چڑھی تھی۔

مکّہ میں سب سے زیادہ عزت آبرو والا قبیلہ ان دنوں قریش کا قبیلہ تھا۔ قریش کا سردار ہی مکّہ کے چھوٹے سے چھوٹے راج کا مالک یا حاکم ہوتا تھا۔ اور وہی کعبہ کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ محمدؐ صاحب کے پردادا ہاشم جن کے نام پر محمدؐ صاحب کے خاندان کے لوگ بنی ہاشم کہلاتے تھے۔ اپنے زمانہ میں مکّہ کے حاکم تھے اور لوگ انھیں بڑے آدر اور پریم سے دیکھتے تھے۔ ہاشم کے بعد ہاشم کے بھائی مطّلب اور انکے بعد ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب گدی پر بیٹھے۔ عبدالمطلب کے کئی لڑکے تھے جن میں سب سے چھوٹا لڑکا عبداللہ ۲۵ سال کی عمر میں اپنی شادی کے دو سال کے اندر مر گیا۔ عبداللہ کے مرنے کے کچھ اور روز بعد عبداللہ کی بیوہ آمنہ نے بالک محمدؐ کو جنم دیا۔

پہلے پچیس سال

آمنہ اتنی دکھی اور بیمار تھیں کہ وہ سات دن سے زیادہ بچے کو دودھ نہ پلا سکیں۔ اس کے بعد کچھ دن تک عبدالمطلب کے ایک دوسرے بیٹے ابولہب کی ایک باندی نے محمدؐ صاحب کو دودھ پلایا۔ پھر مکّہ کے پاس کی ایک پہاڑی سے بنی سعد قبیلے کی ایک عورت حلیمہ نے بچے کو اپنے گھر لے جا کر پالا۔ پانچ سال کی عمر ہونے پر دایہ حلیمہ نے بالک کو لاکر پھر سونپ دیا۔ لیکن اگلے سال ہی ماں آمنہ بھی چل بسیں۔ اسی طرح ایک بڑے گھرانے میں پیدا ہونے پر بھی بالک محمدؐ کو ماں باپ کا سُکھ نہ مل سکا۔

بڑے ہونے پر محمدؐ صاحب نے کئی بار بھرے دل سے آمنہ کی قبر کی یاترا کی۔ دایہ حلیمہ سے بھی جیون میں کئی بار انکی بھینٹ ہوئی اور ہر بار انھوں نے حلیمہ کی طرف گہری محبّت اور عزّت دکھلائی۔

ماں کے مرنے کے بعد کئی سال تک دادا عبدالمطلب نے انا تھ محمدؐ کی

دیکھ بھال کی اور اس کے بعد عبدالمطلب کے بڑے بیٹے ابوطالب نے انھیں پالا۔ قریب دس سال کی عمر میں محمدؐ صاحب کا زیادہ وقت مکّے کے آس پاس کی پہاڑیوں پر ابوطالب کی بکریاں چرانے میں بیتا کرتا تھا۔

اب ہم دو ایسی باتوں کو بیان کر دینا چاہتے ہیں جنکا نوجوان محمدؐ کے دل پر معلوم ہوتا ہے بہت گہرا اثر پڑا اور جن سے اپنی قوم کی بگڑی ہوئی حالت کا خاکہ انکی آنکھوں کے سامنے کھنچ گیا۔ ان میں پہلی بات محمدؐ صاحب کی پیدائش سے بھی پچپن دن پہلے کی ہے۔ جس کا انھوں نے بڑے ہو کر دوسروں سے حال سنا۔ عرب کا یمن صوبہ اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہ کے قبضہ میں تھا۔ بادشاہ کے حکم سے یمن کے عیسائی حاکم ابرہہ نے ایک بہت بڑی فوج لیکر جس میں کئی ہاتھی بھی تھے مکّہ پر حملہ کیا اور کعبہ کو گرا ڈالنا اور مکّہ کو اتھیوپیا کے راج میں ملا لینا چاہا۔ یہ حملہ عربوں کے دھرم اور اُن کی آزادی دونوں کے اوپر ایک زبردست حملہ تھا۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ان دنوں عرب بھر میں حجاز کا علاقہ ہی پوری طرح آزاد تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابرہہ کی فوج کو کوئی ہرا نہ سکے گا۔ مکّہ والوں کا کہنا ہے کہ پرماتما نے ابرہہ کی فوج پر کوئی اچانک آفت بھیج کر اُسے تتر بتر کر دیا۔ جو ہوا اس میں شک نہیں ہزاروں جانیں گنوا کر ابرہہ کو مکّہ کے باہر سے ہی خالی ہاتھ لوٹ جانا پڑا۔ محمدؐ صاحب نے بچپن میں اس بات کو سنا۔ ان کے دل پر اس کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ قرآن کے ایک

الگ سورہ میں اس بات کا ذکر آتا ہے کہ اس سے اپنے وطن والوں کی بے بسی اور ان کے سامنے کی آفت محمدؐ صاحب کو دکھائی دے گئی۔

دوسری بات عکاظ کے میلے میں ہوئی۔ ۵۹۰ء میں عکاظ کے میلہ کے موقع پر مکہ سے پورب کے ہوازن قبیلے کے کسی شاعر نے قریش کے سامنے اپنے قبیلہ کی بڑائی کا بکھان کیا۔ قریش سے نہ سہا گیا۔ دونوں طرف سے تلواریں کھنچ گئیں۔ دونوں اس بات کو بھی بھول گئے کہ وہ دن جیسا رواج چلا آتا تھا لڑائی بند رکھنے کے دن تھے۔ دس سال تک یہ گھریلو لڑائی جاری رہی۔ کئی کئی قبیلے دونوں طرف سے آملے ہزاروں جانیں گئیں۔ جن دنوں یہ لڑائی جاری تھی محمدؐ صاحب کی عمر دس اور بیس برس کے بیچ میں تھی۔ عرب کے تاریخ (انہاس) میں اس دس برس کی جنگ کو حربِ فجار یعنی ناپاک لڑائی یا ادھرم کی لڑائی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ لڑائی اس مہینہ میں شروع ہوئی جس میں لڑنا منع تھا۔

چھوٹی عمر سے ہی محمدؐ صاحب کو ایکانت میں رہنے اور سوچنے کی عادت تھی۔ جبکہ ان کے ساتھی کھیل کود میں وقت کھویا کرتے تھے محمدؐ صاحب کہا کرتے تھے۔ "آدمی کھیل کود میں وقت کھونے کے لیے نہیں، کسی زیادہ اونچے مطلب کے لیے بنایا گیا ہے۔"*

---

* "Life of Mohammad", by M. A Fazl, P. 20

محمدؐ صاحب جب ۱۲ برس کے ہوئے تو اپنے تایا ابو طالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلے میں مکہ سے پہلی بار شام گئے۔ راستہ میں انھیں کئی یہودی بستیوں سے ہو کر جانا پڑا۔ اس سے انھیں اُس زمانہ کے یہودی دھرم سے خاصی جانکاری ہو گئی۔ شام کا دیس ان دنوں روم کے عیسائی سمراٹوں کے ماتحت تھا۔ وہاں عیسائی دھرم کا خوب زور تھا۔ محمدؐ صاحب کو اپنی جوانی میں کئی بار شام جانے کا موقع ملا۔ ایک ودوان لکھتا ہے کہ "شام میں محمدؐ کے سامنے لوگوں کی بری حالت اور دھرم کی گراوٹ کا وہ پردہ کھُل گیا جس کی یاد ان کی آنکھ کے سامنے سے پھر کبھی کبھی نہ ہٹ سکی"۔*

شام کے دیس میں فلسطین اور یوروشلم شامل تھے دنیا کے سب سے پرانے اور سب سے ہرے بھرے دیشوں میں گنا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شام کی گھاٹیوں سے زیادہ اچھے میوے دنیا میں کہیں پیدا نہیں ہوتے یہودی دھرم کی سب خاص خاص باتیں اسی دیش میں ہوئیں۔ بہت پہلے جب دمشق شام کی راجدھانی تھا شام ایشیا کی سب سے شکتی اور زبردست حکومتوں میں گنا جاتا تھا۔ شام کے علاقہ فینیشیا میں صدیوں تک دنیا بھر کی تجارت کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ بھری پُری منڈیاں تھیں۔ سکندر کے بعد صدیوں تک یہ دیش یونانیوں

---

* Ibid, P. 22.

کے ہاتھ میں رہا اور یونان کی بڑھی ہوئی ودیاؤں، وگیان (سائنس اور فلاسفی (درشن) کے پڑھنے پڑھانے کی یہ ایک بڑی جگہ رہی۔ صدیوں اس میں سیکڑوں ہی بودھ مٹھ رہے۔ اور بودھ دھرم اور بودھ درشن کی گھر گھر چرچا ہوتی تھی۔ شام نے ہی حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم کو جنم دیا۔ حضرت عیسیٰ کے تین سو سال بعد تک یہ دیش گیان۔ وگیان۔ دھن دھان۔ دست کاری اور تجارت سب کے لئے مشہور تھا۔ لیکن محمدؐ صاحب کے وقتوں میں وہ قسطنطنیہ کے عیسائی سمراٹوں کے ہاتھوں میں تھا اور عیسائی دھرم کا ایک خاص اڈا مانا جاتا تھا۔

سمراٹ تھیوڈوسیس نے شام کے پرانے دھرموں یعنی بودھ دھرم اور یہودی دھرم کو بُرا بنایا۔ وہاں کے تمام مندروں کو گروا دیا اور حکم دیدیا کہ "جو کوئی آدمی سکندریہ اور روم کے عیسائی پادریوں کے بنائے ہوئے مذہبی اصولوں کو نہ مانے گا اور اُن پر نہ چلے گا اس کا سب دھن دولت ضبط کر اُسے دیس سے نکال دیا جائے گا۔" یہ بھی حکم دیدیا گیا کہ "جو کوئی یہودیوں والے دن ایسٹر کا تیوہار منا دیگا اُسے موت کی سزا دیجاویگی۔" ہندوستان۔ مصر۔ یونان جیسے دیشوں کے ودوان صدیوں پہلے زمین کے گول ہونے کا پتہ لگا چکے تھے۔ جس صدی میں محمدؐ صاحب کا جنم ہوا ٹھیک اُس صدی میں عیسائی مہنت سنٹ آگسٹائن نے اس بات کو اس لئے جھوٹ ٹھہرایا کہ انجیل میں زمین کو چپٹا لکھا تھا۔ حکم دیدیا گیا کہ

"جن کتابوں میں زمین کے گول ہونے کی بات لکھی ہو انھیں جلا دیا جا دے۔"

محمدؐ صاحب کے دنوں کے پوپ گریگری نے عیسائی دھرم کے اِن نکمّے پوجا پاٹ اور رسم رواجوں کو جنھیں اوپر تھوڑا سا بیان کیا جا چکا ہے حکم دیکر ہمیشہ کے لیے اصلی عیسائی دھرم ٹھہرا دیا۔ لیکن یہ سب چیزیں ان دنوں کے یونانی گیان وگیان کی روشنی میں نہ ٹھہر سکتی تھیں۔ اسی لیے پوپ گریگری کے بارے میں لکھا ہے کہ "ودّیا کا اس سے بڑھ کر جانی دشمن کبھی کوئی پیدا نہیں ہوا۔" اس نے خود روم کے مشہور پیلےٹائن کتاب گھر کو آگ لگا دی اور ریاضی (گرنت)، جغرافیہ (بھوگول)، نجوم (جوتش)، طبابت (ویدک)، فلسفہ (درشن)، پڑھانے والوں کو دیس سے نکال دیا۔ "فلاسفروں (دانشمندوں) کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیا جانے لگا۔ جسکی پرانی کتاب کی نقل ملتی تھی اُسے تُرت جلا دیا جاتا تھا۔ کبھی ایشیا بھر میں لوگوں نے اس ڈر سے اپنے اپنے کتاب گھروں کی سب کتابیں اپنے ہاتھوں سے جلا دیں کہ کہیں کسی کتاب کی کسی بات کے لیے ان کے سارے کنبہ کو قتل نہ کر دیا جا دے۔"*

وید کا پیشہ کرنے والوں یعنی دواؤں سے بیماریوں کا علاج کرنیوالوں کی سزا موت تھی۔ حکم دیا گیا کہ بیماروں کے علاج کے لیے عیسائی پادریوں

---

* A History of the Intellectual Development of Europe, by Draper, Vol. I, P. 312.

اور مہنتوں کے گنڈے تعویذ اور دعائیں کافی ہیں۔ عیسائی پادریوں تک کے لیے "بپتسمہ کے وقت تین بار پانی میں ڈبکی لگا لینا۔ شہد اور دودھ ملا کر چاٹ لینا۔ کپڑے یا جوتے پہنتے وقت ماتھے پر کروش کا نشان کر لینا۔ اور مریم اور سنتوں کی مورتیوں کے سامنے دودھ دیپ جلا دینا" نیک چلنی کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ضروری باتیں سمجھی جاتی تھیں۔ جو آدمی اس بات کو ماننے سے انکار کرتا تھا کہ حضرت عیسیٰ کے جنم سے سیکڑوں سال پہلے فرعون (یعنی مصر کا پیروے) جس رتھ میں بیٹھ کر گیا تھا اسکے پہیوں کے نشان ابھی تک لال سمندر کے ریت میں بنے ہوئے ہیں اور سمندر کی لہریں یا ہوا کے جھونکے انھیں نہیں مٹا سکتے۔ اسے ادھرمی کہکر مار ڈالا جاتا تھا۔

ان سب باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ شام وغیرہ کے ان لوگوں کو جو صدیوں پہلے یونانی گیان وگیان اور بودھ درشن کا آنند لے چکے تھے چھٹی صدی کے آخر میں عیسائی دھرم کے نام پر کیسے کیسے ظلموں اور آفتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ یہ سب حالت لڑکپن میں محمدؐ صاحب کی نظر سے گذری۔ کئی بار کئی بڑے بڑے عیسائیوں سے ان کی بات چیت ہوئی جن میں ایک عیسائی مہنت نسطور کا خاص طور پر ذکر ملتا ہے۔ پہلی بار کی شام کی جاترا میں ایک نیک عیسائی سادھو بحیرا کا بھی نام آتا ہے جس پر بالک محمدؐ کے سوالوں اس کی گہری کھوج اس کے بڑے

دل۔ اس کی سوجھ۔بوجھ اور اس کی پہنچ کا بہت بڑا اثر پڑا۔

محمدؐ صاحب کی زندگی کے پہلے ۲۵ سال اپنے تایا ابو طالب کے ساتھ تجارت کرنے میں اور اسی کے تجربہ حاصل کرنے میں بیتے۔ ان دنوں محمدؐ صاحب نے تجارت میں اتنی ہوشیاری حاصل کر لی اور اپنی سچائی اور ایمانداری کے لئے وہ چاروں طرف اتنے مشہور ہو گئے کہ مکہ کے دوسرے بہت سے بیوپاری انھیں اپنا اجنٹ بنا کر انکی معرفت بیوپار کرنے لگے۔

گرہستی

اس سے کچھ پہلے شہر کا ایک بڑا اور مالدار سوداگر چل بسا۔ اس کی بیوہ خدیجہ کو اپنے کام کاج کے لیئے ایک ہوشیار اور ایماندار ایجنٹ کی ضرورت پڑی۔ ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی خدیجہ سے سفارش کی خدیجہ نے مان لیا۔ اب خدیجہ کے ایجنٹ کی حیثیت سے محمدؐ صاحب کچھ دنوں شام۔ دمشق اور دوسرے ملکوں میں تجارت کرتے رہے۔ محمدؐ صاحب کی محنت اور ایمانداری سے خدیجہ کو بہت لابھ ہوا۔ آخر ایک بار شام سے ان کے مکہ لوٹنے پر بیوہ خدیجہ نے ان سے شادی کرنے کی بات کہی۔ وہ راضی ہو گئے۔ محمدؐ صاحب کی یہ پہلی شادی تھی۔ دونوں کی عمر میں بڑا فرق تھا۔ محمدؐ صاحب کی عمر اس شادی کے وقت ۲۵ اور خدیجہ کی چالیس تھی۔ پھر بھی یہ شادی زندگی بھر دونوں کیلیئے بہت بڑی برکت ثابت ہوئی اور آخر تک دونوں میں خوب پریم رہا۔ اسطرح محمدؐ صاحب کی گرہستی کی شروعات ہوئی۔

الامین

۲۵ سال کی عمر تک اس زمانہ کے تمام بیانوں سے محمدؐ صاحب کی ایمانداری اور نیک چلنی کا کافی ثبوت ملتا ہے۔ جب ان کی عمر کے لوگ مکہ میں جیسا رواج تھا شاعری کرنے اور آوارہ پھرنے میں اپنا وقت کھوتے تھے محمدؐ صاحب کو جب کبھی اپنے کاروبار سے فرصت ملتی وہ ایکانت میں کچھ نہ کچھ سوچتے دکھائی دیتے تھے۔ ملنے جلنے میں وہ سب کے ساتھ بہت ہی نرم، یہاں تک کہ شرمیلے تھے۔ انکا رہن سہن بڑا سادہ۔ انکا من ان کے بس میں۔ تندرستی اچھی۔ دل ملائم اور چہرہ چمکتا ہوا تھا۔ لوگ انھیں دیکھ کر ہی ان کی طرف کھنچتے تھے۔

جوانی میں ہی اپنی سچائی اور ایمانداری کے لیے وہ اتنے مشہور ہو گئے کہ تمام مکہ کے لوگ انھیں "الامین" جس پر بھروسہ کیا جا سکے، کہہ کر پکارا کرتے تھے اور زندگی کے آخیر تک وہ اسی نام سے پکارے جاتے رہے۔

مکّہ کی حکومت کا اور مکّہ والوں کے جھگڑے طے کرنے کا حق ان دنوں قریش کے سردار کو تھا۔ لیکن آئے دن باہر سے آنے والے جاتریوں اور دوسرے لوگوں کے جان مال کے بچاؤ کا کوئی انتظام نہ تھا۔ مکّہ کے آس پاس اور خود مکّہ میں اکثر ان لوگوں کا مال اسباب اور کبھی کبھی ان کے بال بچے تک لوٹ لئے جاتے تھے۔ اور کوئی کچہری نہ تھی جس میں جا کر وہ داد فریاد کر سکیں۔ محمدؐ صاحب سے کئی سو سال پہلے فضل۔ فضال۔ مفضّل اور فضیل نام کے چار بہادر اور دیاوان نوجوانوں نے مکّہ کے اندر اس پاک کام کو اپنے ہاتھوں سے رکھا تھا۔ لیکن ان کے بعد پھر کوئی اس طرح کا بندوبست نہ رہا۔ محمدؐ صاحب نے اپنی شادی کے بعد ہی سب گھرانوں کے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا۔ انھوں نے ایک دل بنایا جس کا کام مکّہ میں اور اس کے آس پاس پردیسیوں کی جان اور اُن کے مال کی حفاظت کرنا تھا۔ اس دل کے ہر آدمی کو اس بات کی قسم کھانا پڑتی تھی کہ وہ ہر پردیسی کی حفاظت کرے گا اور کسی کو اس پر ظلم نہ کرنے دے گا۔ پرانے زمانہ کے ان چار بہادروں کی یاد میں اس دل کا نام "حلف فضول" رکھا گیا۔ یہ دل کم سے کم ۵۰ سال تک کام کرتا رہا۔

عرب میں ان دنوں غلاموں کے بکنے کا عام رواج تھا۔ کچھ لوگ شام کے دکھن سے کسی عیسائی قبیلے کے ایک لڑکے کو جس کا نام زید تھا کہیں

سے پکڑ لائے۔ زید مکّہ کے بازار میں آکر بکا۔ خدیجہ کے ایک رشتہ دار نے اُسے خرید کر خدیجہ کو دیدیا۔ خدیجہ نے اسے محمدؐ صاحب کو دیدیا۔ محمدؐ صاحب نے زید کو آزاد کر کے اُسے بڑے پریم سے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ کچھ دنوں بعد اسکا باپ حارث پتہ لگا کر مکّہ پہنچا۔ اس نے زید کو اپنے ساتھ گھر لیجانا چاہا۔ لیکن زید محمدؐ صاحب کے برتاؤ سے اتنا خوش تھا کہ اُس نے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

محمدؐ صاحب کی عمر جب قریب ۳۰ سال کی تھی۔ مکّہ میں ایک بڑی ڈراؤنی بھید بھری بات کا پتہ چلا۔ وہ یہ تھی۔ قسطنطنیہ نے سمراٹ نے بہت سا مال خرچ کر کے عثمان نامی ایک عیسائی کے ذریعہ مکّہ اور حجاز پر قبضہ کرنا چاہا۔ پتہ لگتے ہی محمدؐ صاحب نے مکّہ والوں کی اور خود عثمان کی آن دیش بھکتی اور اُن کی آزادی کے نام پر اپیل کی۔ اور محمدؐ صاحب ہی کی کوشش سے روم کے سمراٹ کی وہ چال الٹی پڑی۔

پانچ سال بعد ایک اور بات ہوئی۔ جو دیکھنے سے بہت معمولی تھی۔ لیکن جس کے نتیجے عرب کی آزادی کے لئے اوپر کی چال سے بھی کچھ کم برے نہ ہو سکتے تھے۔ اس دوسری بات سے ان باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے کہ محمدؐ صاحب کتنے امن چاہنے والے اور کتنے سوجھ بوجھ والے تھے۔ اور اپنے دیش بھائیوں میں ان کا مان کتنا بڑھا ہوا تھا۔

کعبہ کی کچھ دیواریں پانی سے پھٹ گئیں۔ مندر کے مرمت کی ضرورت

ہوئی۔ مرمت کے بیچ میں کعبہ کے پاس پتھر" سنگ اسود" کو پھر سے ٹھیک جگہ پر لگانے کا سوال اٹھا۔ یہ پتھر ایک فٹ چھ انچ لمبا آٹھ انچ چوڑا اور بہت پرانے زمانہ کا ایک انڈے کی شکل کا ٹکڑا ہے جو محمدؐ صاحب کے ہزاروں سال پہلے سے آج تک کعبہ کی خاص چیز ہے۔ اور دکھن پورب کے کونے میں زمین سے پانچ چھ فٹ کی اونچائی پر لگا ہوا ہے آج تک سب مسلمان یاتری اسے چومتے ہیں۔ قریش قبیلہ کی چار بڑی بڑی شاخوں میں جھگڑا ہونے لگا کہ" سنگ اسود" کو اٹھا کر ٹھیک جگہ پر لگا دینے کی بڑائی کسے دیجائے۔ جھگڑا بڑھ گیا۔ آخر سب نے مل کر اس جھگڑے کے فیصلے کیلئے اپنے الامین محمدؐ کو پنچ بنایا۔ محمدؐ صاحب نے موقع پر جاکر اپنی چادر بچھادی۔ اس چادر کے اوپر اپنے ہاتھ سے "سنگ اسود" کو رکھ دیا۔ پھر چاروں خاندانوں کے چار مکھیوں سے کہا کہ وہ سب مل کر چاروں طرف سے اس چادر کو اوپر اٹھاویں۔ اسی طرح ان سب نے مل کر سنگ اسود کو ٹھیک جگہ پر پہنچا دیا۔ چادر کو اس جگہ کے ساتھ ملا دیا گیا اور محمدؐ صاحب نے ہلکے سے سہارا دے کر سنگ اسود کو اس کی جگہ پر سرکا دیا۔ اسی طرح ایک ایسا جھگڑا جس سے نہ صرف

قریشیوں میں بڑی آپسی لڑائی چھڑ سکتی تھی بلکہ جس میں عرب کے سب قبیلے کھنچ آسکتے تھے۔ اور جو ایک بڑی قومی بلا ثابت ہو سکتا تھا۔ آسانی سے طے ہوگیا۔

ایکانت میں رہنا

عرب اور آس پاس کے دیشوں کے لوگوں کی حالت ان کی آپس کی پھوٹ۔ اُن کے عجیب عجیب دھرم اور رواج اور بدیشی حکومتوں کے اُن پر ظلم ان سب باتوں پر محمدؐ صاحب شروع سے ہی دُکھی اور سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ اکیلے میں رہنے کی بھی اُنھیں شروع سے عادت تھی۔ اب آکر ان کے جیون میں ایک نئی بات دکھائی دینے لگی۔ ان کے دل میں شروع سے ایک ایشور میں پکا بشواش تھا۔ یہودی اور عیسائی وِدوانوں اور خاصکر شام کے عیسائی سادھوؤں سے انھوں نے یہ بھی سُن رکھا تھا کہ لمبے اُپواسوں (روزوں)، پرارتھناؤں (دُعاؤں) اور چپ چاپ دُکھ سہنے سے ایشور اپنے بھگتوں پر دیا کرتے ہیں اور اُنھیں سچائی کا راستہ دکھلاتے ہیں۔ محمدؐ صاحب کے دل میں

ان سب دھرموں کیلئے عزت تھی۔ لیکن ان دھرموں کی ان دنوں کی حالت کو دیکھتے ہوئے ان کی تسلی ان میں سے کسی سے نہ ہو سکتی تھی۔

سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

"محمدؐ صاحب میں شروع سے ہی سوچ بچار کی عادت اور ایک طرح کی گہرائی دکھلائی دیتی تھی۔ حال میں وہ اور بھی بڑھ گئی تھی اور وہ اب اپنا بہت سا وقت اکیلے میں بتانے لگ گئے تھے۔ ان کا من دھیان اور سوچ میں لگا رہتا تھا۔ اپنی قوم کی گراوٹ کا اُن کے دل پر بڑا بوجھ تھا۔ سچا دھرم کیا ہے۔ اس طرح کی اتھل پتھل اُن کی آتما کو دق کرتی رہتی تھی۔ وہ اکثر مکے کے پاس سنسان گھاٹیوں اور پہاڑیوں پر ایکانت میں رہنے سوچنے اور شانتی حاصل کرنے کیلئے چلے جاتے تھے۔ اُن کی سب سے پیاری جگہ حرا پہاڑی کے اوپر ایک گُفہ تھی"*

حرا کا اونچا اور سنسان پہاڑ مکے سے اُتر میں ہے۔ کئی سال تک رمضان کا پورا مہینہ محمدؐ صاحب کا اسی پہاڑ کے ایک گفہ میں بیتتا رہا اور دھیرے دھیرے ایشور کی کھوج میں بے چین محمدؐ کیلئے بارہوں مہینے رمضان ہی کے ہو گئے۔ اس گفہ کے اندر محمدؐ صاحب نے اُپواس (روزے) رکھے رت جگے کئے۔ دُعائیں مانگیں اور بار بار اسی گفہ میں وہ اپنے پروردگار کے سامنے جی بھر کر روئے۔

*"Life of Mohammad, by W Muir, P. 35.

ایک وِدوان کا کہنا ہے کہ "جس طرح ہیرے دھرتی کے پیٹ میں اندھیر ہی میں پائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح سچائی گہرے سوچ سے آتما کی گہرائیوں میں ہی مل سکتی ہے۔"

اس طرح برسوں کے سوچ اور کھوج سے محمدؐ صاحب کے دل پر یہ سچائی جمتی جا رہی تھی کہ ایشور ایک ہے۔ وہی ہم سب کا مالک ہے۔ سب آدمی بھائی بھائی ہیں ایک خدا کے سوا اور کسی دیوی دیوتا میں من لگانا گناہ ہے سب کو بُرے کاموں سے بچنا اور نیک کاموں کی طرف لگنا چاہیئے سب کو اپنے بھلے اور بُرے کاموں کا پھل بھگتنا ہوگا۔ یہی اُنھیں سب مذہبوں کا اصلی نچوڑ دکھائی دیا اور اس اصلی دھرم سے بھٹک جانے میں انھیں عرب اور باقی دنیا کی ساری مصیبتوں کی جڑ دکھائی دینے لگی۔

"محمدؐ صاحب کو بہت دنوں پہلے سے سوجھنے لگا تھا کہ عرب کے سیکڑوں قبیلوں اور دھرموں کے لوگوں کا اپنے اپنے دھرموں اور قبیلوں کے الگ الگ دیوی دیوتاؤں کو پوجنا ہی اُن میں پھوٹ اور جھگڑوں کے بڑھنے کا خاص سبب تھا۔ اس لیئے جس طرح محمدؐ صاحب سے بہت پہلے یہودی مہاپرشوں نے کوشش کی تھی اسی طرح محمدؐ صاحب نے سب سے بڑے اور سب کے مالک ایک پرماتما کی پوجا کے ذریعہ اُن سب کو پوری طرح ملا کر ایک قوم بنا دینے کا ارادہ کر لیا پرماتما کے ایک ہونیکے ذریعے اور اسی یکتا کے سہارے محمدؐ صاحب نے اپنے لوگوں میں یکتائی قائم کرنیکا فیصلہ کیا۔

کرنے اور انھیں ایک قوم بنانے کا فیصلہ کیا"*

* "Islam, Her Moral and Spiritual Value," by Major Arthur Glyn Leonard, PP. 25-26

ایشور کی آواز

لیکن اس طرح کی گہری اور ایک ایشور ہی پر بھروسہ کرنے والی آتما کی تب تک تسلّی نہیں ہو سکتی تھی جب تک کہ یہ آواز اُس کے اندر سے اُٹھتی ہوئی معلوم نہ ہو۔ جب تک کہ اُس کا وہ رب جس کے سامنے اُس نے رو رو کر راتیں گذاریں تھیں خود اُس کی تسلّی نہ کرے۔ آدمی کے عقل پر ہی بھروسا نہیں کیا جا سکتا آدمی اتنا بے بس اور کمزور ہے کہ وہ بنا پرتما کی مدد کے کر ہی کیا سکتا ہے! پھر سچّے کھوجیوں کو اس سے پہلے بھی تو الہام اور آکاس بانی ہو چکی تھی! یہی محمّدؐ صاحب کے دل کی بے چینی کا سبب تھا۔ یہی اِنکے ایکانت میں رہنے لمبے روزوں اور پرارتھناؤں کا مطلب تھا۔

آخیر جب محمّدؐ صاحب کی عمر چالیس ۴۰ سال کی ہوئی ، ایک رات رمضان ہی کے مہینے میں حرا کی گُفہ میں بیٹھے ہوئے اُنھیں یہ آواز آتی ہوئی معلوم

ہوئی "جا اُٹھ! اور اپنے رب کا سندیسہ دُنیا تک پہونچا" محمدؐ صاحب کی تسلّی نہ ہوئی۔ پھر ایک رات کو جب وہ اکیلے سوچ بچار میں ڈوبے پڑے تھے کسی نے زوروں کے ساتھ کہا "اعلان کر" محمدؐ صاحب چونکے پھر آواز آئی "اعلان کر" تیسری بار آواز آئی "اعلان کر"! محمدؐ نے گھبرا کر پوچھا "کیا اعلان کروں"؟ جواب ملا۔

"اعلان کر اپنے اُسی رب کے نام پر جس نے جگت کو بنایا"

"جس نے پریم سے [1] پریم کا پتلا آدمی بنا رکھا، اعلان کر! تیرا رب بڑا ہی دیاوان ہے، اُس نے آدمی کو قلم کے ذریعے گیان دیا اور آدمی کو وہ سب باتیں سکھائی جنھیں وہ نہیں جانتا تھا"*

یہ قرآن کی وہ پانچ آیتیں ہیں جن کا محمدؐ صاحب کو سب سے پہلے الہام ہوا۔ یہی اُن کے پیغمبر (ایشور کا پیغام یعنے سندیش لانے والا) ہونے کی پہل تھی۔

الہام، وحی، ریولیشن، آکاس بانی یا ایشور کا سندیسہ کیا چیزیں ہیں؟ سچائی کا کوئی ایسا بھنڈار ہے یا نہیں جس کا سایہ آدمی کے دل کے منجھتے منجھتے اُس دل کی خاص صفائی کی حالت میں کبھی اس دل

---

[1] العلق شبد کے معنی عربی میں پریم اور خون کی پھٹکی دونوں ہوتے ہیں یہاں دونوں معنی لگ سکتے ہیں۔

* (قرآن ۹۶ - آیت ۱ - ۵)

پر خاص روپ سے پڑ سکتا ہے ؟ آتما کی کوئی ایسی حالت ہو سکتی ہے یا نہیں جس میں تھوڑی دیر کے لیے غیب سے یعنی کسی ایسی جگہ سے جس کے بارے میں کچھ کہا ہی نہیں جا سکتا اُس کے بھیتر گیان کا دروازہ کھُل جاتا ہے ؟ یہ سب ایسے سوال ہیں جن کی زیادہ گہرائی میں جانا اس وقت ہمارے مطلب سے دور ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ محمدؐ صاحب کا الہام کا دعویٰ دنیا کے دھرموں کے اتہاس میں کوئی انوکھی چیز نہ تھی۔ دنیا کے زیادہ تر دھرموں کے قائم کرنے والوں اور ہزاروں رشیوں اور مہاتماؤں پیروں۔ پیغمبروں اور ولیوں نے کسی نہ کسی روپ میں اس کا دعویٰ کیا ہے اور وید۔ توریت۔ انجیل سب کے کروڑوں ماننے والے اپنی اپنی کتابوں کا الہامی یعنی ایشور کی کہی ہوئی مانتے ہیں اس میں بھی شک نہیں کہ کھوجی اور بے چینی محمدؐ کو ٹھیک اُسی طرح اور اُسی طرح کی حالتوں میں اپنے بھیتر یا اپنے پرماتما سے روشنی ملی جس طرح دنیا کے کسی بھی بڑے سے بڑے پیغمبر، رشی یا دھرم چلانے والے کو کبھی ملی ہے۔ اسی روشنی میں محمدؐ صاحب کو اپنے دیش اپنی قوم اور ساری انسانی قوم کے بھلے کا راستہ نظر آیا اور اسی نے انھیں اپنے مشن کو پھیلانے اور اُس کے لیے ہر طرح کی تکلیفیں اُٹھانے کو تیار کر دیا۔

" سچ مچ اگر کبھی کوئی آدمی موت کی طرح اٹل ہنا رہ کر اپنی لگن کا سچا تھا تو عرب بھومی کا یہ وفادار بیٹا تھا اگر کبھی کسی آدمی نے ساری

دنیا کے پیدا کرنے والے کے سامنے اپنا دل اور اپنی آتما کھول کر رکھ دے تو اسی بیوپاری محمدؐ نے رکھ دی تھی۔ سچ سچ اگر دکھوں میں ڈوبی ہوئی انھیں چپ چاپ نہیں ہوئی اور کبھی بھی ہمارے بنانے والے رب کا درشن ہوا تو ہاجرہ نامی داسی کی اس مشہور اولاد کو ہوا ہے۔"*

ایک انوکھے اثر اور جوش میں محمدؐ صاحب نے اوپر کی پانچوں آیتوں کو صاف صاف کہہ ڈالا۔ اس پر بھی انھیں اپنے ہوش و حواس پر بھروسہ نہ ہوا وہ طبیعت سے بہت لجیلے تھے اور لکھا ہے کہ عورتوں سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔ خدیجہ سے انھیں گہرا پریم تھا اور خدیجہ کو ان سے۔ خدیجہ کی سمجھ بوجھ اور سچائی پر بھی انھیں بھروسہ تھا۔ خدیجہ کی عمر اب قریب پچپن سال کی تھی کہ محمد صاحب گھبرائے ہوئے خدیجہ کے پاس پہونچے اور سب حال سنا کر کہنے لگے۔ "خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا؟ میں کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا" خدیجہ نے جواب دیا "اے قاسم[1] کے باپ! ڈرو مت، بڑی خوشی کی خبر لائے ہو۔ میں آج سے تمھیں اپنی قوم کا پیغمبر سمجھوں گی۔ خوش ہو اللہ کبھی تمھیں شرمندہ نہ ہونے دے گا۔ کیا تم سدا اپنے رشتہ داروں کے

---

* "Isl..m Her Moral and Spiritual Value", by Major A. G. Leonard, PP 69-70.

[1] محمد صاحب کا ایک بیٹا جو بچپن ہی میں مر گیا تھا

ساتھ پریم کا سلوک کرنے والے پڑوسیوں کے اوپر مہربان۔ غریبوں کو دان دینے والے۔ مہمان کی خاطر کرنے والے۔ اپنے بچن کا پاس کرنے والے۔ اور ہمیشہ سچائی کے طرفدار نہیں رہے"!

خدیجہ کا ایک رشتہ دار ورقہ یہودی اور عیسائی دھرم کی کتابوں کا ودوان مشہور تھا۔ وہ بہت بوڑھا اور اندھا تھا۔ اور آس پاس بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ خدیجہ جلدی سے ورقہ کے پاس گئی۔ اس نے ورقہ کو سب حال کہہ سنایا۔ ورقہ نے دھیان سے سنکر جواب دیا کہ "دھرم کی کتابوں میں ایسے ہی موقع پر ایک اس طرح کے پیغمبر بھیجے جانے کا ذکر ہے سچ مچ وہی فرشتہ جو حضرت موسیٰ کے پاس آیا تھا وہ حضرت محمدؐ کے پاس بھی آیا۔ محمدؐ سے کہدو کہ گھبرائے نہیں ہمت کے ساتھ اپنا مشن پورا کرے"۔

ودوان ورقہ کے تسلی دینے سے محمدؐ صاحب پر بہت بڑا اثر پڑا لیکن وہ پھر بھی میلے کچیلے کپڑے پہنے سوچ بچار میں ڈوبے ہوئے ایک چادر لپیٹے پڑے رہتے تھے۔ چھ مہینے زبردست بے چینی کے بعد پھر ایک دن آواز آئی۔

"اے چادر میں لپٹے ہوئے!
"اٹھ اور لوگوں کو آگاہ کر!
"اور اپنے رب کی بڑائی کر!

"اور اپنے کپڑوں کو صاف کر!
"اور میلے پن سے بچ!
"اور دوسروں کی سیوا کرنے کا کسی پر احسان مت جتا!
"اور اپنے رب کے لئے صبر سے کام لے!" ٭

٭ قرآن، ۷۴: ۴ ۔ ۷،

مشن شروع

اس گھڑی سے ہی محمدؐ صاحب کو اپنے مشن کا پورا یقین ہو گیا۔ ان کی باقی عمر اپنے جیون کی اسی زبردست غرض کو پورا کرنے کی کوششوں میں خرچ ہوئی۔

انھوں نے اب دنیا کے اور سب کاموں سے الگ ہو کر مکے میں لوگوں کو اپنے ایشور کا سندیشہ سنانا شروع کیا۔ تھوڑے میں دوسرے سب دیوی دیوتاؤں اور مورتیوں کی پوجا کو چھوڑ کر ایک ایشور کی پوجا کرنا، اونچ نیچ اور قبیلوں کے فرق کو توڑ کر سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا، جوا، شراب، چوری، بدچلنی، اور لڑکیوں کی ہتیا جیسے برے کاموں سے بچنا۔ اور نیک کاموں میں لگنا۔ یہی محمدؐ صاحب کے سارے اپدیشوں کا نچوڑ تھا۔

مصیبتوں کے تیرہ سال

تین سال کی لگاتار محنت کے بعد مشکل سے چالیس آدمیوں نے محمد صاحب کے دھرم کو مانا۔ ان میں پہلے پانچ خدیجہ، ابو طالب کا چھوٹی عمر کا بیٹا علی، زید، ابو بکر اور عثمان تھے۔ ابو بکر ایک مالدار سوداگر تھے باقی زیادہ غریب اور چھوٹے لوگ زیادہ تھے۔ اور بہت سے اُن غلاموں میں سے تھے جو اُن دنوں عرب میں جانوروں کی طرح بیچے جاتے تھے۔

محمد صاحب نے صفا نام کی پہاڑی پر قریش کی ایک سبھا کی۔ اور اُنسے اور سب دیوی دیوتاؤں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی پوجا کرنے کو کہا۔ لوگوں کو بُرا لگا۔ محمد صاحب کی ہنسی اُڑاتے ہوئے وے سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

کچھ دن بعد اُنھوں نے پھر صرف اپنے خاندان کے یعنی عبد المطلب کی نسل کے لوگوں کو اپنے مکان پر جمع کیا خوب سمجھایا۔ لیکن سوا علی کے

کسی نے اُن کی بات نہ سُنی۔

مکّہ والوں کی اُمید چھوڑ کر اُنھوں نے اب باہر سے آنے والے یاتریوں کی طرف زیادہ دھیان دینا شروع کیا۔

قریش اب اُن کے خلاف ہو گئے۔ قریش کی زیادہ آمدنی اور بہتوں کی روزی کعبہ کے تین سو ساٹھ دیوی دیوتاؤں کی پوجا سے چلتی تھی۔ یہی اُن کی کمائی تھی۔ اسی میں مکّہ کا بڑپن تھا۔ اور اسی پر محمدؐ صاحب کا سب سے بڑا حملہ تھا۔ ہزاروں سال سے جمے ہوئے عقیدے (بشواش) آسانی سے نہیں ٹوٹتے۔ قریش نے ہر جگہ محمدؐ صاحب کی بات کاٹنا شروع کیا۔

جہاں کہیں محمدؐ صاحب جاتے اُن کا مذاق اُڑایا جاتا اُن پر پھبتیاں کسی جاتیں، اُنھیں گالیاں دی جاتیں۔ جب وہ اُپدیش دینے کھڑے ہوتے اُن پر پاخانہ اور مُردہ جانوروں کی انتڑیاں پھینکی جانے لگیں۔ لوگوں سے کہا جاتا کہ عبداللہ کا بیٹا پاگل ہو گیا ہے، اُس کی مت سنو، اور شور مچا کر کوشش کی جاتی کہ کوئی اُن کی بات نہ سُن نے پائے۔ کسی بار انھیں پتھر مار مار کر گھائل کر دیا گیا۔ ایک بار کعبہ کے اندر محمدؐ صاحب پر حملہ کیا گیا۔ اور اگر ابوبکر نے نہ بچایا ہوتا تو اُنھیں وہیں ختم کر دیا جاتا۔ جب ان سب باتوں سے کام نہ چلا اور محمدؐ صاحب نہ رُکے تو پھر اُن لوگوں کو جو محمدؐ صاحب کی باتیں مان کر اُن پر عمل کرنے لگتے تھے۔ تکلیفیں دی جانے لگیں۔

بلال نامی ایک حبشی غلام کو جس نے محمدؐ صاحب کے کہنے پر مکہ کے بتوں کی پوجا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تیز دھوپ میں جلتے ہوئے ریت پر لٹا کر ایک بھاری پتھر اُس کے اوپر رکھ دیا گیا اور کہا گیا کہ محمدؐ کا ساتھ چھوڑ کر پھر سے عرب کے پرانے دیوتاؤں کی پوجا شروع کر دے۔ بلال نے نہ مانا۔ اس پر کئی دن تک اُسے اسی طرح ستایا گیا۔ آخر میں جب ابوبکر کو پتہ چلا۔ تو انھوں نے قیمت دیکر بلال کو اس کے مالکوں سے خرید لیا اور پھر آزاد کر دیا۔

یاسر اور اس کی بیوی سمیہ کو اسی گناہ میں برچھیاں بھونک بھونک کر مار ڈالا گیا۔ ان کے بیٹے عمارؓ کو بھی اسی طرح کے دُکھ دیئے گئے۔ عمار نے ایک بار گھبرا کر معافی مانگ لی۔ اور پھر محمدؐ صاحب کے پاس جاکر اپنی کمزوری کے لئے پچھتانا اور رونا شروع کیا۔ محمدؐ صاحب نے معاف کر دیا اور پھر اپنوں میں ملا لیا۔

اُس شروع زمانے کے اسلام میں شہیدوں کی کمی نہ تھی۔ عدی کے بیٹے خبیب کو بڑی بے رحمی کے ساتھ ستایا گیا۔ شکنجے میں کس کر اس سے کہا گیا کہ "اسلام چھوڑ دو اور ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔" اس نے جواب دیا "ساری دنیا چھوڑ دوں گا پر اسلام نہیں چھوڑوں گا۔" اس کے ہاتھ پاؤں ایک ایک کر کاٹے گئے۔ پھر پوچھا گیا کہ "کیا تم اب بھی نہیں چاہتے کہ تمہاری جگہ محمدؐ ہوتا؟" جواب ملا "اس سے پہلے کہ محمدؐ کے

ایک کانٹا بھی چبھے بیں خود اپنے سب بال بچوں، کنبے والوں اور مال اسباب سمیت مٹ جانا پسند کروں گا۔" خبیب کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے ماس کی ایک ایک بوٹی ہڈیوں سے الگ کر دی گئی خبیب شہید ہو گئے لیکن ایک پرمیشور اور اُس کا سندیسہ لانے والے پر یقین خبیب کے دل یا زبان سے نہ اُٹھ سکا۔ اِن دنوں ابوبکر نے بہت سے غلاموں کو جنھوں نے اسلام دھرم مان لیا تھا اور جنھیں اسی قصور میں انکے مالک طرح طرح کی تکلیفیں پہونچاتے تھے اپنے پاس سے پیسہ دیکر آزاد کرا دیا۔

۶۱۵ء میں محمدؐ صاحب کو اپنے دھرم کا اُپدیش کرتے پانچ سال ہو گئے۔ سو سوا سو آدمی جن میں زیادہ غریب تھے اُن کے مت میں آچکے تھے قریش کی دشمنی دن بدن بڑھتی جاتی تھی محمدؐ صاحب اور اُن کے ساتھیوں کی جان ہر گھڑی خطرے میں تھی۔

عرب اور خاصکر مکہ میں قریش کا زور تھا۔ لال سمندر کے اُس پار تھوڑی سی دور افریقہ میں ابیسی نیا کا عیسائی بادشاہ نجاشی بڑا دل والا مانا جاتا تھا۔ ۶۱۵ء میں پہلے پندرہ مسلمان اپنی جان بچانے کے لئے ابیسی نیا چلے گئے۔ دھیرے دھیرے وہاں ان کی تعداد ایک سو ایک تک پہونچی جن میں اٹھارہ عورتیں تھیں قریش نے اپنے دو آدمی عمر اور عبداللہ ابیسی نیا کے سمراٹ کے پاس بہمنی قیمتی نذرانے

دیکر بھیجے اور اُس سے یہ چاہا کہ وہ مسلمانوں کو پناہ نہ دے بلکہ واپس بھیج دے۔ سمراٹ نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلایا اور اُنکے لیۓ دھرم اور اُس کے قائم کرنے والے کے بارے میں سوال کئے۔ اس پر علی کے بڑے بھائی جعفر نے ایتھی یوپیا کے سمراٹ کے سامنے جو بیان دیا وہ عربوں کی اُن دنوں کی حالت اور محمدؐ صاحب کے اُپدیشوں کی بڑی اچھی تصویر ہے۔ جعفر نے سمراٹ سے کہا:-

"اے راجن! ہم لوگ جنگلی پن اور ناسمجھی میں ڈوبے ہوئے تھے ہم بتوں کی پوجا کرتے تھے ناپاک زندگی بتاتے تھے۔ مردہ کھاتے تھے اور گندی باتیں منہ سے بولتے تھے۔ آدمی میں جتنی اچھی باتیں ہونی چاہئیں ان سب سے ہم نے منہ موڑ رکھا تھا ہم پڑوسیوں اور پردیسیوں کی طرف اپنے دھرم سے بے پرواہ تھے ہم ایک ہی قانون جانتے تھے۔ اور وہ تھا جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ ایسی حالت میں ایشور نے ہم میں ہی ایک ایسا آدمی کھڑا کر دیا جس کے خاندان جس کی سچائی، جس کی ایمانداری، اور جس کے پاک جیون کو ہم پہلے ہی پہلے جانتے تھے اُس نے ہمیں بتلایا کہ ایشور ایک ہے۔ اور اپدیش دیا کہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ جوڑو۔ اُس نے ہمیں دوسرے دیوتاؤں یا بتوں کی پوجا کرنے سے منع کیا اور سچ بولنا امانت میں خیانت نہ کرنا، دوسروں پر دیا کرنا اور پڑوسیوں کے حقوق کا خیال رکھنا ہمارا دھرم ٹھہرایا۔ اس نے ہم سے کہا کہ کسی کی بھی ماں

بہن کے بارے میں بری بات نہ کہو اور نہ کسی اناتھ یتیم کا مال ہضم کرو۔ اُس نے ہمیں حکم دیا کہ پاپوں سے بھاگو اور برائی سے پیچھے رہو۔ نمازیں پڑھو، زکوٰۃ (دان) دو۔ اور روزہ رکھو ہم نے اُس کی بات مان لی ہے اور صرف نراکار ایشور کی پوجا کرنے اور اس ایشور کے ساتھ اور کسی کو نہ جوڑنے کے بارے میں اس کے کہنے پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے اسی لئے ہماری قوم والے ہمارے خلاف کھڑے ہو گئے ہیں۔ اُنھوں نے ہمیں دُکھ پہنچائے کہ ہم ایک نراکار کی پوجا کو چھوڑ کر پھر سے لکڑی، پتھر اور دوسری چیزوں کے بتوں کو پوجنے لگیں۔ انھوں نے ہمیں اتنی تکلیفیں دیں اور اتنا نقصان پہنچایا کہ جب ہم نے دیکھا کہ ہم ان کے ساتھ سلامتی سے نہیں رہ سکتے تو ہم نے آپ کے دیش میں پناہ لی۔ ہمیں بھروسہ ہے کہ آپ ظلم سے ہمیں بچاویں گے۔"*

آئے ہوئے قریش کے آدمیوں نے نجاشی سے شکایت کی کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے جعفر سے پوچھا۔ اُس نے قرآن کی وہ آیتیں پڑھ کر سنا دیں جن میں حضرت عیسیٰ کو پیغمبر مانا گیا ہے۔ دوسرے کٹر عیسائیوں کی طرح نجاشی خود بھی کسی کو خدا کا بیٹا نہ مانتا تھا۔ نجاشی پر عیسائی ریفارمروں ایریس اور نسطوریس

---

*The Spirit of Islam, by Syed Amir Ali, PP. 100-01.

کے آزاد بچار کا اثر تھا۔ ان سب باتوں کا سمراٹ پر اتنا اچھا اثر پڑا کہ اُس نے مسلمانوں کو قریش کے حوالے کرنے کی جگہ ٹھہرالیا اور قریش کے آدمیوں کو اُن کے قیمتی نذرانہ سمیت واپس کر دیا۔

محمدؐ صاحب نے اس عیسائی بادشاہ کے احسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔ بہت دنوں بعد جب اس کے مرنے کی خبر اُن تک پہونچی تو اُنھوں نے اُسکی آتما کی بھلائی کے لئے ٹھیک اُسی طرح نماز پڑھی اور دعا مانگی جس طرح وہ مسلمانوں کے لئے مانگا کرتے تھے۔ لیکن قریش کی دشمنی اس سے اور بھی بھڑکی۔

جب اور کوئی چال نہ چلی تو قریش نے سوجھ بوجھ کر کام نکالنا چاہا قریش کے کچھ مکھیا محمدؐ صاحب کے پاس آئے۔ محمدؐ پر دیش میں فساد کھڑا کر دینے، گھروں میں پھوٹ ڈال دینے، باپ دادا کے دھرم کو بُرا کہنے، اور اپنے دیوتاؤں کی برائی کرنے، کا الزام لگایا۔ محمدؐ صاحب خود قریشی تھے۔ لیکن وہ ان سب قبیلوں کے فرق کو بھی مٹانا چاہتے تھے۔ اسلام کے جھنڈے کے نیچے آتے ہی قریش اور غیر قریش عرب اور حبشی۔ غلام اور مالک سب برابر ہو جاتے تھے۔ اور سب کے ساتھ ایک سا سلوک ہونے لگتا تھا۔ گھمنڈی قریش اسے کیسے سہہ سکتے تھے انھوں نے محمدؐ صاحب سے کہا کہ "ہم سب اپنے اوپر ٹیکس لگا کر تمھیں قبیلے کا سب سے مالدار آدمی بنا دیں گے۔" "ہم تمھیں اپنا سردار مان لیں گے اور تم سے بنا پوچھے

کبھی کوئی کام نہ کریں گے۔ تم صرف اپنے اس نئے دھرم کا اُپدیش دینا بند کردو۔" محمدؐ صاحب پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ انھوں نے جواب دیا۔

"میں بھی تمھاری طرح صرف ایک آدمی ہوں۔ پر مجھے ایشور سے یہ الہام ہوا ہے کہ ہمارا تمھارا ایشور ایک ہی ہے اسی لیے اُسی کی طرف منہ کرو اور اُسی سے معافی چاہو۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو ایشور کے ساتھ دوسروں کو جوڑتے ہیں، جو غریبوں دکھیوں کو دان نہیں دیتے۔ جو موت کے بعد کی زندگی میں اور اس بات میں یقین نہیں کرتے کہ سب کو اپنے کیے ہوئے کا پھل بھگتنا پڑتا ہے۔ لیکن جنھیں یقین ہے اور جو نیک کام کرتے ہیں ان کے لیے سکھ ہی سکھ ہے*

دوسری بار یہ لوگ محمدؐ صاحب سے پھر ملے اور اُسی طرح کی لالچ دیا۔ محمدؐ صاحب کا جواب ویسا ہی صاف تھا۔

مجھے نہ پیسہ چاہیے اور نہ راج۔ میں تمھیں صرف اپنے ایشور کا سندیسہ سنانا چاہتا ہوں۔ جو تم میری بات مان لو تو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں دونوں میں تمھارا بھلا ہوگا۔ اگر نہ مانو تو میں صبر کر لوں گا۔ اور اللہ سب کا فیصلہ کرے گا۔"*

---

* قرآن ۴۱-۶ سے ۸

* قرآن ۳۸-۹۶

لوگوں نے محمدؐ صاحب سے کہا کہ تم پیغمبر ہو تو کچھ کرامات دکھاؤ۔ محمدؐ صاحب نے جواب دیا "اللہ کی تعریف کرو میں کوئی چیز نہیں ہوں۔ سوائے ایک آدمی کے خدا کا بھیجا ہوا"۔ *

"مجھ سے پہلے بھی اللہ نے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ ہماری تمہاری ہی طرح کھانا کھاتے تھے اور گلیوں میں چلتے پھرتے تھے"۔ **

محمدؐ صاحب نے اپنے زندگی بھر نہ کبھی کوئی کرامات۔ معجزہ یا چمتکار دکھایا۔ اور نہ دکھا سکنے کا دعوی کیا۔ قرآن میں کم سے کم ستر۷۰ بار ذکر آتا ہے کہ لوگوں نے محمدؐ صاحب سے کوئی کرامات دکھانے کے لئے کہا اور انھوں نے ہر بار یہ کہکر کہ میں کوئی کرامات نہیں دکھا سکتا انکار کر دیا۔ وہ ہمیشہ اپنے کو صرف ایک معمولی آدمی بتاتے تھے۔ انھیں دعوی صرف اتنا تھا کہ "ایشور نے میرے گھٹ (دل) کے اندر سچائی کا اجالا کیا ہے۔ اور میں جو تم سے کہہ رہا ہوں وہ اسی کا سندیسہ ہے"۔ اپنے اپدیشوں میں وہ دلیلوں سے بھی کام لیتے تھے۔

"نہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں نہ میں

---

* قرآن ۱۷-۹۳

** قرآن ۲۵-۲۰

فرشتہ ہوں۔ میں صرف اُسی پر چلتا ہوں جو اللہ نے میرے گھٹ (دل) میں بیٹھا دیا ہے۔" *

"میرا اپنا نفع یا نقصان تک میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ جو میں علم غیب جانتا ہوتا تو مجھے سچ مچ خوب فائدہ ہوتا اور مجھے کسی طرح کا نقصان نہ پہونچتا میں تو صرف ان لوگوں کے لئے جو میری بات مان لیں۔ برائی سے ڈرانے والا اور بھلائی اور بھلائی کی خوشخبری دینے والا ہوں۔" *

قریش کے سرداروں نے اب اور کوئی چارہ نہ دیکھ محمدؐ صاحب کے تایا۔ ابوطالب سے کہا کہ اگر آپ اپنے بھتیجے کو اس کام سے نہ روک لیں گے تو اُس کی اور اُس کا ساتھ دینے والوں کی جانیں سلامت نہ رہیں گی۔

بوڑھے ابوطالب نے بھتیجے کو بلاکر سمجھایا۔ کہ اتنے لوگوں کو اپنا اور اپنے کنبے والوں کا دشمن بنائے رکھنا اچھا نہیں ہے۔ محمدؐ صاحب نے سمجھ لیا کہ اب تایا میاں بھی اپنا ہاتھ میرے سر سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔

"اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر بھی رکھ دیں تب بھی جبتک اللہ کا

---

* قرآن ۶: ۵۰

* قرآن ۷: ۱۸۸

حکم ہے میں اپنے ارادہ سے نہ ہٹونگا۔"

یہ کہکر محمدؐ صاحب رونے لگے اور پھر اُٹھکر چلدیئے۔ ابوطالب مسلمان نہو ئے تھے پھر بھی بھتیجے کی ہمت اور اُس کے آنسو دونوں کا اُن پر گہرا اثر پڑا۔ اُنھوں نے بنی ہاشم کو اکٹھا کرکے سمجھایا کہ "ہمارے خیال محمدؐ سے ملیں یا نہ ملیں ہمیں اس کی جان بچانی ہی چاہیے۔ وہ ہمیشہ یتیموں اور بیکسوں کا مددگار اور اپنے قول و فعل کا سچا رہا ہے۔" سوائے ایک ابولہب کے اور سب نے مان لیا۔

انھیں دنوں میں حضرت عمرؓ کا اسلام دھرم کا مان لینا بھی ایک معرکے کی بات تھی۔ جو مسلمان ابیسی نیا چلے گئے تھے۔ اون کو چھوڑکر مشکل سے پچاس ۵۰ آدمی محمدؐ صاحب کے ساتھ مکہ میں اور تھے ان میں سے بھی بہت سے اپنے نئے دین کو چھپائے رکھتے تھے اور خود محمدؐ صاحب کبھی کسی کے گھر میں بیٹھکر چپکے چپکے اپنے دھرم کا اُپدیش کرتے تھے۔

عمر ان دنوں پینتیس ۳۵ سال کے رہے ہوں گے۔ وہ پُرانے کفر خیال کے تھے۔ انھیں پتہ چلا کہ محمدؐ صاحب اس مکان میں ہیں۔ وہ خنجر لے کر محمدؐ صاحب کو مارنے کے لئے نکلے راستے میں انھوں نے سُنا کہ ان کی ایک بہن اور بہنوئی دونوں نے اسلام دھرم مان لیا۔ وہ غصہ میں پہلے بہن کے مکان کی طرف بڑھے۔ مکان کے اندر سے قرآن کی کچھ آیتیں عمر کے کان میں پڑیں۔ بھیتر گھُستے ہی بہنوئی کو گرا کر انھوں نے اُسکی

چھاتی پر پیر رکھا اور اس کا کام تمام کرنے ہی کو تھے کہ بہن بیچ میں آ گئی ۔
ایک وار میں انھوں نے بہن کے چہرے کو بھی لہولہان کر دیا۔ بہن نے
بنا گھبرائے یا پیچھے ہٹے بڑی شانتی کے ساتھ جواب دیا۔

"اللہ کے دشمن! کیا تو مجھے اس لیے مارتا ہے کہ میں ایک سچے ایشور
کو مان لینے والی ہوں؟ تیرے رہتے اور تیرے ظلم سہہ کر بھی میں اس
سچے دھرم پر ڈٹی رہوں گی۔ ہاں میں کہتی ہوں سوائے ایک ایشور کے
کوئی دوسرا ایشور نہیں ہے۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے۔ عمر! لے
اب اپنا کام پورا کر۔"

عمر کے دل پر اثر ہوا اُن کا ہاتھ رُک گیا۔ وہ سوچ میں پڑ گئے۔ اُنکی
آنکھ قرآن کی کچھ آیتوں پر گئی۔ جو پاس ہی کسی چیز پر لکھی ہوئی پڑی
تھیں۔ قرآن کا یہ بیسویں سورہ تھی وہ اُسے یوں ہی پڑھنے لگے۔ پھر پھر
پڑھا۔ ارادہ بدلا۔ بہن اور بہنوئی دونوں سے معافی مانگی۔ باہر نکلتے ہی
وہ خنجر کی جگہ دل لے کر محمدؐ صاحب کے پاس پہونچے اور ترت اسلام
دھرم اپنا لیا۔

اُنھیں دنوں کے آس پاس محمدؐ صاحب کے ایک چچا حمزہ نے جو
پہلے اُن کے کٹر دشمن تھے اسلام اپنایا۔ لکھا ہے کہ "محمدؐ صاحب کو ان
دنوں جتنی تکلیفیں دی جاتی تھیں اور جگہ جگہ اُن کی جو بے عزتی کی
جاتی تھی۔ اور جس شانتی اور دھیرج کے ساتھ وہ اس سب کو

سہتے تھے اُسے دیکھکر۔ حمزہ کے دل پر اتنا اثر ہوا کہ وہ کٹر دشمن سے بدل کر پکا ساتھی ہو گیا٭۔ اسی طرح کی اور بہت سی مثالیں ان دنوں کی ملتی ہیں۔

محمدؐ صاحب کو نئے مت۔ کا اُپدیش کرتے ساتواں سال تھا۔ ابھی تک مکے کی گلیوں میں اُن کی جان خطرے میں رہتی تھی۔ یہ دیکھکر ابوطالب نے اور بنی ہاشم خاندان کے دوسرے لوگوں نے سوچا کہ محمدؐ صاحب اور اُن کے دھرم مان نے والوں کو لیکر وہ مکّہ سے پورب کی ایک ایسی تنگ گھاٹی میں جا بسیں جہاں کوئی آسانی سے ان پر حملہ نہ کر سکے۔ اس گھاٹی کو "ابوطالب کا شیب" کہتے تھے۔ محمدؐ صاحب اُن کے ساتھی اور کنبے والے سب وہاں جا کر رہنے لگے۔

قریش کے دو بڑے خاندانوں بنی ہاشم اور بنی امیّہ میں پہلے سے ہی لاگ ڈانٹ چلی آتی تھی۔ بنی ہاشم کو چھوڑ کر اور سب قریش محمدؐ صاحب کے خلاف تھے۔ انھیں میں بنی امیّہ بھی تھے۔ بنی امیّہ کی طرف سے ایک لکھاوٹ کعبہ میں ٹانگ دی گئی کہ جس میں اور سب قریش کو قسم دی گئی تھی کہ جب تک بنی ہاشم محمدؐ کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اُسے سزا کے لئے باقی قریش کے حوالے نہ کر دیں تب تک بنی ہاشم سے لین دین، کھانا پینا، بیاہ شادی، سب طرح کا چلن بند کر دیا جاوے۔

٭The Preaching of Islam by T. W. Arnold, P. 13.

تین سال تک بنی ہاشم محمدؐ صاحب کو لئے ہوئے اُسی چھوٹی سی گھاٹی میں بند رہتے رہے ان میں محمدؐ صاحب کے گھرانے کے ایسے لوگ بھی تھے۔ جنھوں نے ابھی تک اسلام دھرم نہیں اپنایا تھا۔ صرف اپنے گھرانے کی آن اور محمدؐ صاحب سے پریم کے سبب وہ سب اُن کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان تین سال کے کڑے بائیکاٹ سے محمدؐ صاحب اور اُن کے ساتھیوں کو کافی دُکھ اُٹھانے پڑے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی ان لوگوں کو کئی کئی دن تک کا فاقہ ہو جاتا تھا۔

عرب میں رواج چلا آتا تھا کہ کعبہ کے مندر کی یاترا کے مہینوں میں عربوں کے سب آپس کے جھگڑے تھوڑے دنوں کے لئے بند ہو جاتے تھے۔ اُنھیں دنوں ان لوگوں کو بھی اس گھاٹی سے باہر نکلنے اور کھانے پینے کا سامان جمع کرنے کا موقع ملتا تھا۔ ان دنوں میں ہی محمدؐ صاحب کو بھی اس گھاٹی سے نکل کر باہر کے یاتریوں میں کھلے اپنے مت کو پھیلانے کا موقع ملتا تھا۔ تین سال کے بعد کہا جاتا ہے کہ وہ لکھا دستاویز جب اتنی پھیکی پڑ گئی کہ پڑھی نہ جا سکتی تھی تب ابوطالب کے کہنے سننے سے جیوں تیوں پھر یہ بائیکاٹ ختم ہوا۔

محمدؐ صاحب اب پچاس برس کے ہو چکے تھے۔ اپنے دھرم کا اُپدیش کرتے اب اُنھیں دس برس بیت چکے تھے۔ پچھلے تین سال کے بائیکاٹ کے بعد اُمید کی جا سکتی تھی کہ وہ بیکھٹکے مکہ میں رہ سکیں اور آزادی سے

لوگوں کو اپنے دھرم کا اُپدیش دے سکیں۔ لیکن اس بائیکاٹ ختم ہونے کے کچھ دن بعد ہی ان کے سب سے بڑے مزلّی اور رہبر بی ابوطالب دنیا سے اُٹھ گئے۔ ابوطالب اس وقت ۸۰ سال سے اوپر ہو چکے تھے۔

"ابوطالب نے اپنے بھتیجے کے لئے اپنے اور اپنے سارے گھرانے کے اوپر جس طرح کی آفتوں کو بلایا اور وہ بھی جبکہ ابوطالب محمدؐ صاحب کے دھرم کو نہیں مانتا تھا۔ اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ابوطالب کتنی اونچی طبیعت کا، کتنے بڑے دل کا کتنا بہادر اور کتنا بے لوث آدمی تھا۔ ساتھ ہی اس بات سے محمدؐ صاحب کے دل کی سچائی کا بھی پکا پتہ چلتا ہے کیونکہ کسی خودغرض، دھوکے باز کے لئے ابوطالب کبھی اس طرح کی آفت میں نہ پڑتے اور ابوطالب کے پاس محمدؐ صاحب کو پرکھنے کے لئے کافی ذریعے تھے۔" *

جبکہ ابوطالب کو اسلام کے پیغمبر کے مشن میں یقین نہ تھا، پیغمبر کی اس طرح حفاظت نہ کرنے میں اس کی یہ بہادری اچھے میں ڈالنے والی ہے۔ اور محمدؐ صاحب کی ایمانداری کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ وہ ابوطالب جیسے زبردست اور سچے آدمی پر اتنا گہرا اثر ڈال سکے۔" *

---

* Life of Mohammet, by William Muir.

* Gillman.

ابوطالب کو مرے ابھی تین دن ہوئے تھے کہ محمدؐ صاحب کی دوسری بڑی مددگار اُن کی ۲۵ سال کی ساتھی خدیجہؓ بھی چل بسی۔ خدیجہ کے محمدؐ صاحب پر بڑے بڑے احسان تھے۔ "اپنی اس بیاہتا احسان کرنے والی کے ساتھ اُنھوں نے بڑے ہی پریم کے شانتی کے اور اچھے دن بتائے تھے۔ انھیں اس سے وہ سچی محبت تھی جو کسی دوسرے کے ساتھ نہ ہو سکتی تھی"* مرنے کے وقت خدیجہ کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ محمدؐ صاحب نے خدیجہ کے جیتے جی اپنے گھر میں یا اپنے دل میں کسی دوسری عورت کو جگہ نہیں دی۔ اپنے اوپر خدیجہ کے احسانوں کو یاد کرتے ہوئے ایکبار خدیجہ کے مرنے کے برسوں بعد محمدؐ صاحب نے کہا تھا۔

"اللہ جانتا ہے اس سے (خدیجہ) سے بہتر اور بڑھکر مہربان جیون کی ساتھی کبھی کوئی نہیں ہوئی۔ جب میں غریب تھا اس نے مجھے مالدار بنایا۔ جب لوگ مجھے جھوٹا کہتے تھے اس نے مجھ پر یقین کیا۔ جب دنیا میری مخالف تھی اور مجھے تکلیفیں پہونچا رہی تھی اس وقت اس نے سچائی کے ساتھ میرا ساتھ دیا۔"

خدیجہ سے محمدؐ صاحب کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئی تھیں۔ دونوں لڑکے چھوٹی عمر میں ہی خدیجہ کی زندگی میں مر گئے۔ لڑکیاں بڑی ہوئیں۔

---

* Heroes, Hero-worship and the Heroic in History, by Thomas Carlyle.

ابوطالب اور خدیجہ دونوں کی ایسے وقت میں موت محمدؐ صاحب کے اوپر بہت بڑی آفت تھی۔ ابوطالب کے مرتے ہی قریشہ اور خاصکر دو قریشی سرداروں ابوسفیان اور ابوجہل نے پھر مکّہ کے اندر محمدؐ صاحب کا رہنا مشکل کر دیا۔ ایک دن جب محمدؐ صاحب اُپدیش دینے کے لئے نگر میں نکلے تو اُن کے سر پر میلا ڈال دیا گیا۔ گھر پہونچ کر محمدؐ صاحب کی ایک بیٹی جس نے ان کا سر دھویا یہ دیکھکر رو پڑی۔ محمدؐ صاحب نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "میری بیٹی! رو مت! سچ مچ اللہ تیرے باپ کی مدد کرے گا۔"

مکّہ میں محمدؐ صاحب کا کام زیادہ نہیں بڑھ رہا تھا۔ انھوں نے مکّہ سے کوئی ساٹھ میل دور طائف نامی شہر میں جاکر اُپدیش دینے کا ارادہ کیا۔ اپنے وفادار ساتھی زید کو وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ طائف ان دنوں عرب بت پرستی کا ایک بہت بڑا گڑھ تھا۔ دیوی "لات" کا ایک بہت بڑا مندر تھا اور اس کی خوب پوجا ہوتی تھی۔

کئی دن کے سفر کے بعد محمدؐ صاحب اور زید طائف پہونچے۔ وہاں کے بڑے بڑے لوگوں سے مل کر محمدؐ صاحب نے اپنا دھرم سمجھایا۔ جس کا خاص چیز ایک نرا کار کو چھوڑ کر اور سب دیوی دیوتاؤں کی پوجا کو چھوڑ دینا اور نیک کام کرنا تھا۔ کسی پر کوئی اثر نہ پڑا۔ پھر اُنھوں نے [illegible] کھڑے ہو کر اُپدیش دینا شروع کیا۔ جہاں وہ بولنے کھڑے ہوتے [illegible]

لوگ انھیں بُرا بھلا کہنے لگتے۔ شور مچا کر ان کی آواز بند کر دی جاتی۔ کئی بار انھیں پتھر مار مار کر گھائل کر دیا گیا۔ کئی دن وہ وہاں اُپدیش دیتے رہے لیکن روز یہی حالت ہوتی۔ آخر ایک دن لوگوں نے زبردستی شہر سے باہر نکال دیا۔ کئی میل تک لوگ مذاق اُڑاتے اور گالیاں دیتے ان کے پیچھے گئے۔ "پتھروں کی مار سے ان کی دونوں ٹانگوں سے لہو بہہ رہا تھا" زید نے ان کو بچانے کی کوشش کی جس میں ایک پتھر زید کے سر پر بھی لگا۔ شہر سے قریب تین میل دور آکر لوگ واپس لوٹ گئے۔ محمدؐ صاحب اور زید تھک کر ایک پیڑ کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر بعد محمدؐ صاحب نے گھٹنے ٹیک کر جس طرح اللہ سے دُعا مانگی وہ یہ تھی :-

"اے میرے رب! اپنی کمزوری، اپنی بے بسی اور دوسروں کے سامنے اپنے چھوٹے پن کی میں تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں۔ تو ہی سب سے بڑھکر دیاوان ہے، بلیوں کا تو ہی بل ہے! تو ہی میرا مالک ہے۔ اب تو مجھے کس کے ہاتھوں میں سونپے گا؟ کیا ان پردیسیوں کے ہاتھوں میں جو مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہیں؟ یا ان دشمنوں کے ہاتھوں میں جن کا تو نے میرے گھر کے اندر میرے خلاف پلہ بھاری کر رکھا ہے؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کوئی سوچ نہیں ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں تیری مجھ پر بڑی دیا ہے۔ تیرے دیا بھرے چہرے کی جوت (نور) ہی میں پناہ چاہتا ہوں۔ اُسی سے اندھیرا دور ہو سکتا ہے اور اس دنیا اور دوسری دنیا دونوں میں

شانتی مل سکتی ہے۔ تیرا غصّہ مجھ پر نہ پڑے۔ جب تک تو خوش نہ ہو غصّہ کرنا تیرا کام ہے۔ تجھ سے باہر نہ کسی میں کوئی بل ہے اور نہ کوئی اور چارہ!"

محمدؐ صاحب کے پاس سوائے پرماتما کے یا اپنے بھتیجے کے سوا اس کے اب کوئی سہارا نہ تھا۔ طائف سے اس طرح نکالے جانے کے بعد اگر وہ مکّہ جاتے تو مکّہ میں اُن کی حالت اور بھی بری ہوتی۔ وہ کئی دن تک جنگل میں رہے اور زید کو مکّہ بھیج کر انھوں نے وہاں ایک جاننے والے کا گھر اپنے رہنے کے لئے ٹھیک کیا۔ کئی برس تک وہ اسی گھر میں رہے اور صرف کعبے کی یاترا کے دنوں میں باہر نکل کر باہر سے آنے والے یاتریوں میں اپنے دھرم کا اُپدیش دیتے رہے۔

ایک دن یاترا ہی کے دنوں میں جب وہ مکّہ سے کچھ اُتر میں اقبہ کی پہاڑی پر اُپدیش دے رہے تھے یثرب[1] کے کچھ یاتریوں کا دھیان اُن کی طرف گیا۔ محمدؐ صاحب کے اُپدیش اور اُن کی سچّائی کا اُن لوگوں پر اثر ہوا۔ ان میں سے ۶ آدمیوں نے اپنا لیا۔ اور اپنے شہر جا کر جو مکّہ سے ۲۸۶ میل تھا لوگوں سے محمدؐ صاحب کے اُپدیشوں کا چرچہ کیا۔

اگلے سال ان کے ساتھ ۶ اور آدمی یثرب سے آئے۔ یہ لوگ یثرب کے دو بڑے بڑے قبیلوں اوس اور خزرج کے خاص لوگوں میں سے تھے۔

---

[1] جسے بعد میں لوگ مدینہ کہنے لگے۔

انھوں نے بھی اسلام دھرم اپنا لیا اور دستخط کر کے نیچے لکھے بچن لکھ کر محمدؐ صاحب کو دیدیئے۔

"ہم ایک ایشور کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ جوڑیں گے۔ یعنی ایک ایشور کے سوا کسی دوسرے کی پوجا نہ کریں گے۔ نہ چوری کریں گے۔ نہ بدچلنی کریں گے۔ نہ اپنے بچوں کی ہتیا کریں گے۔ نہ جان بوجھ کر کسی پر جھوٹا الزام لگائیں گے۔ نہ کسی ایسی بات میں جو اچھی ہوگی پیغمبر کے حکم کو توڑیں گے۔ اور سکھ دکھ دونوں میں پیغمبر کا پورا ساتھ دیں گے۔"

اسلام کے اتہاس (تاریخ) میں یہ "عقبہ کا پہلا وعدہ" کہلاتا ہے۔

یثرب کے لوگوں کے کہنے پر محمدؐ صاحب نے اپنے ایک سمجھدار ساتھی مصعب اسلام دھرم کے پھیلانے کے لئے ان کے ساتھ یثرب بھیجا۔ یثرب میں ایک سال تک مصعب نے جس ہوشیاری اور دھیرج کے ساتھ اپنے دھرم کو پھیلایا اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

ایک بار مصعب کسی کے گھر میں بیٹھا کچھ لوگوں کو اپدیش دے رہا تھا کہ اتنے میں اسید نامی ایک آدمی بھالا لے کر اس گھر میں گھسا اور کہنے لگا۔ "تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو؟ تم کمزور دماغ کے آدمیوں کو ان کے دھرم سے گرا رہے ہو۔ تمھیں اپنی جان پیاری ہے تو یہاں سے بھاگ جاؤ۔" مصعب نے بڑے ٹھنڈے دل سے جواب دیا۔

"بیٹھ جائیے اور ہماری بات سنیے۔ اگر ہماری بات سُن کر آپ کو اچھی نہ لگے تو ہم یہاں سے چلے جائینگے " اسید نے اپنا بھالا زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ کر سننے لگا۔ مصعب نے اسے اسلام کے بنیادی اصول سمجھائے اور قرآن کے کئی حصے پڑھکر سنائے۔ اُسید پر بہت بڑا اثر ہوا۔ کچھ دیر بعد اُس نے کہا "اس دھرم میں میں کس طرح شامل ہو سکتا ہوں" مصعب نے جواب دیا " جا کر نہائیے اور پھر آ کر کہئے اور مان لیجیے کہ سوائے ایک خدا کے دوسرا خدا نہیں ہے۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے " اُسید نے ایسا ہی کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح کی اور بھی بہت سی باتیں مصعب کی یثرب میں دھرم پھیلانے کی ملتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب میں مصعب کا امید سے کہیں بڑھکر کام ہوا۔

گھر گھر نئے دھرم کا چرچا ہونے لگا۔ اگلے سال ۶۲۲ء میں مصعب کے ساتھ ۷۰ اور آدمی ان میں سے جنھوں نے اسلام دھرم اپنا لیا تھا۔ کعبہ کی یاترا کے دنوں میں مکہ آئے۔ انکا ارادہ تھا کہ محمدؐ صاحب کو یثرب لیجا کر مکہ والوں کے ظلموں سے انھیں بچا دیں۔ محمدؐ صاحب کے دل میں مکہ چھوڑ کر یثرب میں اپنے دھرم کی قسمت آزمانے کا خیال پیدا ہو چکا تھا۔

آدھی رات کو اسی اقبہ کی پہاڑی پر بات چیت ہوئی پچھلے سال

کے وعدہ میں یہ ٹکڑا اور جوڑ دیا گیا۔

"ہم لوگ یثرب میں، پیغمبر اور اس کے ساتھیوں کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح اپنے بال بچوں کی کرتے ہیں۔"

سب نے قسم کھائی۔ اسے اقبہ کا دوسرا وعدہ کہتے ہیں۔

محمدؐ صاحب نے اب اپنے ساتھیوں کو لے کر یثرب میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن خود شہر چھوڑنے سے پہلے وہ اپنے سب ساتھیوں کو وہاں بھیج دینا چاہتے تھے۔ دو دو چار چار کر ان کے بہت سے ساتھی دھیرے دھیرے یثرب کے لئے چل دیئے۔ محمدؐ صاحب ابوبکر اور ان کے گھروں کے لوگ مکّہ میں رہ گئے۔

قریش کو اس کا پتہ چلا۔ انھوں نے سوچا ایسا نہ ہو کہ وہاں جاکر محمدؐ کا بل اور بڑھ جاوے اور کبھی بعد میں ہمیں اور ہمارے شہر کو محمدؐ سے زیادہ نقصان پہونچے۔ قریش کی دشمنی اور بھڑکی۔ ابوسفیان مکّہ کا حاکم تھا۔ اس نے قریش کے سرداروں کو جمع کر کے طے کر دیا کہ محمدؐ کو شہر سے زندہ نہ نکلنے دیا جائے۔ اگر کوئی ایک آدمی محمدؐ کی ہتیا کرتا تو یہ ڈر تھا کہ بنی ہاشم خاندان کے لوگ محمدؐ کے ساتھی اس ہتیا کرنے والے سے اور اس کے خاندان والوں سے بدلہ لیتے اس لئے طے کیا گیا کہ ہر خاندان کا ایک ایک آدمی جاکر ایک ساتھ اپنا اپنا خنجر محمدؐ کے بدن میں بھونک دے۔ رات کو یہ سب لوگ محمدؐ صاحب کے مکان کے پاس جمع ہو گئے۔ اُن کی

صلاح تھی کہ ٹھیک صبح کو جیوں ہی محمدؐ صاحب گھر سے نکلیں ان پر حملہ کیا جاوے۔

دیوار کے ایک سوراخ سے انھوں نے محمدؐ صاحب کو بچھونے پر پڑا دیکھ لیا تھا۔ محمدؐ صاحب کو پتہ چل گیا۔ انھوں نے علی کو بچھونے پر اپنی جگہ لٹا دیا۔ اس کے اوپر اپنی ہری چادر ڈال دی اور خود رات ہی کو پیچھے کے راستے گھر سے نکل گئے۔

محمدؐ صاحب سیدھے ابوبکر کے گھر گئے۔ راتوں رات دونوں مکّہ سے پیدل نکل کر شہر سے تین چار میل اور ایک پہاڑی گفہ کے اندر جا کر چھپ گئے۔ تین دن تک یہ لوگ اسی گفہ میں رہے اور چوتھے دن اونٹوں کا بندوبست کر کے یثرب کے لئے روانہ ہو گئے۔

اس بیچ میں قریش نے اعلان کر دیا تھا کہ جو بھی محمدؐ کو زندہ یا مردہ لا کر پیش کرے گا۔ اُسے ایک سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ بہت سے گھوڑ سوار چاروں طرف ان کی کھوج میں نکلے۔ اپنا پیچھا کرنے والوں سے کئی جگہ بال بال بچتے۔ محمدؐ صاحب سوموار ۸ ربیع الاوّل ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء کو یثرب پہونچے[1]۔ تھوڑے دن بعد محمدؐ صاحب و ابوبکر کے گھر والے بھی ان سے آ کر مل گئے۔

---

[1] شبلی صفحہ ۲۵۶

یثرب والوں نے محمدؐ صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی، اور اُن کے آنے کی خوشی میں اپنے شہر کا نام 'یثرب' سے بدل کر 'مدین منتیٰ' یعنی 'نبی نگر' رکھدیا۔ اسی لئے چھوٹا ہو کر بعد میں "مدینہ" نام پڑا۔

اسلام کی اتہاس (تاریخ) میں یہ وہی "ہجرت" ہے جس سے مسلمانوں کا ہجری سن شروع ہوتا ہے۔ ہجرت کا مطلب (دھرم کے لئے) اپنا گھر چھوڑ کر دوسری جگہ جانا ہے۔ اس دن سے ہی محمدؐ صاحب و اسلام دونوں کی زندگی میں ایک نیا دروازہ کھلتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ محمدؐ صاحب کے مدینہ پہونچنے سے پہلے کوئی ۱۵۰ مسلمان مکہ سے وہاں پہونچ چکے تھے۔ کچھ کو مکہ والوں نے زبردستی پکڑ کر روک لیا تھا۔ جو لوگ مدینہ گئے ان میں سے کچھ کو اپنا دھرم بچائے رکھنے کے لئے بہت کچھ کھونا پڑا تھا۔ ان میں صہیب نامی ایک یونانی تھا۔ صہیب پہلے ایک غلام رہ چکا تھا۔ اس کے مالک نے اُسے آزاد کر دیا۔ آزاد ہو کر صہیب نے مکہ میں تجارت شروع کی۔ تھوڑے دنوں میں وہ مکہ کے مالدار سوداگروں میں گنا جانے لگا۔ جب اُس نے مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ جانا چاہا تو مکہ کے لوگوں نے اُسے صرف اس شرط پر جانے دیا کہ وہ اپنا سارا دھن دولت اور ساری جائداد مکہ ہی میں چھوڑ جائے۔ اور اس سے ہمیشہ کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے۔ صہیب نے ایسا ہی کیا۔ اس نے اپنا سارا دھن اور مال مکہ ہی میں چھوڑ دیا۔ لیکن اپنے پیغمبر کا

ساتھ نہ چھوڑا۔

۶۱۰ء سے ۶۲۲ء تک جس مضبوطی، ابسواس، دھیرج اور ہمت سے طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے محمدؐ صاحب نے اس سچائی کے پھیلانے کو جاری رکھا جسے وہ اپنے دیش اور دنیا دونوں کے دکھوں کا ایک ہی علاج سمجھتے تھے۔ دنیا کے اتہاس میں وہ ایک انوکھی چیز تھی۔ ان ۱۳ سال کے اندر اندر قریب تین سو آدمیوں نے ان کے دھرم کو اپنایا۔ جن میں ۱۰۱ اتھوپیا جا چکے تھے اور باقی بہت سے اب اپنے گھر بار اور اپنی جائدادیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر اپنے پیغمبر کے ساتھ مدینہ آ گئے تھے۔

"عرب کے پیغمبر نے لگاتار ۱۳ سال تک ہر طرف سے جس طرح کی ناامیدی، دھمکی، بے پرواہی اور تکلیف کا سامنا کرتے ہوئے اپنے بشواس کو اٹل رکھا۔ لوگوں کو برے کاموں کے لئے پچھتانے کا اپدیش دیا۔ اور اپنے ان شہر والوں کو جو ایک ایشور کے ماننے سے انکار کرتے تھے ایشور کے غصہ کا ڈر دکھایا۔ اس ساری کوشش کی دوسری مثال دنیا کے اتہاس کے صفحوں میں ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملتی۔ تھوڑے سے دفادار مردوں اور عورتوں کو ساتھ لئے اور اپنی آگے کی جیت پر پورا بھروسہ رکھتے ہوئے وہ

سب طرح کی بے عزتی، دھمکیوں اور مصیبتوں کو دھیرج کے ساتھ برداشت کرتے رہے۔"*

---

* Life of Mohammet, by Sir Willam Muir, Vol IV, PP. 314-315.

مدینہ میں راجہ کی حیثیت سے

مدینہ پہنچ کر دھیرے دھیرے محمدؐ صاحب اور اسلام دونوں کے دن پھرنے شروع ہوئے۔ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد زوروں سے بڑھنے لگی۔ ان میں دو طرح کے لوگ زیادہ تھے۔ ایک وہ جو مکّہ سے آئے تھے اور 'مہاجر' یعنی ہجرت کرنے والے کہلاتے تھے اور دوسرے وہ مدینہ والے جنھوں نے انھیں مدینہ بلا کر پناہ دی تھی اور جو 'انصار' یعنی 'مددگار' کہلاتے تھے۔ بہت سے مہاجر اس وقت بے سامان اور بے گھر بار کے تھے۔ محمدؐ صاحب کی صلاح سے ایک ایک انصار نے ایک ایک یا دو دو مہاجر کو اپنا بھائی بنا کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔ اسی طرح ایک نیا "بھائی چارہ" مدینہ میں بن گیا۔ اور انصار اور مہاجر میں ایک دوسرے سے پریم بڑھتا گیا۔ پہلے کچھ سال تک یہ رواج رہا کہ جب

کوئی ایسا انصار مرتا تھا جس نے کسی مہاجر کو اپنا "بھائی" بنا رکھا تھا۔ تو اس کی ساری جائداد اس مہاجر کو مل جاتی تھی۔ بعد میں اس کی ضرورت نہ رہی اور یہ رواج بند ہو گیا۔

مدینہ کے دو سب سے بڑے قبیلے بنی اوس اور بنی خزرج میں ۱۲۰ سال سے لگاتار لڑائی چلی آتی تھی۔ شہر میں کبھی کسی کا زور رہتا تھا اور کبھی کسی کا۔ نتیجہ یہ تھا کہ شہر کا امن، شہر کا سکھ شانتی ہمیشہ خطرہ میں رہتی تھی۔ اب ان دونوں قبیلوں کے جو جو لوگ نئے دھرم کو ماننے لگے، ان میں اس پرانے جھگڑے کی جگہ ایکتا اور پریم دکھائی دینے لگا۔ اسی طرح صدیوں کی اس پھوٹ اور ۱۲۰ سال کی لڑائیوں کے ہمیشہ کے لیے مٹ جانے اور شہر میں پھر سے سکھ اور شانتی قائم ہونے کی آس بندھی۔ جہاں نہ کوئی سرکار تھی اور نہ کوئی حاکم۔ جہاں پر سوائے تلوار کے آپس کے جھگڑوں کے فیصلے کا کوئی طریقہ نہ تھا وہاں اب محمدؐ صاحب کے ذریعہ ایک ٹھیک ٹھیک سرکار قائم ہونے لگی۔ انصاف کے ساتھ لوگوں کے جھگڑے چکائے جانے لگے۔ اس سبب سے اسلام کے پھیلنے میں بڑی مدد ملی۔

محمدؐ صاحب کے اُپدیش دینے اور مسلمانوں کی نماز کے لیے اب ایک الگ جگہ کی ضرورت ہوئی۔ دو یتیم بھائیوں نے اپنی زمین مفت دینا چاہا۔ لیکن محمدؐ صاحب کے حکم سے ابو بکر نے انھیں قیمت دیدی۔ کھجور

کے انگڑھ تنوں کے کھمبوں پر کھجور ہی کی ٹہنیوں اور پتیوں سے ایک بہت بڑا چھپر چھا دیا گیا جس کے ادھر اُدھر اینٹ اور گارے کی دیواریں کھڑی کر دی گئیں۔ یہی مدینہ کی سب سے پہلی مسجد تھی۔ اس کا ایک حصّہ پردیسیوں کے ٹھہرنے اور بے گھر کے لوگوں کے رہنے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ رات کو روشنی کے لئے تیل بتّی کی جگہ کھجور کی چھپٹیاں جلا دی جاتی تھیں۔

کچھ ہی دنوں میں شہر کی حکومت کا سارا بوجھ محمدؐ صاحب کو اپنے اوپر لینا پڑا۔ عرب کے دوسرے نگروں کے حاکموں کی طرح مدینہ کا حاکم بھی وہاں کے سب خاندانوں کا مکھیوں کی رائے سے چُنا جاتا تھا۔ مسلمانوں کی نظروں میں محمدؐ صاحب سے بڑھ کر کوئی دوسرا حاکم نہ ہو سکتا تھا۔ جن لوگوں نے ابھی تک اسلام نہیں اپنایا تھا وہ بھی بنی اوس اور بنی خزرج کی ۱۲۰ سال کی گھریلو لڑائیوں سے اُکتا گئے تھے۔ اس لئے مدینہ کے سب لوگوں نے محمدؐ صاحب کو جو ابھی "الامین" کہلاتے تھے قریب قریب ایک رائے سے شہر کا حاکم چُنا۔ اس بوجھ کو اپنے اوپر لیتے ہی محمدؐ صاحب نے شہر کے لوگوں کے نام ایک اعلان نکالا جس کی کچھ ٹکڑے یہ ہیں :-

"اللہ کے نام پر جو سب کے اوپر دیا کرنے والا اور رحیم ہے۔ عبداللہ کے بیٹے اور اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے سب مسلمانوں

اور ان سب لوگوں کے نام چاہے وہ کسی بھی نسل کے ہوں جو ایک ساتھ مل کر رہنے کو تیار رہیں۔ یہ سب لوگ ایک "اُمّت" (قوم) ہوں گے...... کسی (باہر والے) کی صلح ہوگی تو سب سے اور لڑائی ہوگی تو سب سے۔ ان میں سے کسی کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ صرف اپنے مذہب والوں کے دشمنوں سے الگ صلح کر لے یا ان کے ساتھ الگ لڑائی چھیڑ دے۔......... عوف، نجار، حارث، جشم، ساعدہ، اوس قبیلوں کی الگ الگ شاخوں کے یہودی اور سب لوگ جو مدینہ میں آکر بس گئے ہیں مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک "متحدہ اُمّت" (ملی ہوئی قوم) سمجھے جاویں گے۔ وہ اپنے اپنے دھرموں کا اتنی ہی آزادی کے ساتھ پالن کر سکیں گے جتنی آزادی کے ساتھ مسلمان اپنے دھرم کا......... جو کوئی جرم کرے گا۔ اُسے سزا دی جاوے گی۔......... مسلمانوں کا دھرم (فرض) ہوگا کہ وہ ہر ایسے آدمی سے الگ رہیں جو کوئی جرم کرے یا کسی کو ستاوے یا کسی پر ظلم کرے۔ کوئی کسی جرم کرنے والے کی طرفداری نہ کرے گا۔ چاہے وہ جرم کرنے والا اس کا کتنا ہی پاس کا رشتہ دار کیوں نہ ہو............ جو لوگ اس اعلان کو مان لیں گے ان میں آپس میں اگر کبھی کوئی جھگڑا ہوگا تو وہ اللہ کے نام پر محمدؐ کے سامنے لایا جاوے گا۔"

مدینہ کے سب لوگوں نے اس اعلان کو بڑی خوشی کے ساتھ مان لیا۔

مدینہ کے باہر بھی چاروں طرف بہت سے عیسائی، یہودی اور دوسرے قبیلے تھے جن کے ساتھ اپنا برتاؤ طے کرنا ضروری تھا۔ پریم اور شانتی کے ساتھ ان کے کانوں تک نئے دھرم کا سندیش پہنچانا بھی ضروری تھا۔ ان میں سے جن لوگوں نے مدینے والوں کے ساتھ مل کر ایک قوم اور ایک راج ہوکر رہنا پسند کیا ان کو خوشی سے اپنا لیا گیا۔ اور جنھوں نے چاہا ان کے ساتھ صلح کی باتیں طے ہو گئیں۔ ان دنوں سنائی پہاڑ کے اوپر سینٹ کیتھرائن کے عیسائی مٹھ کے سنتوں اور عرب کے اور سب عیسائیوں کے لئے محمد صاحب کا جو اعلان نکلا وہ بہت ہی مہرکے کا تھا۔ اوپر آچکا ہے کہ اس زمانے کے عیسائی مورتیاں پوجتے تھے اور ان کے گرجے مورتیوں سے بھرے رہتے تھے۔ اعلان کے کچھ حصے یہ ہیں۔

"اللہ کے نام پر جو سب پر دیا کرنے والا اور رحیم ہے! اللہ کے رسول محمد کی طرف سے سنائی پہاڑ کے سنتوں اور عام طور پر سب عیسائیوں کے لئے۔

"سچ مچ اللہ سب سے بڑا، سب سے مہان ہے۔ تمام پیغمبر اُسی کے پاس سے آئے، اور کہیں نہیں لکھا ہے کہ اللہ نے کسی کے ساتھ بے انصافی کی ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

"میرے دھرم کے ماننے والوں میں سے چاہے کوئی بادشاہ ہو، چاہے کچھ بھی ہو، جو کوئی میرے اس وعدے اور اس سوگند کو جو نیچے کے اعلان

میں سورج ہے توڑنے کی ہمت کرے گا وہ اللہ کے بچن کو توڑنے اسوگند کو جھٹلانے اور (ایشور نہ کرے،) اپنے ایمان کو توڑنے کا پاپ کرے گا۔

"جب کبھی کوئی عیسائی مہنت یاترا کرتے ہوئے (مدینہ کے راج کے اندر) کسی پہاڑ یا پہاڑی، گاؤں یا بستی میں، سمندر پر یا ریگستان میں، یا کسی مٹھ، اگرجا یا کسی دوسرے عبادت خانوں میں جاکر ٹھہرے گا تو سمجھنا چاہیے کہ اس کی، اس کے مال اسباب کی اپنے جی جان سے بندوبست اور حفاظت کرنے کے لئے میں خود اپنے دھرم کے سب ماننے والوں سمیت اس کے ساتھ موجود ہوں۔ کیوں کہ یہ لوگ ہماری ہی اُمّت (قوم) کا ایک حصہ ہیں اور ان سے ہماری عزت ہے۔

"میں اس اعلان کے ذریعے اپنے سب افسروں کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے کسی طرح کا ٹیکس یا اور کوئی چنگی وغیرہ نہ مانگیں انہیں کسی ایسی بات کے لئے ستانا نہیں چاہیے۔

"کسی دوسرے کو ان کے قاضیوں (ججوں) یا سرداروں کو بدلنے کا حق نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی انہیں ان جگہوں سے ہٹا سکے گا۔

"سڑک پر چلتے ہوئے کوئی انہیں کسی طرح کا دُکھ نہ دے گا۔

"کسی کو ان سے ان کے گرجے چھیننے کا حق نہ ہوگا۔

"اور نہ ان کے ججوں، سرداروں، مہنتوں، نوکروں، چیلوں یا انکے کسی بھی آدمی پر کسی طرح کا ٹیکس لیا جائیگا، نہ انھیں اور کسی طرح دق کیا جائیگا۔

کیوں کہ میرے اس وعدہ اور اعلان میں وہ اور ان کے سب آدمی شامل ہیں

"جو عیسائی معمولی گھر باری ہیں اور اپنے مال اور روزگار ہی سے ٹیکس دے سکتے ہیں، ان سے بھی جتنا ٹھیک ہوگا اس سے زیادہ ہرگز نہ لیا جائے گا۔

"ایشور کا صاف حکم ہے کہ اس کے سوا ان سے اور کچھ نہ لیا جائیگا۔

"اگر کوئی عیسائی عورت کسی مسلمان کے ساتھ شادی کرے تو وہ مسلمان اس کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالے گا۔ نہ اُسے گرجا جانے سے روکے نہ دعا کرنے سے اور نہ کسی طرح اپنے دھرم پر چلنے سے۔

[کسی بھی یہودی یا عیسائی ماں کے مسلمان بیٹے کا دھرم (فرض) ہے کہ ماں کو ٹٹو وغیرہ پر بٹھا کر اس کے گرجا کے دروازہ تک پہنچا دے۔ اور اگر وہ اتنا غریب ہو کہ ٹٹو کا انتظام نہ کر سکے یا اگر ماں اتنی بوڑھی اور کمزور ہو کہ سواری پر نہ بیٹھ سکے تو مسلمان بیٹے کا دھرم ہے کہ ماں کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر اس کے پوجا گھر تک پہنچا دے۔]

"اپنے گرجوں کی مرمت کرنے میں کوئی انھیں نہ روک سکے گا۔ اور اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں یا مٹھوں کی مرمت کے لئے یا اپنے دھرم کی کسی دوسری بات کے لئے مدد کی ضرورت ہو تو مسلمانوں کا دھرم ہے کہ ان کو مدد دیں۔

"ان کے خلاف کوئی ہتھیار نہ اٹھا ویگا۔ ہاں! ان کی حفاظت کیلئے ہتھیار اٹھانا مسلمانوں کا دھرم ہوگا۔ اگر دیش کے باہر کی کسی عیسائی طاقت کے ساتھ مسلمانوں کی کبھی لڑائی ہو تو دیش کے اندر کے کسی عیسائی کے ساتھ اس کے عیسائی ہونے کی وجہ سے بے عزتی کا سلوک نہ کیا جائیگا۔

"اس اعلان سے میں حکم دیتا ہوں کہ جب تک دنیا رہے میرے دھرم کا کوئی ماننے والا میرے اس حکم کے خلاف چلنے یا عمل کرنے کی ہمت نہ کرے۔ جو مسلمان اس کے خلاف چلے گا وہ ایشور اور اس کے رسول سے باغی اور اپنے دھرم سے 'مرتد' (پھرا ہوا) سمجھا جائیگا۔" ※

مدینہ یا آس پاس کے بڑھتے ہوئے دیش کے حاکم یا راجہ کی حیثیت سے محمدؐ صاحب نے الگ الگ مذہبوں کے لوگوں کے ساتھ کبھی کسی طرح کا بھید بھاؤ (فرق) نہیں کیا۔ سب کو اپنے اپنے مذہبوں پر چلنے کی پوری آزادی دی اور مذہبی فرق کے رہتے ہمیشہ سب کو "ایک اُمّت" یعنے ایک قوم یا ایک راسٹر یا ایک نیشن کہکر بیان کیا۔

※ "A Description of the East and other Countries," by Richard Pococke, Bishop of Meath; Vol. I, P 268. Edn 1743.

اسلام پھیلانے کا طریقہ

مدینہ میں پہنچکر پہلی بار محمد صاحب کو کھلے طور پر پوری شانتی اور آزادی کے ساتھ اپنے وچاروں کو پھیلانے کا موقع ملا۔ اب وہ روز بڑے جوش کے ساتھ اپدیش دینے لگے۔ ہزاروں آدمی ان کا پیغام (سندیش) سننے کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اس کام میں کسی کے ساتھ کسی طرح سے بھی زور زبردستی کی کوئی جگہ نہ تھی۔ مدینہ میں جن دنوں ان کی طاقت اپنے پورے زور پر تھی ان دنوں کی قرآن میں ایک صاف آیت ہے:-

"لا اکراہ فی الدین"

"یعنی دھرم کے معاملہ میں کسی طرح کی زبردستی نہ ہونی چاہیے" (۲-۲۵۶)

قرآن میں شروع سے آخیر تک جگہ بہ جگہ اسی طرح کی آیتیں موجود ہیں۔ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ اپنے دھرم کو لوگوں میں کس طرح پھیلایا

جائے۔ ان میں شروع کی کچھ آیتیں یہ ہیں:-

"لوگوں کو اپنے رب (پالنہار) کے راستہ پر آنے کے لئے بلاؤ تو ہوشیاری کے ساتھ اور بڑے اچھے شبدوں میں سمجھاؤ۔ ان سے بحث کرو تو اچھے سے اچھے اور میٹھے لفظوں میں کرو۔ (۱۶، ۱۲۵)

"اور جو کچھ وہ کہیں اُسے صبر کے ساتھ سنو اور برداشت کرو اور جب ان سے علیحدہ ہو تو بڑے پریم اور خوبی کے ساتھ علیحدہ ہو (۷۳-۱۰)

"جن لوگوں نے تمہارے دھرم کو مان لیا ہے ان سے کہہ دو کہ وہ ان لوگوں پر جو تمہاری بات نہیں مانتے اور جنھیں ایشور سے اپنے کاموں کے پھل ملنے کا ڈر نہیں ہے کسی طرح کا غصہ نہ کریں۔ جو کوئی نیکی کرے گا اپنی ہی آتما کے لئے۔ پھر سب کو اُسی رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ (۴۰-۱۴ اسے ۱۵)

"تمہارا کام یا کسی رسول کا کام اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ صاف صاف شبدوں میں اپنی بات کہہ دو۔ پھر اگر وہ پیٹھ موڑ کر چلدیں تو چلدیں تمہارا کام صرف بات سمجھا دینا ہی تو تھا۔ (۱۶-۳۵-۴۲)

"جن لوگوں کے پاس دوسری دھرم کی کتابیں ہیں ان کے ساتھ بحث نہ کرو اور اگر کرو تو بہت ہی میٹھے شبدوں میں کرو۔ پھر جو زبردستی کرے اور نہ مانے۔ اُن سے کہو کہ ہم اس کتاب کو بھی مانتے ہیں۔ جو ایشور نے ہمیں دی ہے۔ اور اسے بھی مانتے ہیں جو ایشور نے

تمھیں دی ہے۔ ہمارا اور تمھارا اللہ ایک ہی ہے اور اُسی ایک اللہ کے سامنے ہم سر جھکاتے ہیں۔ (۲۹-۴۶)

"انھیں وچاروں کی طرف ان کا دھیان دلاتے رہو اور جس طرح تمھیں حکم دیا گیا ہے اسی طرح ٹھیک ٹھیک خود اپنی زندگی بسر کرو۔ دوسروں کے دھوکوں میں مت آؤ۔ اور کہہ دو کہ میں اللہ کی سب کتابوں کو مانتا ہوں۔ مجھے انصاف کا حکم ہے۔ اللہ ہمارا اور تمھارا سب کا رب ہے۔ جو تم کروگے اس کا تم کو پھل ملے گا۔ اور جو میں کروں اس کا مجھے پھل ملے گا۔ ہمارے تمہارے بیچ میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو ملادے گا۔ ہم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے"۔

(۴۲-۱۵)

"پھر بھی وہ تمہاری نہ سنیں اور منہ موڑیں، تو تم ان کے کوئی نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔ تمہارا کام صرف سمجھا دینا ہے"۔

(۴۲-۴۴)

"اگر تمہارا رب چاہتا تو سچ مچ دنیا کے سب لوگ ایک خیال کے ہو جاتے۔ تو کیا تم کسی کے ساتھ زبردستی کروگے۔ کہ سب تمہاری ہی بات مان لیں؟" (۱۰-۹۹)

"اور ہم نے تمہیں صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ سب آدمیوں کو نیک کاموں کے بدلے میں اچھے پھل کی اور برے کاموں کے بدلے

ہیں برے پھل کی بات بتاؤ۔" (۲۴-۳۴)

اوپر کی سب آیتیں تب کی ہیں جب محمدؐ صاحب مکہ میں تھے۔ نیچے لکھی آیتیں اس زمانہ کی ہیں جب محمدؐ صاحب مدینہ میں تھے۔ یہ اور بھی زیادہ صاف ہیں:-

"دھرم کے معاملہ میں کسی طرح کی بھی زیادتی نہیں ہونی چاہیئے۔" (۲-۲۵۶)

"اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانو۔ نہ مانو تو تمہاری مرضی۔ رسول کا کام صاف صاف کہہ دینا ہے۔" (۶۴-۱۲)

"وہ تم سے حجت کریں تو ان سے کہہ دو کہ میں نے اپنے آپ کو بالکل اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ یہی اسلام شبد کے معنی ہیں۔ جنھوں نے میری بات مان لی ان سب نے بھی اپنے کو اسی ایشور کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ جن لوگوں کے پاس دوسری دھرم کی کتابیں ہیں یا جن کے پاس نہیں ہیں ان سب سے کہو کہ تم بھی اپنے کو ایک ایشور کی مرضی پر چھوڑ دو۔ وہ مان جائیں تو اچھا کریں گے۔ نہ مانیں تو تمہارا کام کہہ دینا ہی ہے۔ اللہ اپنے سب بندوں کو دیکھتا ہے۔" (۳-۱۹)

"تم میں اسی طرح کے آدمی ہونے چاہئیں جو لوگوں کو سب کے ساتھ نیکی کرنے کا اپدیش دیں۔ سب کو نیک کاموں میں لگائیں اور برے کاموں

سے بچائیں ایسے لوگوں کا ہی بھلا ہوگا " (۲-۲-۱)

"ہم نے ہر قوم کے لئے پوجہ کے الگ الگ طریقے ٹھہرا دیئے ہیں۔ جن پر وہ چلتے ہیں۔ اس لئے اس بات پر ایک دوسرے سے نہیں جھگڑنا چاہیئے۔ تمھیں انھیں صرف ایشور کی طرف بلانا چاہیئے۔ سچ مچ تم سیدھے راستہ پر ہو۔ اور جو وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہدو کہ اللہ جانتا ہے کہ تم کیا کرتے ہو" (۲۲-۶۷-۶۸)

"اور جو غیر مسلمانوں میں سے کوئی تمہاری پناہ میں آنا چاہے تو اُسے اپنے پاس بلالو جس سے وہ تمہارے پاس رہ کر اللہ کا کلام یعنی اللہ کی بتائی باتیں سنیں اور جو اس پر بھی وہ تمہاری بات نہ مانے تو اُسے ہوشیاری سے اس کے گھر تک یا کسی حفاظت کی جگہ تک پہنچا دو کیونکہ وہ لوگ انجان ہیں" (۹-۶)

ایک بار کسی عرب نے جو پرانے دھرم کا ماننے والا تھا حضرت علیؓ سے پوچھا کہ اگر ہم اسلام دھرم کے بارے میں یا کسی اور بات کے بارے میں کچھ جاننے کے لئے پیغمبر کے پاس جانا چاہیں تو ہمیں کچھ ڈر تو نہیں ہے۔ حضرت علیؓ نے اسی اوپر کی آیت کو نقل کرتے ہوئے جواب دیا کہ کسی کو کوئی ڈر نہیں ہے۔ (ابن عبّاس)

"تمھیں ان میں اس طرح کے آدمی ملتے رہیں جو ایک بار بات مان کر اس سے پھر جاویں یعنی دغا کریں۔ انھیں معاف کر دینا اور چھوڑ دینا

سچ مچ اللہ اُن لوگوں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں پر احسان کرتے ہیں"۔ (۱۳۰۵)

محمدؐ صاحب کا اپنے دھرم کو پھیلانے کا طریقہ زندگی بھر ایسا رہا جیسا قرآن کی ان آیتوں میں بتایا گیا ہے۔ ان کی ساری زندگی میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی جس میں انھوں نے کبھی کسی کو بھی تلوار کے زور سے یا کسی طرح کا دباؤ ڈال کر اپنے دھرم میں شامل کیا ہو، اور نہ انھوں نے کسی قبیلے یا گروہ کو اپنے دھرم میں لانے کے لئے کبھی کسی پر بھی چڑھائی کی یا ایک بھی لڑائی اس کام کے لئے لڑی ہو۔ وہ دھرم میں دوسروں کو اتنی ہی آزادی دیتے تھے جتنی وہ دوسروں سے اپنے لئے چاہتے تھے۔

مدینہ میں پہنچنے کے بعد محمدؐ صاحب نے اپنے دھرم کو پھیلانے کیلئے مدینہ سے باہر کے دور دور کے قبیلوں میں سمجھدار آدمی بھیجنے شروع کئے۔ عام طور پر جس دن انھیں کسی ایسے آدمی کو بھیجنا ہوتا تھا وہ اسے بہت سویرے اپنے پاس بلاتے تھے۔ صبح کی نماز کے بعد پھر سے ایشور کی تعریف اور دُعا مانگ کر وہ اس آدمی کو اس طرح سمجھاتے تھے:-

"اللہ کے بندوں کے ساتھ ملنے جلنے میں اللہ کے حکم کو نہ توڑنا۔ آدمیوں کی کوئی سیوا جس کسی کو سونپی جاتی ہے اگر وہ اس سیوا کو سچائی سے نہیں کرتا

۱؎ تفصیل قرآن۔ سید احمد خاں جلد (۴)

The Preaching of Islam, by T. W. Arnold, Ch. II., P 33, The Holy Quran by Muhammad Ali, P 97.

تو اللہ اس کے لئے جنّت (سورگ) کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔"

"لوگوں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں کسی سے سختی نہ برتنا۔ ان کے دلوں کو خوش رکھنا۔ انھیں برا نہ کہنا۔ جب وہ تم سے پوچھیں۔

سورگ کی کنجی کیا ہے؟ تو تم جواب دینا "ایک ایشور کی سچّائی (ہستی) اور نیکی میں وشواش کرنا اور نیک کام کرنا یہی سورگ کی کنجی ہے"*

لکھا ہے کہ یہ اپدیش دینے والے جن لوگوں میں اپدیش کے لئے بھیجے جاتے تھے انھیں کی بولی بولنے لگتے تھے اور اُسی میں انھیں سمجھاتے تھے۔ محمدؐ صاحب کو جب اس کی خبر ملتی تو وہ کہتے "اللہ کے بندوں کی طرف اللہ کا بتایا ہوا اُن کا سب سے بڑا دھرم (فرض) یہی ہے۔"

(ابن سعاد، ۱۰۱)*

---

* Life of "Mohammad," by Mirza Abul Fazl, P. 144

* The Preaching of Islam, by T. W. Arnold, P. 25.

مدینہ پر قریش کے حملے

محمدؐ صاحب کا دھرم ماننے والوں کی تعداد اب زوروں کے ساتھ بڑھنے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ مدینہ کا راج اور مدینہ کا بڑاپن بھی بڑھ رہا تھا۔ عرب کے اندر مکہ سے صرف ۲۸۶ میل دور ایک برابر کے راج کا قائم ہونا اور بڑھتے جانا قریش کب سہہ سکتے تھے۔ مکہ اور وہاں کے مندر کعبہ دونوں کا پرانا بڑاپن بھی اب گھٹنے لگا۔ قریش جانتے تھے کہ اگر محمدؐ کی طاقت کو بڑھانے دیا گیا تو ایک نہ ایک دن مکہ کا پرانا دھرم اور مکہ کا بڑاپن مٹ جائیگا۔

قریش اس کا علاج سوچنے لگے۔ انھوں نے محمدؐ اور مدینہ کی طاقت کو کچل دینے کا فیصلہ کیا۔ جو تھوڑے مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے۔ انھیں وہ برابر تکلیفیں دیتے رہے۔ دھاوے مار مار کر انھوں نے مدینہ والوں کے شہر سے باہر چرتے ہوئے اونٹوں اور گھوڑوں کو اڑا لیجانا شروع

کیا۔ مدینہ والوں کی طرف سے شروع میں کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

مدینہ میں محمدؐ صاحب کو آئے جب دو سال ہو گئے تو پتہ چلا کہ ایک ہزار قریش ۔۔۔ ، اونٹوں اور ۔۔ گھوڑوں سمیت مدینہ پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ محمدؐ صاحب کی عمر اس وقت ۵۵ سال کی تھی۔ اپنے اُس دھرم کا اپدیش دیتے جسے وہ دنیا کے لئے ایشور کا سندیش مانتے تھے انھیں ۱۵ سال ہو چکے تھے۔ ان ۱۵ سال کے اندر بلکہ ۵۵ سال کے اپنے سارے جیون میں سوائے ایک موقع کے جب کہ لڑکپن میں حرب فجار کے اندر (ایک لڑائی جس کا پہلے ذکر آچکا ہے) وہ اپنے چچا کو تیر اُٹھا اُٹھا کر دے رہے تھے آج تک انھوں نے کبھی کسی لڑائی میں کسی طرح کا حصہ نہ لیا تھا۔ لیکن آج شہر بھر کے لوگوں کی جان مال کی حفاظت کا بوجھ ان کے کندھوں پر تھا جیسی ان کی عادت تھی روزے (اپواس) اور نماز (پرارتھنا) کے ذریعہ انھوں نے اپنے رب سے ہدایت مانگی۔ قرآن میں پہلی بار لڑائی کی اجازت کی آیتیں اس طرح اتریں:-

"جن سے اور لوگ لڑنے کے لئے آتے ہیں انھیں بھی لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر یہ ظلم ہے۔ سچ مچ اللہ میں ان لوگوں کی مدد کرنے کی طاقت ہے جنھیں صرف یہ کہنے کے جرم میں کہ "اللہ ایک ہی ہمارا رب ہے"، بے انصافی سے ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے!

"اگر اللہ اس طرح کچھ لوگوں (آتتائیوں یا فسادیوں) کو دوسرے

لوگوں سے نہ ہٹواتا تو سچ مچ دنیا کے مٹھ، گرجے، یہودیوں کے مندر اور سب دوسرے (دھرم والوں کے) پوجا گھر جن میں اللہ کا نام بار بار لیا جاتا ہے کبھی کے گرا دیئے گئے ہوتے" (قرآن ۲۲-۳۸سے ۴۰)
"اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں لیکن حد سے کبھی نہ بڑھو۔ سچ مچ اللہ حد سے بڑھنے والوں سے کبھی پریم نہیں کرتا۔

"اور جو وہ لڑنا بند کر دیں تو تم سوائے ان لوگوں کے جو ظلم کرتے ہیں اور کسی کے ساتھ دشمنی جاری نہ رکھو" (۲-۱۹۰-۱۹۳)
محمدؐ صاحب یا ان کے ساتھیوں کی تسلی نہ ہوئی۔ اپنے بچاؤ کے نام پر بھی انکا دل لڑائی سے ہٹتا تھا۔ وہ سوچتے تھے کہ جو فوج مکہ سے آرہی ہے اس میں بہت سے ہمارے نزدیکی رشتہ دار ہو سکتے ہیں۔ یہ اور وہ سب ایک ہی دادا کی اولاد تھے۔ ٹھیک اسی طرح کا دھرم سنکٹ اب مسلمانوں کے سامنے تھا، وہ اسی طرح کی الجھن میں پڑے ہوئے تھے جس طرح کی الجھن میں کرکھیتر کے میدان میں ارجن۔ محمدؐ صاحب نے پھر روزہ رکھا اور دعا مانگی۔ اپنے دل میں بیٹھے ہوئے ایشور سے انہیں حکم ملا:-

"تمہیں لڑنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن تمہیں اس سے نفرت ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تم ایک ایسی چیز سے نفرت کرتے ہو جو تمہارے لئے بھلائی

کی ہو اور تمھیں ایسی چیز سے پریم ہو جو تمہارے لئے بری ہو اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے" (۲-۱۱۶)

"کیا تم ایسے لوگوں سے نہ لڑوگے جنھوں نے پہلے خود لڑائی شروع کی" (۹-۱۳)

"اور تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں کمزور، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے بھی نہیں لڑتے" (۴-۷۵)

صرف ۳۱۲ آدمیوں کو ساتھ لے کر محمد صاحب مکے سے آنے والی فوج کو روکنے کے لئے نکلے۔ قریش مکہ سے آدھی دور آ چکے تھے۔ "بدر" نام کی ہری بھری گھاٹی میں (سنہ ۶۲۴ء) دونوں فوجوں میں خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ مدینہ کی فوج میں دھرم اور انصاف کے نام پر لڑنے والوں کا جوش تھا۔ قریش کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ مدینہ والوں کے ۱۴ اور قریش کے ۴۹ آدمی میدان میں کام آئے۔ قریب قریب اتنے ہی قید کر لئے گئے۔

عرب میں اور دنیا کے قریب قریب سب دیشوں میں ان دنوں یہ رواج تھا کہ جو لوگ لڑائی میں قید کر لیے جاتے تھے انھیں یا تو مار ڈالا جاتا تھا یا غلام بنا کر رکھا جاتا تھا۔ پر اس موقع پر محمد صاحب کے حکم سے ان میں سے بہت سے جو غریب تھے اس شرط پر چھوڑ دیے گئے کہ وہ پھر کبھی مسلمانوں یا مدینہ والوں کے خلاف

ہتھیار نہ اٹھاویں گے اور باقی سے کچھ ہرجانا لیکر انھیں آزاد کر دیا گیا۔ کچھ قیدیوں سے جو پڑھے لکھے تھے یہ کام لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک دس دس مدینے والوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے اور چلا جائے جتنے دنوں تک یہ قیدی مدینہ میں رہے اتنے دنوں تک برابر "محمدؐ کے حکم سے مدینہ والوں نے اور ان مہاجروں نے جن کے پاس اپنے گھر تھے قیدیوں کو اپنے اپنے یہاں رکھ کر ان کے ساتھ بڑی عزت کا برتاؤ کیا۔ بعد میں ان قیدیوں نے خود بیان کیا: مدینہ والوں پر اللہ کی برکت ہو! وہ خود پیدل چلتے تھے اور ہمیں سواریوں پر بٹھاتے تھے۔ جب روٹیوں کی کمی تھی وہ ہمیں گیہوں کی روٹی کھلاتے تھے اور آپ کھجور کھا کر رہ جاتے تھے۔"*

بدر کی لڑائی کے بعد امیر ابن واہب نامی ایک نوجوان محمدؐ صاحب کی جان لینے کے ارادے سے مدینہ آیا۔ وہاں کچھ دن ان کے اپدیشوں کو سننے کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ اس نے اپنے آپ سامنے آ کر اپنے دل کا پاپ کہہ ڈالا اور اسلام دھرم اپنا لیا۔

محمدؐ صاحب نے اس کے بعد کوشش کی کہ قریش سے صلح ہو جائے۔ انھوں نے کہلا بھیجا:—

"اے مکہ والو! تم فیصلہ چاہتے تھے تو وہ ہو گیا۔ اب اگر تم مسلمانوں پر حملہ

---

* Life of Mohammet, by Sir W. Muir, Vol. III, P. 122.

نہ کرو تو اچھا ہے لیکن اگر تم پھر حملہ کروگے تو ہمیں بھی لڑنا پڑیگا۔ اور تمہارے ساتھ کتنی بھی فوج ہو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔"

"........ اگر وہ اب حملہ نہ کریں تو اب تک جو کچھ ہو چکا سب معاف کر دیا جائیگا۔" (۸۔ ۱۹۔ ۳۸)

لیکن اسکا کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ قریش کی طرف سے دھاوے جاری رہے۔

بدر کی لڑائی کے بعد ہی ابوسفیان ۲۰۰ تیز گھوڑ سوار لیکر مکہ سے نکلا اور مدینہ سے تین میل ادھر دو مسلمانوں کو مار کر وہاں کی کھیتی کو برباد کر کھجور کے درختوں کو آگ لگا کر مدینہ والوں کے نکلنے سے پہلے پہلے واپس لوٹ گیا۔

اگلے سال تین ہزار آدمی لیکر ابو سفیان نے پھر مدینہ پر حملہ کیا۔ اس حملے کی غرض ان قریشیوں کا بدلہ لینا بتایا گیا۔ جو پچھلے سال بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے۔ قریش مدینے کے پاس آ پہنچے۔ قریب ایک ہزار آدمی لیکر محمدؐ صاحب مدینہ سے باہر آئے۔ احد کے میدان میں دونوں دلوں میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ محمدؐ صاحب کی فوج میں صرف دو گھوڑ سوار تھے اور قریش کی طرف دو سو۔ اس لڑائی میں ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ تینوں بری طرح گھائل ہوئے۔ خود محمدؐ صاحب کے پہلے ایک پتھر سے چوٹ لگی اور پھر ایک تیر آکر لگا۔ جس سے انکا ہونٹ کٹ گیا۔ اور آگے کا ایک دانت ٹوٹ گیا قریش کا پلہ بھاری رہا۔ لیکن وہ اتنے تھک گئے تھے کہ آگے نہ بڑھ سکے آس پاس لوٹ مار کر وہیں سے لوٹ گئے۔

احد کی لڑائی میں جو مسلمان قریش کے ہاتھ پڑ گئے تھے انھیں خوب تکلیفیں دی گئیں جن کا بیان کرنا بیکار ہے۔ مسلمانوں میں بدلے کی آگ بھڑکی۔

اس موقع پر قرآن میں آیت اتری :-

"اگر تم بدلہ لو تو جتنا نقصان تمھیں پہنچایا گیا ہے اتنا ہی بدلہ لو۔ لیکن اگر تم صبر کے ساتھ سہہ لو تو سچ مچ سہہ لینے والوں کے لئے سب سے اچھا ہے۔ اس لئے تم صبر کے ساتھ سہہ لو" (۱۶-۱۲۶-۱۲۸)

لڑائی کے بعد دشمن کے مردوں اور گھائلوں کے ناک کان کاٹ لینے کا جنگلی رواج ان دنوں یہودیوں، عیسائیوں اور سب لوگوں میں تھا۔ قریش نے بھی احد کی لڑائی کے بعد ایسا ہی کیا تھا۔ محمدؐ صاحب نے اپنے آدمیوں کو ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اور دھیرے دھیرے محمدؐ صاحب ہی کے حکم سے یہ رواج عرب سے ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا۔

قریش کی دشمنی اب اور زیادہ پکی ہو گئی۔ قریش نے مدینے سے باہر کے عرب کے دوسرے بڑے بڑے قبیلے کو اب محمدؐ صاحب کے خلاف بھڑکانا شروع کیا۔ کئی لڑائیاں ہوئیں۔ ان سب چھوٹی موٹی لڑائیوں کو بیان کرنا بیکار ہے۔ جتنی فوجیں مدینہ سے باہر بھیجی جاتی تھیں ان سب کے سرداروں کو محمدؐ صاحب کی طرف سے یہ کڑی ہدایتیں دی جاتی تھیں:-

کسی حال میں بھی دھوکے یا دغابازی سے کام نہ لینا اور نہ کبھی کسی بچے کی جان لینا۔"

"ہمیں جو جو نقصان پہنچائے جاویں انکا بدلہ لینے میں کبھی اپنے اپنے گھروں کے اندر رہنے والے بے گناہ لوگوں کو دکھ نہ دینا۔ کبھی عورتوں پر حملہ نہ کرنا۔ دودھ پیتے بچے اور بستر پر پڑے بیماروں کو کبھی ہاتھ نہ لگانا۔ بستی کے جو لوگ تم سے نہیں لڑتے ان کے گھروں کو کبھی نہ گرانا۔ لوگوں کی روٹی کمانے کے اوزاروں اور پھلدار درختوں کو برباد نہ کرنا۔ کھجور کے پیڑوں کو کبھی ہاتھ نہ لگانا کیونکہ ان کا سایہ لوگوں کے لئے مفید ہے۔ اور انکی ہریالی لوگوں کے دلوں کو خوش کرتی ہے۔"

قریش کے ساتھ اس کے بعد ایک بڑی لڑائی مارچ ۶۲۶ء میں ہوئی جو خندق کی لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ وہ لڑائی اس طرح ہوئی۔

قریش سردار ابوسفیان نے بنی غطفان اور دوسرے قبیلوں کو اپنی طرف ملا کر جن میں کئی یہودی قبیلے بھی تھے دس ہزار ہتھیار بند لوگوں کو لے کر مدینہ پر چڑھائی کی۔ خبر پاتے ہی محمدؐ صاحب نے شہر کے بچاؤ کی سوچی۔ ان کے ایک ایرانی ساتھی سلمان نے رائے دی کہ شہر کی چہار دیواری کے باہر ایک گہری کھائی کھود دی جاوے۔ جس سے دشمن آسانی سے اس پار نہ آ سکے۔ محمدؐ صاحب کے حکم سے کھائی کھدنے لگی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ محمدؐ صاحب بھی پھاوڑا اور ٹوکری لیکر

مٹی ڈھونے لگے اور اس طرح کے گیت گا گا کر لوگوں کی ہمت بڑھانے لگے:

"اے رب! تیرے بنا ہمیں کون سچا راستہ دکھاتا!

"اگر ہم خیرات کرتے ہوتے اور نہ تیری بندگی کرتے!

"تو ہی ہمیں شانتی دے اور لڑائی میں ہمارے قدموں کو مضبوط کر!

"کیونکہ وہ لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہمیں سچے راستہ سے ہٹانا چاہا، لیکن ہم نے صاف انکار کر دیا"

آخری ٹکڑے کو محمدؐ صاحب زیادہ زور سے گاتے تھے۔

کھائی ابھی پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ دشمن آ ٹوٹا۔ دس ہزار فوج کھائی کے اس پار اور تین ہزار اس پار۔ ۲۰ دن تک دونوں سے پتھروں اور تیروں کی بوچھار ہوتی رہی۔ بیس دن بعد کسی ایک جگہ جہاں کھائی کم چوڑی رہ گئی تھی دشمن کی کچھ فوج اس پار آ گئی۔ خوب گھماسان کی لڑائی ہوئی۔ کافی نقصان اٹھا کر دشمن کو پھر کھائی پار چلا جانا پڑا۔ سردی، مینہ، اور رسد کی کمی سے دشمنوں کو کافی نقصان ہوا۔ آخر پست اور لاچار ہو کر بچے ہوئے قریش مکہ کی طرف اور دوسرے قبیلوں والے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ قریش کا مدینہ پر یہ آخری حملہ تھا۔

اسلام کے کچھ اپدیش دینے والے

قریش کے خلاف اس جیت سے مدینہ کی نئی قومی سرکار اور محمدؐ صاحب دونوں کا اثر بڑھتا چلا گیا۔ اسلام کے پھیلنے میں بھی اس سے بہت مدد ملی۔ مدینے میں محمدؐ صاحب خود اپدیش دیتے تھے اور مدینہ سے باہر کیلئے ان دنوں ایک عام رواج یہ تھا کہ دور دور کے قبیلوں کے بڑے بڑے آدمی یا مکھیا محمدؐ صاحب سے ملنے مدینہ آتے تھے ان میں سے کئی مسلمان ہو کر لوٹتے تھے۔ پھر انھیں کو یا کبھی کبھی انکے ساتھ کچھ اور کو ان قبیلوں میں اپدیش کیلئے بھیج دیا جاتا تھا۔

ان الگ الگ قبیلوں کے جو لوگ محمدؐ صاحب سے ملنے آتے تھے۔ انکے ساتھ محمدؐ صاحب کا سلوک اتنا اچھا اور پریم کا ہوتا تھا۔ ان کی شکایتوں کی طرف وہ اتنی اچھی طرح دھیان دیتے تھے اور ان کی آپسی جھگڑوں کو اتنی خوبصورتی سے طے کر دیتے تھے کہ اس سے محمدؐ صاحب کا نام ہوتا تھا اور

اسلام سے لوگوں کا پریم بڑھتا تھا۔[۱]

الگ الگ قبیلوں میں اسلام کیسے پھیلا اور کہیں کہیں کیسی دقتیں ہوئیں اس کی کچھ مثالیں نیچے دی جاتی ہیں۔

(۱) ۴ ہجری (۶۲۵ء) میں نجد علاقہ کے بنو امیر قبیلے کے سردار کے کہنے پر ۴۰ مسلمان مدینہ سے بنو امیر قبیلے میں اسلام پھیلانے کے لئے بھیجے گئے۔ ان چالیس میں سے ۳۰ وہاں دغا دے کر مار ڈالے گئے۔ دو زخمی واپس مدینہ پہنچے۔

(۲) ۵ ہجری میں ضمام نامی ایک بدو سردار اچانک محمدؐ صاحب کے پاس پہنچا۔ اس نے ان سے اسلام کے بارے میں بہت سے سوال پوچھے۔ آخر وہ مسلمان ہو کر لوٹا اور اس نے اپنے قبیلے والوں میں اسلام کو پھیلایا۔

(۳) مدینہ اور لال سمندر کے بیچ میں [illegible] ایک قبیلہ رہتا تھا۔ اس کا ایک خاص مندر تھا۔ مندر میں [illegible] تھیں۔ عمر وہاں کا پوجاری تھا۔ اسے آکر محمدؐ صاحب سے ملنے کی سوجھی۔ محمدؐ صاحب مکہ میں تھے۔ عمر پڑھا لکھا اور شاعر تھا۔ وہ [illegible] آیا۔ محمدؐ صاحب سے بات چیت کے بعد اس نے نئے دھرم کو اپنا لیا۔ اپنے قبیلہ میں جا کر محمدؐ صاحب کے حکم سے اس نے نئے دھرم کا اپدیش شروع کیا۔

1 Muir, (2) Vol IV, PP. 107-8.

اس کا اثر اتنا اچھا پڑا کہ تھوڑے ہی دنوں میں اُس قبیلے میں صرف ایک آدمی رہ گیا جس نے اس کی بات نہ مانی اور جو اپنے پرانے وچاروں پر اڑا رہا۔ باقی سب لوگ مسلمان ہو گئے (ابن سعد ۱۱۹)

(۴) سنہ ۶ ہجری میں محمدؐ صاحب کی مکہ والوں سے صلح ہو گئی۔ اس صلح کا ذکر آگے چلکر کیا جاویگا۔ یہاں پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس صلح سے اسلام کے پھیلنے میں اور بھی مدد ملی۔ مکہ کے بہت سے لوگ جو کچھ سال پہلے اپنے شہر میں محمدؐ صاحب کے اپدیش سن چکے تھے اور قریش کے ڈر سے رکے ہوئے تھے اس صلح کے بعد مدینہ پہنچ کر نیا دھرم اپنانے لگے۔

خاصکر مکہ سے دکھن کے علاقوں میں اسلام پھیلنے کے لئے تبھی سے راستہ کھل گیا۔

(۵) یمن کے اتر کی پہاڑیوں میں دوس قبیلہ رہتا تھا۔ اس قبیلے کے کچھ لوگ محمدؐ صاحب کے پہلے سے ہی کسی نئے اور زیادہ اونچے دھرم کی کھوج میں تھے۔ محمدؐ صاحب کے اپدیشوں کی خبر سن کر دوس قبیلے کا سردار طفیل محمدؐ صاحب سے ملنے مکہ آیا۔ وہ شاعر بھی تھا۔

اس نے کچھ اپنی شاعری محمدؐ صاحب کو سنائی۔ محمدؐ صاحب نے اسے قرآن کی کچھ سورتیں سنائیں۔ طفیل کو نیا دھرم پسند آیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ محمدؐ صاحب کی اجازت سے اس نے اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا کر اسلام کو

پھیلانا شروع کیا۔ لیکن سوائے اس کے باپ۔ اس کی بی بی اور اس کے کچھ دوستوں کے کسی نے اس کی نہ مانی۔ طفیل محمد صاحب کے پاس آیا۔ محمد صاحب نے اسے صبر، دھیرج اور پریم سے کام لینے اور اور اپنا کام جاری رکھنے کی صلاح دی۔ وہ پھر لوٹ گیا۔ اس بار ایک اور ساتھی نے اسے مدد دی۔ یہ لوگ گھر گھر جاتے تھے۔ اور نئے دھرم کے اصول سمجھاتے تھے۔ اسی طرح دھیرے دھیرے اس قبیلے کے تھوڑے تھوڑے لوگ اسلام دھرم اپناتے جا رہے تھے۔ طفیل اور اس کے ساتھیوں نے اپنا کام جاری رکھا۔ آخر سنہ ۸ ھ تک یعنی قریب دس برس کے اندر اس قبیلے کے سارے لوگوں نے نئے دھرم کو اپنا لیا۔ یہ لوگ مسلمان ہونے سے پہلے لکڑی کے ایک لٹھے کو اپنے قبیلے کا دیوتا مان کر اسی کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اب وہ سب ایک نراکار ایشور کی پوجا کرنے لگے جو ساری دنیا کا مالک ہے۔ جب قبیلہ بھر میں کوئی آدمی بھی اس لکڑی کے دیوتا کا پوجنے والا نہ رہا۔ تو قبیلے کے سردار طفیل نے اسے سب کے سامنے لا کر اس میں آگ لگا دی۔

اسی عرصہ کے اندر اسی طرح ۱۱۵ اور قبیلوں نے اسلام کو اپنایا۔

(۶) طائف شہر کا ایک سردار عروہ محمد صاحب سے ملنے مدینہ آیا۔ اس نے اسلام دھرم اپنا لیا۔ وہ بہت جوشیلا تھا۔ اس نے محمد صاحب سے اجازت چاہی کہ میں اپنے شہر جا کر اسلام کو پھیلاؤں۔ محمد صاحب نے پہلے اسے منع کیا۔ پھر اس کے ضد کرنے پر اجازت دیدی۔ وہ طائف گیا طائف

پرانے وچاروں کا خاص گڑھ تھا۔ اس نے کھلے طور پر مورتی پوجا کی برائیاں کیں۔ ایک دن جب وہ کھڑا اپدیش دے رہا تھا ایک تیر اُسے آکر لگا۔ عروہ نے ایشور کو سراہا اور وہ وہیں شہید ہو گیا۔

(۷) محمدؐ صاحب نے یمن کے تین بڑے بڑے سرداروں کے نام ایک خط لکھا۔ اس خط میں انھوں نے بڑے اچھے اور پریم کے شبدوں میں انھیں اسلام اپنانے کو کہا۔ یہ خط محمدؐ صاحب نے ایاس نامی ایک آدمی کے ہاتھ بھیجا۔ ایاس جب مدینہ سے چلنے لگا تو محمدؐ صاحب نے اُسے یوں سمجھایا۔

"جب تم ان کے شہر تک پہنچ جاؤ تو رات کو شہر کے اندر مت جانا۔ صبح تک باہر ہی ٹھہرنا۔ پھر صبح کو اچھی طرح نہانا اور دو رکعت نماز پڑھنا اور اللہ سے دُعا مانگنا کہ تمہاری مراد پوری ہو۔ لوگ تمہیں محبّت سے ملیں اور تم ہر طرح کی آفت سے بچے رہو۔ پھر میرا خط اپنے داہنے ہاتھ میں لینا۔ اپنے داہنے ہاتھ سے اُسے ان کے داہنے ہاتھوں میں دینا وہ اُسے لے لیں گے۔ پھر انھیں قرآن کا ۹۸ واں سورۃ پڑھ کر سنانا۔ جب سنا چکو تو کہنا "محمدؐ نے اس پر وشواش کیا ہے اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں سے سب سے پہلے میں نے وشواش کیا ہے۔ اسکے بعد تم ان کے ہر سوال کا جواب دے سکو گے اور جو بھی وہ تمہارے خلاف کہیں گے ان کی بات پھیکی پڑ جائیگی جو وہ کسی بدیشی بولی میں بات کریں، بدیشی بولی میں کوئی حوالہ دیں تو کہنا

اس کا ترجمہ کر دو۔ اور ان سے کہنا میرے لئے ایک اللہ بس ہے۔ میں اللہ کی کتاب میں بشواش کرتا ہوں۔ مجھے انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ ہمارا اور تمہارا سب کا مالک ہے۔ ہمیں اپنے کاموں کا پھل ملے گا۔ اور تمھیں تمھارے کاموں کا پھل ملے گا۔ ہم میں اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اللہ ہم سب کو ملا دیگا۔ ہم سب کو اسی کے پاس جانا ہے'۔ اس کے بعد اگر وہ سب کے سب اسلام اپنا لیں تو ان سے وہ تین چھڑیاں مانگنا جس کے سامنے وہ جمع ہو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ ان میں سے ایک چھڑی سفید اور پیلے دھبوں والی چھاؤ کی ہے۔ دوسری بید کی طرح گانٹھ گٹھیل ہے اور تیسری آبنوس کی طرح کالی ہے۔ ان چھڑیوں کو بازار میں لاکر سب کے سامنے جلا دینا''۔

ایاس لکھتا ہے:-

"میں گیا۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب میں وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ سب لوگ کسی تیوہار کے لئے اچھے اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں ان سے ملنے کے لئے بڑھا۔ آخر میں تین دروازوں پر پہنچا جن کے سامنے تین بڑے بڑے پردے پڑے تھے۔ میں بیچ کے دروازے کا پردہ اٹھا کر اندر گیا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ اس مکان کے صحن میں جمع تھے۔ میں نے ان سے جاکر کہا کہ میں اللہ کے پیغمبر کا سندیشہ لایا ہوں۔ اس کے بعد مجھے جس طرح کہا گیا تھا میں نے ویسا ہی کیا۔ ان لوگوں نے میری باتوں کو دھیان

سے سنا اور آخیر میں جیسا پیغمبر نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔" (ابن سعاد ۵۶)

پھڑیوں کے جلانے کی اجازت صرف اس صورت میں دی گئی تھی۔ جبکہ اس قبیلے میں ایک بھی آدمی ان کا پوجنے والا نہ رہے۔ اس معاملہ میں ٹھیک یہی برتاؤ محمدؐ صاحب اور ان کے ساتھیوں کا اور سب جگہ ہوتا تھا۔

قرآن کے جس ۹۸ ویں سورے کا اوپر ذکر ہے اس کی خاص آیت یہ ہے:-

"ان کو سوائے اس کے اور کچھ حکم نہیں دیا گیا کہ وہ سچائی کے ساتھ ایک ایشور کی پوجا کریں، اسی کا حکم مانیں، سچے اور ایماندار رہیں، ایشور سے دعا مانگتے رہیں اور غریبوں کو دان دیتے رہیں۔ یہی سچا اور پکا دھرم ہے۔" (۹۸-۵)

(۸) یمن میں سب سے بڑا قبیلہ ہمدان نامی کا تھا۔ اس قبیلے کے لوگوں میں جب اس نئے مذہب کی خبریں پہنچی تو انھوں نے اپنے آمر نامی ایک آدمی کو مکہ بھیجا۔ امیر مکہ میں جو محمدؐ صاحب سے ملا اور مسلمان ہو کر اپنے گھر لوٹا۔ مدینہ پہنچنے کے کچھ دنوں بعد محمدؐ صاحب نے خالد کو اس قبیلے میں اسلام کا اپدیش دینے کے لئے بھیجا۔ خالد کچھ زیادہ نہ کر سکا۔ وہ چھ مہینے بعد مدینہ لوٹ آیا۔ اس کے بعد محمدؐ صاحب نے خالد کی جگہ علی کو وہاں بھیجا۔ دھیرے دھیرے کچھ برس کے اندر ہمدان قبیلہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ (بخاری)

(۹) یمن ہی میں ایران کے بھی کچھ لوگ آباد تھے۔ ۱۰ھ میں محمدؐ صاحب نے برزن تخلیس نامی ایک آدمی کو ان میں اپدیش دینے کے لئے بھیجا۔

(۱۰) اس کے بعد محمدؐ صاحب نے معاذ اور موسیٰ نام کے دو آدمیوں کو

یمن کے ایک ایک ضلع میں جانے اور اپدیش دینے کے لئے بھیجا اور چلتے وقت ان سے یہ کہا:-

"اپنا کام نرمی سے کرنا کسی سے ہرگز سختی نہ کرنا۔ لوگوں کے دلوں کو خوش رکھنا۔ تم سے کسی کو نفرت نہ ہو پاوے۔ مل جل کر کام کرنا۔ لوگوں کو یہ سمجھانا کہ کہ ایک خدا ہی سب کا ایشور ہے اور اسی کی سب کو پوجا کرنا چاہیے۔ پھر انھیں دان کا مطلب سمجھانا۔ وہ یہ کہ تم میں جو مالدار ہیں ان سے لے کر جو غریب ہیں ان کو دینا۔ جب وہ دان دیں تو ان سے چن کر اچھی اچھی چیزیں نہ لینا۔ جس آدمی کے اوپر کسی طرح کا بھی ظلم یا زیادتی کی جاتی ہے اس کی آہ سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ اس کی آہ کے اور پرماتما کے بیچ میں کوئی پردہ نہیں ہے۔" (بخاری)

اسلام کے ان اپدیشوں سے پرانے قبیلے اور ان کی طاقت ٹوٹتی چلی گئی اور ان کی جگہ ایک زبردست اور بہت بڑی برادری، ایک نئی قوم بنتی جن سے صدیوں کے لڑائی جھگڑے ختم ہو کر دیش بھر میں امن و امان کی صورتیں دکھائی دینے لگیں۔

جو لوگ اب اپنے پرانے قبیلوں کے بیچ کے جھگڑوں اور بدلہ لینے کا محمد صاحب سے آکر ذکر کرتے تھے انھیں ہمیشہ قرآن کی یہ آئتیں سنا دیے گئے:-

"برائی کا بدلہ بھلائی سے دو۔" (۲۳-۹۶)

"اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم کو معاف کر دے تو تمہیں چاہئے کہ تم دوسروں کے قصوروں کو معاف کر دو اور انہیں بھول جاؤ۔ اللہ معاف کرنے والا اور دیاوان ہے۔" (۲۴-۲۲)

"زمین اور آسمان سے بڑھ کر بڑی جنت (سورگ) ان لوگوں کے لئے تیار ہے جو برائی سے بچتے ہیں، جو غریبی میں اور امیری میں دونوں میں خیرات دان دیتے ہیں۔ اللہ انہیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں پر احسان کرتے ہیں۔ (۳-۱۳۲-۱۳۳)

دیش دروہ کی سزا

مدینہ میں اور اس کے آس پاس کچھ یہودی قبیلے رہتے تھے۔ جہاں تک پتہ چلتا ہے یہ لوگ کئی سو برس پہلے روم کے سمراٹ ہرابن کے زمانہ میں روم کے ظلموں سے لاچار ہوکر اپنے ملک فلسطین سے بھاگ کر عرب میں آکر بسے تھے۔ یہ لوگ محمدؐ صاحب کو اتنی جلدی اپنا دھرم گرو یا سردار ماننے کو تیار نہ ہو سکتے تھے جتنی جلدی عرب کے اور قبیلے۔ اس کی ایک صاف وجہ یہ تھی کہ عربوں میں اس سے پہلے کبھی کوئی پیغمبر نہ ہوا تھا لیکن یہودیوں میں حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت موسیٰ تک بہت سے پیغمبر ہو چکے تھے۔ اس لئے یہودی اتنی آسانی سے کسی نئے آدمی کو اور وہ بھی ایک عرب کو پیغمبر ماننے کو تیار نہ تھے۔ اور راج کاج میں انھیں اپنا راجہ یا سردار ماننے میں بھی اپنی ہیٹی سمجھتے تھے۔

محمد صاحب نے مدینہ آتے ہی ان یہودیوں کے ساتھ صلح سے رہنے کی بہت کوششیں کیں لیکن ان پر زیادہ اثر نہ ہوا۔ کچھ یہودی کبھی کبھی اندر ہی اندر قریشیوں سے مل کر دغا کی سوچتے رہتے تھے۔ ان میں سے کچھ نے خندق کی لڑائی میں عین اس وقت قریش کے ساتھ مل جانے کی کوشش کی تھی اور کچھ نے اندر ہی اندر انھیں مدد بھی دی تھی۔

مشہور اتہاسکار (مورخ) لین پول لکھتا ہے:۔

"......... یہودیوں نے اسلام کو برا کہنا۔ اس کی ہنسی اڑانا اور جس طرح انھیں سوجھ سکا اسی طرح اسلام کے پیغمبر کو دق کرنا شروع کیا۔ .... اس میں شک نہیں کہ جب تک دیا کی جا سکتی تھی تب تک محمد صاحب نے ان کے ساتھ دیا کا سلوک کیا۔ انھوں نے انکے ساتھ ایک سمجھوتا کر لیا تھا جس میں مسلمانوں اور یہودیوں سب کے الگ الگ حق طے کر دیئے گئے تھے انھیں اپنے دھرم کے پالن کی پوری آزادی تھی۔ سمجھوتے میں جتنے لوگ شامل تھے ان سب کو حفاظت کا وچن دیدیا گیا تھا اور ان کا ڈر دور کر دیا گیا تھا۔ کسی پر بھی باہر سے کوئی حملہ کرے تو اس کی مدد کرنا سب کا دھرم ٹھہرایا گیا تھا۔

"اتنے سے بھی یہودیوں کی تسلی نہ ہوئی۔ انھوں نے بلا وجہ چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ .... ان لوگوں نے مدینہ کے راج کے خلاف چھپ چھپ کر گٹھ بندیاں کیں۔ محمد صاحب صرف اسلام دھرم کے چلانے

والے ہی نہ تھے وہ مدینہ کے بادشاہ بھی تھے اور شہر کے امن وامان کیلئے ذمہ دار تھے۔ پیغمبر کی حیثیت سے وہ یہودیوں کے ان حملوں کو ٹال سکتے تھے پر شہر کے حاکم کی حیثیت سے ایسے دنوں میں جبکہ لگاتار لڑائیاں ہو رہی تھیں محمدؐ صاحب دغا کی طرف سے بے پرواہ نہ ہو سکتے تھے۔ ایک ایسے دل کو دبانا جس کی مدد سے دشمن کی فوجیں کبھی بھی نگر کو لوٹ سکتی تھیں اور ایک بار قریب قریب لوٹ ہی لیا تھا۔ اپنی ساری پرجا کی طرف محمدؐ صاحب کا دھرم تھا۔

"قریب آدھے درجن یہودیوں کو جو اپنی زبادتیوں کے لئے اور مدینہ کے دشمنوں تک خبریں پہنچانے کے لئے مشہور تھے۔ موت کی سزا دی گئی۔ تین یہودی قبیلوں میں سے دو کو جو اس سے پہلے دیش نکالے کی سزا پاکر ہی باہر سے وہاں آئے تھے پھر بھی سزا دی گئی۔......

"جو سزائیں قبیلوں کو دی گئی اس میں دیش نکالے کی سزا جو دو قبیلوں کو دی گئی کافی نرم تھی۔ یہ لوگ بغاوت کرتے رہتے تھے۔ مدینہ کے لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑاتے رہتے تھے۔ آخیر میں ایک بار کچھ جھگڑا ہوا۔ شہر میں بلوہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے ایک قبیلہ کو دیش سے نکال دیا گیا۔ اسی طرح سرکاری حکموں کو نہ ماننے، دشمنوں سے مل جانے اور خود پیغمبر کی ہتیا کے لئے گٹھ بندی کرنے کے الزام میں دوسرے قبیلے کو دیش نکالے کی سزا دی گئی۔ ان دو قبیلوں نے پچھلے سمجھوتے کی شرطوں کو توڑا تھا اور محمدؐ صاحب اور ان کے دھرم دونوں کی ہنسی اڑانے اور

انھیں مٹانے کی ہر طرح کوششیں کی تھی۔ سوال صرف یہ ہے۔ کہ جو سزا انھیں دی گئی اس میں ضرورت سے زیادہ نرمی تھی یا نہیں ٭

جن دو قبیلوں کو دیش نکال دیا گیا انھیں صرف یہ حکم تھا کہ سوائے ہتھیاروں کے اپنا باقی سب مال اسباب اپنے ساتھ لیجاؤ اور مدینہ ران سے باہر جہاں چاہو جاؤ ٭

ان یہودیوں کی ان دنوں یہ حالت تھی کہ ایک بار کچھ یہودیوں نے محمد صاحب سے آکر کہا کہ ہمارا قبیلہ اسلام دھرم اپنانا چاہتا ہے سمجھانے کے لئے کچھ آدمی ہمارے ساتھ بھیج دیجئے چھ آدمی ان کے کہنے پر ان کے ساتھ دیئے گئے۔ راستہ میں جب یہ چھ مسلمان ایک نالے کے کنارے آرام کر رہے تھے ساتھ والے یہودی اچانک ان پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے چار کو انھوں نے وہیں مار ڈالا اور باقی دو کو مکہ لیجا کر قریش کے حوالے کر دیا۔ جہاں وہ اور بھی بیدردی کے ساتھ مار ڈالے گئے۔

ایک دوسری بار کچھ یہودیوں نے آکر اپنے کو مسلمان بتایا۔ اور کہا کہ کسی دشمن نے ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہماری مدد کے لئے آدمی دیجئے۔ ۰ آدمی ترت ان کے ساتھ بھیج دیئے گئے۔ راستہ میں ایک ندی کے کنارے ان میں ۶۹ کو اسی طرح دغا دے کر مار ڈالا گیا۔

٭ Stanley Lane Pool in his Introduction to E. W. Lane's Selections from the Quran.

٭ Life of Muhammad, by Mirza Abul Fazl.

ایک بار ایک یہودی قبیلے نے محمدؐ صاحب کی دعوت کی دیوار سے پیٹھ لگائے
محمدؐ صاحب بے کھٹکے کھانا کھا رہے تھے اور چال یہ تھی کہ اوپر سے ایک بھاری
چکّی کا پاٹ اچانک ان کے اوپر اس طرح لڑھکا دیا جائے کہ وہ وہیں ختم
ہو جائیں۔ پر ٹھیک وقت پر اس چال بازی کا پتہ چل گیا۔ محمدؐ صاحب
بچ گئے۔

وہی اتہاس کار اس کے بعد لکھتا ہے:۔

"تیسری قبیلے کی آگے کے لئے ایک ڈرانے والی مثال قائم کی گئی۔
فیصلہ محمدؐ صاحب کا دیا ہوا نہیں تھا۔ بلکہ ایک پنچ کا دیا ہوا تھا۔ جسے
یہودیوں نے خود اپنی طرف سے ایک پنچ بنایا تھا۔ جب قریش اور انکے
ساتھیوں نے مدینہ کو گھیر رکھا تھا اور شہر کی دیواروں کو قریب قریب
توڑ ڈالا تھا۔ اس وقت اس یہودی قبیلے والوں نے دشمن سے مل کر
گٹھ بندی شروع کی۔ پیغمبر کی ہوشیاری سے بات کھل گئی اور چال [illegible]
جب دشمن ہار کر لوٹ گیا۔ تو جیسا چاہیے محمدؐ صاحب نے یہودیوں سے جواب
طلب کیا۔ انھوں نے جواب دینے سے انکار کیا۔ انھیں گھیر لیا گیا۔ لاچار
ہو کر انھوں نے ہار مان لی۔ ان کی پرارتھنا پر محمدؐ صاحب نے اس بات کو
مان لیا کہ ایک ایسے قبیلے کا سردار جس کا یہودیوں کے ساتھ میل ملاپ تھا
ان کے لئے سزا طے کرے ...... اس آدمی نے یہ فیصلہ دیا کہ باغی یہودیوں
کے کل یہودی مرد جن کی تعداد قریب ۷۰۰ تھی قتل کر دیئے جاویں اور

عورتیں اور بچے غلام بنا لئے جاویں ......۔

"فیصلہ سخت اور خونی تھا۔ لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ان لوگوں کا قصور راج کے خلاف گٹھ بندی اور دغا کرنا تھا اور وہ جبکہ دشمن نے نگر کو گھیر رکھا تھا۔ جن لوگوں نے اتہاس میں پڑھ رکھا ہے کہ ڈیوک آف ولنگٹن کے کوچ کا سارا راستہ اسی سے پہچانا جا سکتا تھا کہ راستہ پر درختوں کے اوپر فوج کو چھوڑ بھاگنے والوں اور لوٹنے والوں کی لاشیں لٹکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ انھیں ایک دیش سے دغا کرنے والے قبیلے کے اس طرح مار ڈالے جانے پر اچرج نہیں ہونا چاہیے"۔ ✻

مرزا ابو الفضل نے لکھا ہے کہ خود یہودیوں میں لڑائی کے جو قاعدے تھے یہ فیصلہ اُن قاعدوں کے اندر تھا لیکن محمدؐ صاحب نے عورتوں اور بچوں کے ساتھ اس سختی کی اجازت نہ دی اور "بعد میں سب عورتوں اور بچوں کو آزاد کر دیا گیا ..... کسی ایک کو بھی غلام بنا کر نہیں بیچا گیا"۔ "جن ۶۰۰ مردوں کو موت کی سزا سنائی گئی تھی ان میں سے بھی محمدؐ صاحب نے ۴۰۰ کو معاف کر دیا صرف دو سو ہی کو یہ سزا دی گئی"۔

یہی محمدؐ صاحب کی زندگی کا سب سے سخت کام گنا جاتا ہے۔

✻ Stanley Lane Pool in his Introduction to "Selections from the Quran," by E. W. Lane.

مکّہ کی پہلی یاترا

مکّہ سے آئے ہوئے مسلمانوں کو اپنی جنم بھومی چھوڑے چھ سال ہو چکے تھے۔ ان میں سے بہتوں کے بال بچّے ابھی تک مکّہ میں تھے۔ قرآن میں ذکر آتا ہے کہ ان کے بال بچّوں کے ساتھ قریش کی زیادتیوں کی خبریں محمّد صاحب کے کانوں تک برابر پہنچتی رہتی تھیں۔ محمّد صاحب کی عمر اب قریب ۶۰ سال کی تھی۔ ظاہر تھا کہ جب تک مکّہ اور مدینہ میں دو زبردست طاقتیں ایک دوسرے کی دشمن بنی رہیں گی تب تک عرب میں امن و شانتی نہیں رہ سکتی تھی۔ محمّد صاحب شروع سے ہی جتنے بے چین عربوں کے بچاروں کو سدھارنے کے لئے تھے اتنے ہی یا اس سے بھی زیادہ بے چین سارے عرب کو "ایک قوم" دیکھنے کے لئے تھے۔ بنا اسکے عرب کا آزاد اور سکھی رہ سکنا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ کعبہ کے ساتھ مسلمانوں کو بھی ویسا ہی پریم

تھا جیسا پرانے خیال کے عربوں کو۔ کعبہ کی بنیاد ڈالنے والے حضرت ابراہیم کو مسلمان پیغمبر مانتے تھے۔ محمدؐ صاحب دنیا بھر کے بڑے سے بڑے اور پرانے سے پرانے تیرتھوں میں گنے جانے والے کعبہ کے اس تیرتھ کے ڈرشن کو اور اس کی یاترا کی قدر کو بھی خوب سمجھتے تھے۔ حج کے دنوں میں دوسرے عربوں کی طرح مسلمانوں کو بھی کعبے کی یاترا کا حق تھا۔ محمدؐ صاحب نے شانتی کے ساتھ بنا لڑے اور بنا ہتھیار اٹھائے آج کل کے شبدوں میں "اہنسا تمک ستیاگرہ" کے ذریعہ اپنے اس حق کو کام میں لانے اور اسی کے ذریعہ مکہ والوں اور مدینہ والوں کو ایک پریم ڈوری میں باندھنے کا فیصلہ کیا۔

محمدؐ صاحب نے مکہ کی یاترا کا ارادہ کیا۔ ٹھیک حج کے مہینہ میں جبکہ عربوں کی تمام آپس کی لڑائیاں بند ہو جاتی تھیں ... ۱۴۰۰ آدمیوں کے ساتھ محمدؐ صاحب مکہ حج کے لئے چلے۔ چلنے سے پہلے یہ حکم دیدیا کہ کوئی شخص ہتھیار باندھ کر نہ آئے۔" (شبلی) لڑائی کے خاص ہتھیار تیر کمان یا بھالا ایک بھی کسی کے پاس نہ تھا۔ اس پر بھی مکہ والوں کی پوری تسلی کے لئے سب نے حج کے وہ کپڑے (احرام) پہنے جنھیں پہن کر آدمی کسی چیونٹی کو بھی نہیں مار سکتا اور نہ پتہ توڑ سکتا ہے راستہ سے آدمی بھیج کر محمدؐ صاحب نے قریش سے حج کی اجازت مانگی۔ قریش نے انکار کر دیا۔ اور ایک ہتھیار بند فوج نہتے مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے کھڑی کر دی۔

محمدؐ صاحب سب کو لیکر آگے بڑھے۔ اسی قریشیوں کے ایک دل نے ان پر

حملہ کیا اور خود محمدؐ صاحب پر تیر چلائے۔ مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی۔ انھوں نے ان ۸۰ قریش کو زندہ پکڑ کر محمدؐ صاحب کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ محمدؐ صاحب نے ان سب کو معاف کر دیا اور اس وعدہ پر چھوڑ دیا کہ "تم دوبارہ مسلمانوں کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائیں"۔ اس موقع پر محمدؐ صاحب اور اُن کے ساتھیوں کا سارا برتاؤ سچے "ستیاگرہیوں" کا سا تھا۔ ۱۴۰۰ آدمی بنا کسی طرح کے ہتھیار کے اور بنا دوسرے پر ہاتھ اٹھا اپنے حق کے لئے ڈٹے تھے۔ قریش پر اس کا گہرا اثر پڑا۔

حُدیبیہ کی صُلح

دونوں طرف کے خاص خاص لوگ جمع ہوئے۔ صلح کی شرطیں لکھی جانے لگی۔ محمدؐ صاحب بولتے جاتے تھے اور علیؓ لکھتے جاتے تھے "اللہ کے نام پر۔ جو رحمان اور رحیم ہے"۔ قریش نے روک دیا۔ اور لکھایا "اللہ تیرے نام پر"۔ محمدؐ صاحب نے مان لیا۔ پھر شروع کیا "محمدؐ اللہ کے رسول کی طرف سے" قریش نے پھر روکا اور لکھایا "عبداللہ کے بیٹے محمدؐ کی طرف سے"۔ محمدؐ صاحب نے پھر تُرنت مان لیا اور اپنے ہاتھ سے کاٹ کر ٹھیک کر دیا۔ خاص شرطیں یہ طے پائیں :۔

(۱) قریش میں سے کوئی اگر بنا اپنے بڑوں یا سرداروں سے پوچھے محمدؐ کے پاس جائیگا تو اُسے قریش کے پاس واپس لوٹا دیا جائے گا۔

(۲) مسلمانوں میں سے جو کوئی مکّہ والوں کے پاس چلا جائے گا وہ

وہ واپس نہ کیا جائے گا۔
(۳) ہر قبیلہ کو آزادی ہوگی کہ وہ قریش یا محمدؐ جس سے چاہے مل کر رہے۔
(۴) اس بار مسلمان بنا حج کے وہیں سے واپس مدینہ لوٹ جائیں۔
(۵) اگلے دس سال تک قریش اور مسلمانوں میں لڑائیاں بند رہیں۔
(۶) اگلے سال مسلمانوں کو حج کے لیے مکّہ آنے اور تین دن تک مکہ میں رہنے کی اجازت ہوگی۔

قریش اور محمدؐ صاحب کے بیچ کی یہ صُلح "حدیبیہ کی صلح" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی آخری دونوں شرطیں محمدؐ صاحب کی تسلّی کے لئے کافی تھیں۔

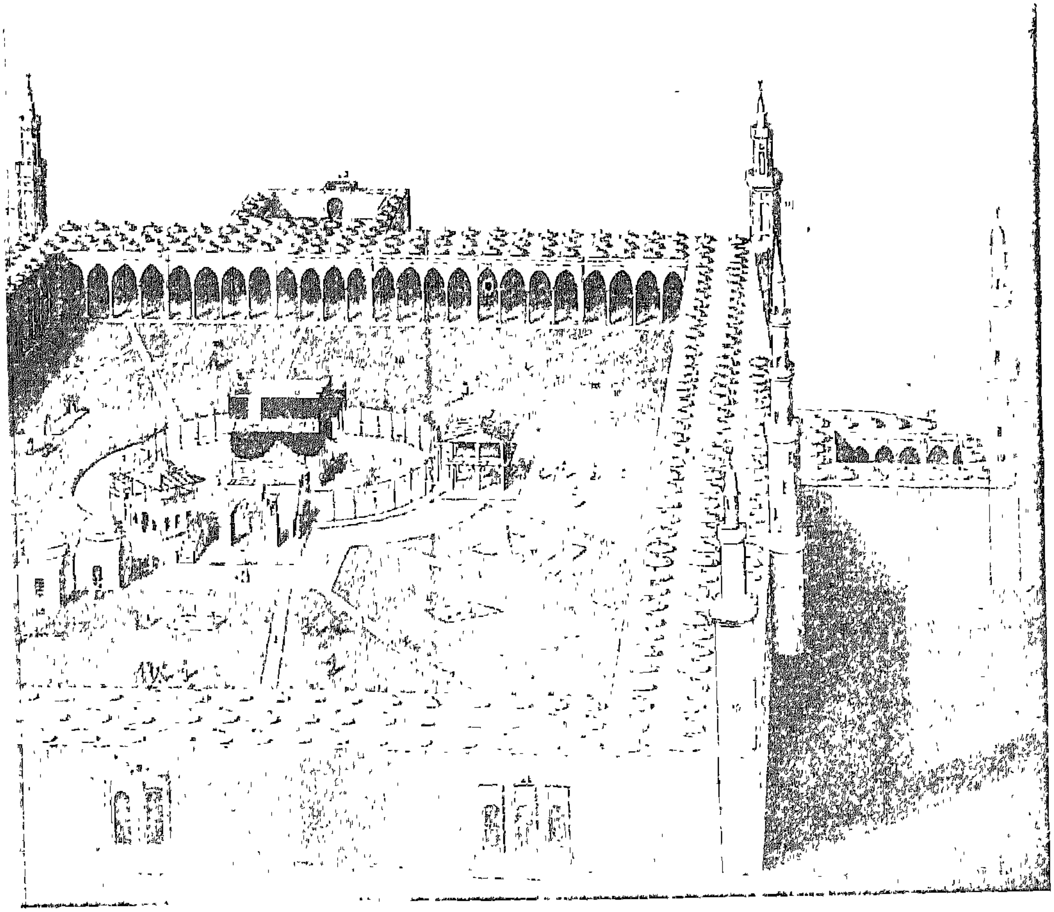
محمدؐ صاحب نے سچّائی کے ساتھ اس صلح کی شرطوں پر عمل کیا۔ ایک نوجوان قریش لڑکا محمدؐ صاحب کے پاس پہنچا۔ وہ اپنے کو مسلمان کہتا تھا۔ اس نے محمدؐ صاحب کے ساتھ رہنا چاہا۔ لڑکے کے باپ نے آکر محمدؐ صاحب کو صلح کی شرطوں کی یاد دلائی۔ محمدؐ صاحب نے لڑکے کو باپ کے ساتھ واپس جانے پر مجبور کیا۔ اور اُسے دُکھی دیکھکر تسلّی دیتے ہوئے کہا "صبر کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ تمھارے اور تمھارے جیسے دوسروں کے چھٹکارے کا وہ ضرور کوئی نہ کوئی راستہ نکالے گا۔"
اسی طرح کی اور بھی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ مکہ میں ایسے لوگ بڑھتے جاتے تھے جن کے دل محمدؐ صاحب کے ساتھ تھے۔ پر جو قریش کے ڈر کے مارے

محمدؐ صاحب کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے۔

پھر بھی حدیبیہ کی صلح سے محمدؐ صاحب کا اثر صاف بڑھا۔

مکّہ کی دُوسری یاترا

ایک سال بیتنے پر جیسا طے ہو چکا تھا مسلمانوں کے مکّہ جانے کا وقت آگیا
سنہ ۶۲۹ء میں دُو ہزار (۲۰۰۰) مسلمانوں کو ساتھ لے کر کعبہ حج کے لئے
محمدؐ صاحب پیغمبر مکّہ کیطرف چلے پھر کوئی ہتھیار ان دو ہزار میں سے کسی کے پاس
نہ تھا۔ ان کے کپڑے حاجیوں کے کپڑے تھے۔ ان میں جو لوگ سات سال
سے اپنے گھروں سے نکلنے تھے مکّہ پہنچتے ہی ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔
سچ مچ مکّہ کی گھاٹی میں جو چیز اُس وقت دیکھنے کو ملی وہ دُنیا کے اتہاس
(تاریخ) میں انوکھی تھی۔ مکّہ کے سب چھوٹے بڑے لوگوں نے تین دن کے
لئے اُس پرانے شہر کو خالی کر دیا۔ ہر گھر سونا پڑا تھا۔ جب وہ چلے گئے۔ تو
اپنوں سے بچھڑے مسلمان جو برسوں اپنے گھروں سے دُور رہ چکے تھے۔
ایک بہت بڑی تعداد میں اپنے نئے ساتھیوں کو لیکر پھر اپنے بچپن کے خالی



مکہ میں بیت اللہ (کعبہ)

[نیچے کی عمارت میں بائیں کونے پر جہاں (a) کا نشان ہے متبرک سنگ اسود (کالا پتھر) ہے اور جہاں (

گھروں میں آئے اور تھوڑے سے وقت میں انھوں نے حج کی رسمیں پوری کیں۔ مکّہ والے چاروں طرف کی پہاڑیوں پر چھیوں میں یا گھاٹیوں کے سایہ میں جمع ہوگئے اور ابو قبیس کی اونچی پہاڑی پر سے نیچے کے یاتریوں کو اپنے پیغمبر کے ساتھ ساتھ کعبہ کے چاروں طرف چکّر لگاتے (پھیرکرنا یا طواف کرتے) اور جیسا پرانا رواج تھا۔ صفا اور مروا کی پہاڑیوں کے بیچ تیزی سے دوڑتے ہوئے دیکھتے رہے۔ وہ بڑی شوق کے ساتھ اتنی دور سے ہر آدمی کے چہرہ کو دیکھتے تھے اس اُمّید میں کہ ہوسکتا ہے کہ ان یاتریوں میں اُنھیں کسی پرانے کھوئے ہوئے رشتہ دار یا ساتھی کا چہرہ دکھائی دے جاوے۔ بچّے کے پیدا ہونے کے دردوں سے کہیں زیادہ دردوں کے ساتھ اسلام کا جنم ہوا۔ ایسے دردوں میں ہی اس طرح کی چیز دیکھنے کو مل سکتی تھی"۔*

محمدؐ صاحب اور اُن کے ساتھیوں نے کعبہ کی سب پرانی رسموں کو ادا کیا۔ اور تین دن تک بڑے جھک کر، بڑی نرمی، بڑے پریم اور بڑے مٹھاس کے ساتھ مکہ میں رہ کر چوتھے دن سب کے سب باہر چلے گئے۔ یہ بات دھیان میں رکھنے کی ہے کہ جب محمدؐ صاحب اور ان کے ساتھی کعبہ کے چکّر لگا رہے تھے اور سب رسمیں ادا کر رہے تھے اور جبکہ ان کے دلوں میں ایک نرا کار اللہ کے سوا دوسرے کا خیال تک نہ تھا کعبہ کے

*"Life of Mohammet", by Sir W. Muir, P. 420.

۲۶۰ بتوں میں سب کے سب کعبہ کے اندر موجود تھے اور محمدؐ صاحب یا اُنکے کسی ساتھی نے کوئی بات بھی ایسی نہیں کی جس سے کسی بت کی بے عزتی سمجھی جاوے یا جس سے کسی پُرانے خیال کے مکہ والے کا دل دُکھ سکے ۔

یہودیوں اور مسلمانوں میں میل

مسلمانوں کے اس برتاؤ سے اسلام کی جڑیں لوگوں کے دلوں میں جم گئیں بہت سے بڑے بڑے قریش مسلمان ہو گئے۔ اسلام کے ماننے والوں کی تعداد تیزی سے بڑھنے لگی۔ اور آس پاس کے قبیلوں نے جلدی جلدی نئے پیغمبر کے دھرم اور اس کے راج دونوں کو ماننا شروع کر دیا۔

لیکن یہودیوں کی دشمنی ابھی تک پوری طرح ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ محمد صاحب کو مکہ سے لوٹ کر ان کے ساتھ آخری مورچہ لینا پڑا۔ عرب میں یہودیوں کا سب سے بڑا گڑھ مدینہ سے کوئی سو میل اتر میں ایک شہر خیبر تھا۔ کچھ باغی اور کچھ اور قبیلے مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے خیبر کے آس پاس جمع ہو گئے۔

محمد صاحب نے ۱۴۰۰ آدمیوں کو لیکر خیبر پر چڑھائی کی۔ انھوں نے

یہودیوں سے صلح کیلئے کہا لیکن وہ نہ مانے۔ یہ علاقہ پہاڑی تھا۔ اور اسمیں بہت سے مضبوط قلعے تھے کئی ہفتے لڑائی ہوتی رہی جسمیں ابوبکرؓ، عمرؓ اور علیؓ تینوں نے حصہ لیا۔ آخر ایک ایک کرسب قلعے مسلمانوں کے ہاتھوں میں آ گئے۔ اب یہودیوں نے صلح چاہی۔ انکی بات مان لی گئی۔ انھیں اپنے دھرم پر چلنے کی پوری آزادی دیدی گئی۔ انکی زمین اور مال اسباب سب انھیں واپس دیدیا گیا۔ اور انھوں نے مدینہ کی قومی سرکار کو اپنی سرکار مان لیا۔ یہودی اور مسلمان اب سے ایک ملی ہوئی قوم ایک "اُمت" بن گئے۔

محمدؐ صاحب ابھی خیبر کے قلعے ہی میں تھے کہ انکی جان لینے کی پھر ایک کوشش کیگئی۔ ایک یہودی عورت نے محمدؐ صاحب اور انکے ساتھیوں کو کھانا پروسا۔ جسمیں زہر ملادیا گیا تھا۔ انکا ایک ساتھی دو چار کور کھا کر مر گیا۔ محمدؐ صاحب بھی پتہ لگنے سے پہلے کھانا چکھ چکے تھے۔ انکی جان بچگئی لیکن اندر جو زہر جاچکا تھا اسکے سبب باقی زندگی بھر انھیں دکھ بھوگنا پڑا۔ محمدؐ صاحب نے اس عورت کو بالکل معاف کردیا۔ اور صلح کی شرطوں پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑنے دیا۔

قریش کے ساتھ کم سے کم دس سال کیلئے صلح ہوچکی تھی۔ یہودیوں کی دشمنی بھی ٹھنڈی ہوچکی تھی۔ مدینہ کی طاقت بڑھ رہی تھی۔ اس لئے ۱۵ سال پہلے جو مسلمان اپنے دھرم کو بچانیکے لئے اتھیوپیا بھاگ کر چلے گئے تھے۔ ان میں سے بہت سے اب اپنے دیس لوٹ کر مدینہ میں رہنے لگے۔

روم والوں سے لڑائی اور جیت

عرب کے بیچ کے حصّہ میں جوان دنوں آزاد تھا اب کوئی خاص دشمن محمدؐ صاحب کا نہ رہا تھا۔ اس سارے حصّے کے لوگ دھیرے دھیرے ایک ایشور اور ایک دھرم کے ماننے والے اور ایک قوم بنتے جا رہے تھے۔ محمدؐ صاحب کا دھیان اب دکھن اور اتر کے ان علاقوں کی طرف گیا جو بدیشی بادشاہوں کے ہاتھ میں تھے۔ دکھن میں یمن اور اس کے آس پاس کے اپجاؤ علاقے اس بیچ اتھوپیا کے عیسائی بادشاہ کے ہاتھوں سے نکل کر ایران کے زرتھشتری سمراٹ خسرو پرویز کے ہاتھ میں آ چکے تھے اور شام سے ملے ہوئے اتر کے کچھ صوبے روم کے عیسائی سمراٹ کے ماتحت تھے۔ جو صوبے روم کے ہاتھ میں تھے وہاں کی عرب پرجا کو بھی عیسائی بنا کر رہنا پڑتا تھا۔

ایران اور روم ان دونوں بڑی طاقتوں کی لگاتار آپسی لڑائیوں اور دونوں کی گرتی ہوئی حالت کو محمدؐ صاحب خوب جانتے تھے۔ روم کے راج میں عیسائی دھرم کی گراوٹ اور ایران میں پرانے پارسی دھرم کی ان دنوں کی بری حالت بھی ان کی آنکھوں سے اوجھل نہ تھی انھیں معلوم تھا کہ روم کے سارے راج میں دھرم کی آزادی کا کہیں نشان نہ تھا۔ عیسائی سمراٹوں اور پادریوں کی چھوٹی نگاہ اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ سائنس ویدک وغیرہ کا پڑھنا پڑھانا وہاں جرم تھا اور دھرم کے نام پر آئے دن ہزاروں اور لاکھوں زندہ جلائے جا رہے تھے اور تلوار کے گھاٹ اتارے جا رہے تھے۔ ایسے ہی ایران میں اس زمانے کے زرتھستری دھرم نے لاکھوں ایسے پیشے والوں کو جنھیں اپنے پیشے میں آگ کام میں لانی پڑتی تھی جیسے لوہار، سونار وغیرہ ہندوستان کے اچھوتوں سے بھی بری حالت کو پہنچا رکھا تھا، محمدؐ صاحب نے سوچا کہ اگر ان دونوں ملکوں کے سمراٹ اسلام دھرم کو اپنا لیں یعنی اور سب چیزوں کو چھوڑ کر صرف ایک اللہ کی پوجا کرنے لگیں اور سب آدمیوں کو ایک برابر سمجھنے لگیں تو ان دونوں دیشوں کا سدھار بھی آسان ہو جائے اور ان کی عرب پرجا کو بھی اسلام اپنانے کو سُبھیتا ہو جائے۔

انھوں نے بے دھڑک آس پاس کے بادشاہوں کو اسلام دھرم مان لینے کو لکھا اور خاص آدمیوں کے ہاتھ ۶۲۸ء میں ان کے پاس

خط بھیجے جن میں انھیں اپنے بہت سے دیوی دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا اور نکمی بحثوں کو چھوڑ کر ایک نرا کار اللہ کی پوجا کرنے کا اپدیش دیا۔ ان میں دو خط خاص تھے۔ ایک قسطنطنیہ میں روم کے سمراٹ ہرے کلیس کے نام اور دوسرا ایران کے سمراٹ خسرو پرویز کے نام تین اور خط ایک یمن کے حاکم کے نام ایک مصر کے حاکم کے نام اور ایک اتھیوپیا کے بادشاہ کے نام لکھے۔ ہرے کلیس نے خط پاکر محمدؐ صاحب کے چلن وغیرہ کے بارے میں اور زیادہ جاننا چاہا۔ لیکن پرویز نے بڑے گھمنڈ کے ساتھ خط پھاڑ کر پھینک دیا۔

محمدؐ صاحب نے اب ان سب سرحدی عرب علاقوں میں اسلام دھرم سمجھانے والے بھیجنے شروع کیے۔ ان میں کچھ اتر کی طرف شام کی سرحد کے عرب قبیلوں کے پاس گئے۔ روم کے سمراٹ اپنے راج میں مذہب کی آزادی کا نام سننا بھی نہ سہہ سکتے تھے۔ محمدؐ صاحب کے بھیجے ہوئے آدمیوں اور روم کے حاکموں میں ٹکر ہو لی ہی تھی۔

روم کے ماتحت عمان کا حاکم فرداہ ایک عیسائی عرب تھا۔ اُسے محمدؐ صاحب کا نیا دھرم پسند آگیا۔ اس نے اسلام اپنا لیا اور محمدؐ صاحب کو کہلا بھیجا۔ وہاں کے رومی گورنر کو جب پتہ چلا تو اُس نے فرداہ کو پھر عیسائی ہو جانے کے لئے لکھا اور ساتھ ہی تنخواہ اور ترقی کا لوبھ دیا۔ فرداہ نے انکار کر دیا۔ فرداہ کو موت کی سزا دی گئی۔

اس پر محمدؐ صاحب نے روم کی حکومت کے ساتھ ایک طرح کا ستیاگرہ شروع کر دیا۔ وہ اپنے دیش باسی عربوں میں اسلام پھیلانے کی آزادی چاہتے تھے۔ شام کی سرحد پر عرب قبیلوں میں اسلام پھیلانے کے لئے محمدؐ صاحب نے دس دس بیس بیس مسلمانوں کے جتھے بھیجنے شروع کئے۔ ان جتھوں میں سے اکا دکا آدمی بچکر مدینے تک واپس آتا تھا۔ باقی سب مار ڈالے جاتے تھے۔ اتنے بڑے راج کے اندر ان چھوٹے چھوٹے جتھوں کا کوئی فوجی یا راج کاجی مطلب نہ ہو سکتا تھا۔ محمدؐ صاحب کی غرض صرف عربوں میں اسلام پھیلانا تھی۔ پر روم کے حاکم اپنی پرجا کو اس طرح کی آزادی دینا نہ چاہتے تھے۔

محمدؐ صاحب نے سب شکایتیں لکھ کر ایک خط بوسراہ (فلسطین) کے عیسائی گورنر کے نام ایک خاص آدمی کے ہاتھ بھیجا۔ راستہ ہی میں موتہ کے عیسائی حاکم شرحبیل نے اس آدمی کو مار ڈالا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جن علاقوں میں محمدؐ صاحب کے اپدیش دینے والے جاتے تھے، وہ مار ڈالے جاتے تھے وہ سب عرب ہی کا حصہ تھے، اور عربوں ہی کی وہاں آبادی تھی۔ محمدؐ صاحب کے پاس اب سوائے لڑنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا اور لڑائی بھی اتنے بڑے راج کے ساتھ۔ تین ہزار ہتھیار بند سپاہی محمدؐ صاحب کے پرانے ساتھی زید کے ماتحت موتہ کی طرف بھیجے گئے۔ اس فوج میں زید کے علاوہ اور کئی

مشہور مسلم سردار تھے۔ ان میں ایک ابوطالب کا بیٹا، علی کا بھائی جعفر تھا۔ جس نے اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہ کے سامنے مسلمانوں کی وکالت کی دوسرا مشہور مسلمان بہادر اور شاعر عبداللہ تھا۔ تیسرا ولید کا بیٹا خالد تھا۔ جو کبھی محمدؐ صاحب کا کٹر دشمن رہ چکا تھا اور جو بعد میں اسلام کے سب سے بڑے فوجی سرداروں میں سے ہوا۔ ان عرب سرداروں کے رہتے ایک آزاد ہوئے حبشی غلام زید کو ساری فوج کا اور سب سرداروں کا سردار بنانا محمدؐ صاحب کی طرف سے عربوں کے اپنی نسل اور خاندان کے گھمنڈ پر ایک خاصہ وار تھا۔

چلتے وقت محمدؐ صاحب نے زید کو ہدایت دی "لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا۔ عورتوں بچوں۔ عیسائی۔ سادھوؤں اور کمزوروں پر کسی حالت میں بھی حملہ نہ کرنا، نہ کسی کا گھر گرانا اور نہ کوئی پھلدار درخت کاٹنا"

راستے میں ان لوگوں کو پتہ چلا کہ ایک بہت بڑی روم کی فوج سمراٹ ہرے کلیس کے بھائی تھیوڈورس کے ماتحت مسلمانوں کو کچلنے کے لئے آرہی ہے۔ صلاح ہونے لگی۔ کچھ کی رائے ہوئی کہ محمدؐ صاحب کے پاس آدمی بھیج کر پھر سے ان کی رائے لے لی جائے۔ عبداللہ نے للکار کر کہا "ہم تعداد کے بھروسے آگے نہیں بڑھے، ہم صرف اللہ کی راہ پر اور اسی کی مدد کی امید میں گھر سے نکلے ہیں جیتیں گے

تو نام ہے۔ مریں گے تو جنت"۔

اپنے نئے دھرم کی سچائی کے اندر اس اٹل بسواس نے ہی ساتویں صدی کے عربوں میں وہ طاقت پیدا کر دی تھی جس سے وہ بڑی سے بڑی حکومتوں کے سامنے بھی میدان پر میدان جیتتے چلے گئے۔

موتہ نگر کے پاس دونوں فوجوں میں مٹھ بھیڑ ہو لی۔ اسلام کا جھنڈا زید کے ہاتھوں میں تھا۔ زید کے گہرا زخم لگا۔ جھنڈا اس کے ہاتھوں سے گرنے ہی کو تھا کہ جعفر نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو اونچا کیا۔ لڑائی کا سارا زور اسی جھنڈے کے آس پاس تھا۔ جس ہاتھ میں جعفر نے جھنڈا تانا وہ ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ جعفر نے دوسرے ہاتھ سے جھنڈا سنبھالا۔ وہ بھی کٹ کر گر گیا۔ جعفر نے اپنے دونوں لہولہان بازوؤں سے جھنڈا دابے رکھا۔ ایک اور وار میں جعفر کے کھوپڑی کے ٹکڑے اڑ گئے۔ جعفر گر گیا۔ عبداللہ نے بڑھ کر جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا۔ عبداللہ بھی کٹ کر گر گیا۔ خالد نے عبداللہ کی جگہ لی۔ اور چیرتا ہوا کچھ دور تک روم کی فوج کے اندر گھس گیا۔ اتنے میں شام ہو گئی دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کی بہادری کا کافی اندازہ

ہو چکا تھا۔ دونوں نے طے کیا کہ رات کو اپنی اپنی جگہ آرام کریں اور صبح کو لڑائی پھر شروع ہو۔ لکھا ہے اس دن کی لڑائی میں خالد کے ہاتھوں میں نو تلواریں ٹوٹیں۔

دوسرے دن خالد نے جو اب زید کی جگہ فوج کا سردار تھا۔ اس ہوشیاری کے ساتھ فوج کو کھڑا کیا اور مسلمان جتھوں کو الگ الگ طرف سے آگے بڑھایا کہ تھوڑی ہی دیر بعد روم کی فوج پیچھے ہٹنے لگی۔ ان میں بھگدڑ مچ گئی۔ کچھ دور تک خالد نے انکا پیچھا کیا لیکن دو دن کی لڑائی میں کافی مسلمان مر چکے تھے اور کافی گھائل ہو چکے تھے۔ تھوڑی دیر تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کرنے کے بعد روم کی فوج کا بہت قیمتی مال اور چھوٹے ہوئے ہتھیار لے کر خالد مدینہ کی طرف لوٹا۔ یہ خالد دنیا کے بڑے سے بڑے جرنیلوں یا فوجی سرداروں میں گنا جاتا ہے۔

اس جیت پر مدینہ میں خوشی اور رنج دونوں ملے ہوئے تھے۔ محمدؐ صاحب نے خالد کو گلے لگایا لیکن اپنے پیارے جعفر کے یتیم بیٹے اور وفادار زید کی چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر محمدؐ صاحب انھیں چپٹا کر اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ پاس کے ایک آدمی نے متعجب ہو کر پوچھ ہی لیا۔ "اے اللہ کے رسول! کیا آپ بھی اس طرح روتے ہیں؟"

اس لڑائی سے محمدؐ صاحب دنیا میں مشہور ہو گئے۔ اتر کے عرب لوگ اب بڑی بڑی تعداد میں اسلام اپنانے لگے۔ اور اتر کے صوبے ایک ایک کر کے روم کے راج سے ٹوٹ کر مدینہ کی آزاد قومی سرکار کو اپنی سرکار ماننے لگے۔

مکّہ کی جیت

محمدؐ صاحب کا دھیان اب پھر مکّہ کی طرف گیا۔ قریش کے ساتھ صلح ہو چکی تھی۔ لیکن کچھ قریش نے پھر اس صلح کے خلاف خزاعہ قبیلے پر جو مدینہ کی سرکار کی رعایا تھی حملہ کر دیا۔ محمدؐ صاحب نے اس بار دس ہزار ہتھیار بند آدمی لیکر مکّہ پر چڑھائی کی۔ اس فوج کی سرداری عمرؓ کو دی گئی۔

شام کو یہ فوج مکّہ کے باہر جا کر ٹھہری۔ سپاہیوں کو حکم تھا کہ جہاں تک ہو سکے کسی پر ہتھیار نہ اٹھاویں اور اگر کوئی دشمن ملے تو اُسے پکڑ کر لے آویں۔ تھوڑی دیر بعد پہرے کے کچھ سپاہی شہر کے باہر سے دو آدمیوں کو پکڑ کر محمدؐ صاحب کے سامنے لائے۔ ان میں ایک مشہور قریش سردار ابوسفیان تھا۔ اپنی زندگی بھر کے دشمن کو جس کے سبب مسلمانوں کو بیس سال تک اتنی مصیبتیں جھیلنی پڑی تھیں، اپنے سامنے دیکھ کر محمدؐ صاحب

کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ انھوں نے بنا کسی شرط کے ابوسفیان کے سب پرانے قصور معاف کر دیے اور اُسے عزت سے بٹھایا۔ ابوسفیان کے دل پر اس کا گہرا اثر ہوا۔ وہ احسان سے دب گیا۔ ابوسفیان کی معرفت مکہ والوں کو سندیسہ بھیجا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ صرف مٹھی بھر لوگوں کو چھوڑ کر ابوسفیان نے اور سب نے محمدؐ صاحب کو اپنا سردار اور مدینہ کی سرکار کو اپنی قومی سرکار مان لیا۔ اس طرح بنا آدمی کا خون بہے مکہ جیت لیا گیا۔

اگلے دن بہت سویرے محمدؐ صاحب اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر کی طرف بڑھے۔ ایک دل خالد کے ساتھ تھا۔ لوگوں کو ہدایت تھی کہ سب کے ساتھ نرمی اور برداشت سے کام لیں اور اپنی طرف سے کسی پر حملہ نہ کریں۔ کہتے ہیں کچھ قریشیوں نے خالد کے دستہ پر دو چار تیر چلا دیے جس کا خالد نے بھی تلوار سے جواب دیا۔ محمدؐ صاحب نے اسی دم خود آگے بڑھ کر خالد کو روک دیا۔ شہر کے باہر محمدؐ صاحب نے اپنے معمولی کپڑے اُتار کر اور ہتھیار الگ رکھ کر احرام باندھا یعنی کعبہ کے جاتری کے کپڑے پہنے اور بنا ہتھیار اکیلے اونٹ پر بیٹھ کر ٹھیک سورج نکلتے نکلتے شہر کے اندر ہو گئے۔

"جن لوگوں نے شروع سے اب تک محمدؐ صاحب کو اتنی تکلیفیں پہنچائی تھیں وہ اب اُن کے قدموں پر تھے۔ . . . . ایسے ہی وقت پر آدمی اپنے اصلی رنگ میں دکھائی دیتا ہے۔ . . . . . سچی بات بہت

ٹھوس ہوتی ہے اور یہ ایک سچی بات ہے کہ اپنے زندگی بھر کے دشمنوں کے اوپر محمد صاحب کی سب سے بڑی جیت کا دن ہی اپنی آتما کے اوپر بھی انکی سب سے بڑی جیت کا دن تھا۔ قریش نے برسوں جو انھیں دکھ پہنچائے تھے۔ بے عزتی کی تھی اور ظلم کئے تھے محمد صاحب نے سب کو کھلے دل سے معاف کر دیا۔ انھوں نے مکہ کے تمام لوگوں کا ڈر دور کر دیا۔ جس وقت انھوں نے اپنے سب سے کٹر دشمنوں کے شہر میں جیت کا دل لئے ہوئے پاؤں رکھا صرف چار نام ان کے پاس ایسے تھے جنھیں انصاف سے سزا دینا ضروری تھا۔ پیغمبر کے بعد انکی فوج نے بھی انھیں کی مثال پر عمل کرتے ہوئے ٹھنڈے دل سے اور چپ چاپ شہر میں قدم بڑھائے نہ ایک مکان لوٹا گیا۔ اور نہ ایک عورت کی بے عزتی کی گئی"*

اُس زمانہ کے فوجی اتہاس میں یہ سچ مچ ایک اَن ہونی بات تھی۔ جن چار آدمیوں کو سزا دینی ضروری تھا ان میں سے بھی تین کو معاف کر دیا گیا۔

مکہ والوں کے دل پر محمد صاحب کی اس بے حد نرمی کا اتنا گہرا اثر پڑا کہ ان کے کٹر سے کٹر دشمنوں نے یہاں تک کہ ابوسفیان نے اور کعبہ کے پروہتوں تک نے اسلام دھرم اپنا لیا۔

---

* Stanley Lane Pool.

مکہ اب مسلمان تھا۔ کعبہ کے مندر میں مورتیوں کے رہنے کی اب کوئی وجہ نہ تھی۔ اس کے بعد ایک دن محمدؐ صاحب سیدھے کعبہ کے مندر کی طرف گئے۔ اوپر آچکا ہے کہ کعبہ میں ۳۶۰ بت تھے۔ ایک ایک بت کے سامنے محمدؐ صاحب آیت پڑھتے جاتے تھے۔ اور ان کے ساتھی بت کو اس کی جگہ سے ہٹاتے جاتے تھے۔ "سچ مچ اب حق (سچ) قائم ہو گیا۔ اور باطل۔ (جھوٹ) اُٹھ گیا"۔*

اس طرح اس دن دوپہر تک مکہ اور اس کے آس پاس کے سب بت ہمیشہ کے لئے اپنی پوجا کی جگہوں سے ہٹا کر الگ کر دیئے گئے۔ مورتیاں ہٹ گئیں۔ پھر بھی کعبہ پہلے سے بھی زیادہ شان کے ساتھ سب عربوں کا سب سے بڑا تیرتھ بنا رہا۔

اوپر آچکا ہے کہ محمدؐ صاحب دھرم کے معاملہ میں کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کو ٹھیک نہ سمجھتے تھے۔ یمن کے عیسائی حاکم نے اسی کعبہ کے مندر پر حملہ کر کے اُسے گرانا چاہا تھا۔ خود قرآن کے اندر اس کے اس کام کو بُرا بتایا گیا ہے۔ حملہ کرنے والوں پر جو مصیبت آئی تھی اُسے قرآن نے "ایشور کی بھیجی آفت" کہا ہے۔ جہاں تک سب کے لئے مذہب کی آزادی کا سوال ہے اسلام مورتی پوجنے والوں اور زرکار

---

* قرآن ۱۷۔۸۱

کے پوجنے والوں میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ محمدؐ صاحب نے ہر دھرم کے لوگوں کے مندر، مٹھوں، گرجوں سب کی حفاظت کرنا۔ صاف شبدوں میں بار بار مسلمانوں کا دھرم (فرض) بتایا۔

لیکن اب نہ صرف مکہ کے اندر بلکہ سارے عرب میں قریب قریب سب لوگ مورتی پوجا چھوڑ کر ایک نراکار ایشور کی پوجا اپنا چکے تھے۔ ان لوگوں کا بشواس تھا کہ جیسا قرآن میں لکھا ہے کہ کعبہ کے قائم کرنے والے حضرت ابراھیمؑ نے وہاں کوئی مورتی نہیں بیٹھائی تھی۔ ابراھیمؑ صرف ایک نراکار ایشور کی پوجا کرتے تھے اور بعد میں ناسمجھی کے دنوں میں کعبہ کے اندر مورتیاں رکھ دی گئیں۔ جو ہو کسی بھی دھرم کی جگہ کے بارے میں وہاں کے پوجا کرنے والوں کو اپنی رائے سے جو چاہے بدلا ڈیا سدھار کرنے کا پورا حق ہے۔

ہو سکتا ہے محمدؐ صاحب یہ بھی سمجھتے ہوں کہ جس طرح میں نے عربوں کے دلوں کو مورتی پوجا سے ہٹا دیا ہے اسی طرح اگر اپنے جیتے جی کعبے کے مندر کو ان سیکڑوں۔ رنگ برنگی۔ سڈول اور بے ڈول لکڑی پتھر تانبے اور آٹے تک کی مورتیوں سے خالی نہ کر دیا۔ تو ہو سکتا ہے میرا سارا کام میرے جاتے ہی سمندر کی ایک لہر کی طرح مٹ جائے۔

اس کے علاوہ کعبہ سے ان بتوں کا اس وقت ہٹایا جانا کسی ایک آدمی کا کسی دوسرے کی پوجا کی چیزوں کو ہٹانا نہ تھا بلکہ ایک پوری

قوم کا بیس سال تک خوب سوچنے سمجھنے کے بعد اپنی مرضی سے اپنے سیکڑوں برسوں کے پوجا کے طریقوں میں ایک گہرا بدلاؤ یا سُدھار کرنا تھا۔ عربوں کی ساری قوم ان دنوں اپنی کینچلی بدل رہی تھی۔ اسکی کایا پلٹ ہو رہی تھی۔ یا گہرے دردوں کے ساتھ ایک نئی عرب قوم جنم لے رہی تھی۔ اور محمدؐ صاحب الشیور کے ہاتھوں میں اس کایا پلٹ یا کینچل بدلنے کے ذریعہ تھے۔ یا اُس دیش کا تیزی سے دھڑکتا ہوا دل تھے۔

دوپہر کو محمدؐ صاحب کے حکم سے کعبہ کے چوٹی سے کھڑے ہو کر بلال نے جو پہلے ایک حبشی غلام تھے، اونچی آواز سے شہر اور باہر کے تمام لوگوں کو نماز کے لئے بلایا۔ بلال اسلام کے سب سے پہلے موذن (اذان دینے والے) مشہور ہیں۔ اذان اسلام میں نماز کا کوئی حصہ نہیں ہے صرف جہاں آس پاس اس طرح کے مسلمان ہوں جنھیں نماز کے لئے بلانا ہو وہاں اذان۔ بلانے کا طریقہ رکھا گیا ہے۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کے بارے میں محمدؐ صاحب کے پیغمبر ہونے کے ۱۲ سال بعد تک جبتک محمدؐ صاحب مکہ میں رہے نماز میں کسی خاص طرف منہ کرنا ضروری نہ تھا مدینہ پہنچنے کے بعد سب مسلمانوں کے ایک جگہ اکٹھا ہو کر کھلے نماز پڑھنے کا موقع آیا۔ مدینہ میں سولہ[۱۶] مہینہ تک محمدؐ صاحب اُتر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھاتے رہے اور کعبہ مدینہ سے ٹھیک دکھن میں ہے۔ مدینہ سے اتر میں بلکہ اتر پچھم کے کونے میں یروشلم ہے جدھر یہودی اپنی پوجا

کے وقت منہ کیا کرتے تھے۔ یہی اس وقت مسلمانوں کا بھی قبلہ (پوجا میں جدھر منہ کرتے ہیں) تھا۔ مدینہ پہنچنے کے ۱۶ مہینہ بعد محمدؐ صاحب نے اُتّر سے بدل کر دکھن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کیا۔ یہودیوں نے سبب پوچھا اس پر قرآن میں یہ آیت ہے :۔

"ناسمجھ لوگ یہ کہیں گے کہ ان لوگوں نے اپنا قبلہ (جدھر منہ کر کے نماز پڑھی جاوے) کیوں بدل دیا؟ انھیں جواب دو کہ پورب اور پچھم دونوں اللہ کے ہیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے ٹھیک پر لگاتا ہے"*

اس کے بعد یہ آیت اور بھی صاف ہے :۔

"اور پورب اور پچھم دونوں اللہ کے ہیں اس لئے جدھر بھی تم منہ کرو ادھر ہی اللہ کا منہ ہے۔ سچ مچ اللہ سب جگہ اور سب کچھ جاننے والا ہے"*

کعبہ کی جاترا کی جسے حج کہتے ہیں کئی پرانی بےتکی رسموں کو محمدؐ صاحب نے سدھار دیا جیسے پہلے لوگ بالکل ننگے ہو کر کعبہ کے چاروں طرف چکر لگاتے تھے اس کی ممانعت کر دی۔

دوپہر کی نماز کے بعد محمدؐ صاحب نے ایک بڑا کالا پتھر اور سب آدمیوں کے بھائی بھائی ہونے پر اپدیش دیا۔ اس کے بعد قریش کے سرداروں نے محمدؐ صاحب کو اپنا سردار مانتے ہوئے اپنی پچھلی بھولوں کے لئے دکھ

---

* قرآن ۲-۱۴۲

* قرآن ۲-۱۱۵

جتایا۔ محمدؐ صاحب کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ انھوں نے جواب دیا:۔
"ہاں آج میری طرف سے آپ لوگوں کے اوپر کوئی الزام نہیں رہا۔
اللہ آپ کو معاف کر دیگا۔ وہ سب دیا والوں سے بڑھ کر دیا وان
(ارحم الراحمین) ہے۔"
اسکے بعد اپنے باقی ساتھیوں کی طرف مڑ کر محمدؐ صاحب نے انھیں
قرآن کی یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں:۔
"برائی کا علاج بھلائی سے کرو۔
"سب سے اچھی بات وہ کرتا ہے جو اللہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔
اور خود نیک کام کرتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے اپنے کو اللہ پر چھوڑ دیا ہے۔
"بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں ہو سکتی، دوسرا تمھارے ساتھ
برائی کرے تو تم جواب میں اُس کے ساتھ بھلائی کرو۔ اور وہ جسے
تم سے دشمنی تھی تمھارا دلی دوست ہو جائیگا۔
"جن لوگوں کے دلوں میں بشواس ہے اُن سے کہو کہ وہ ان لوگوں
کو معاف کر دیں جنھیں اس دن کا ڈر نہیں ہے جس دن وہ اللہ کے
سامنے جائیں گے۔
"اور جلدی ہی اپنے رب سے اپنی بھولوں کیلئے معافی مانگو اور
اس سورگ کیلئے پرارتھنا کرو جو دھرتی اور آکاش جیسی پھیلی ہوئی ہے
وہ ان لوگوں کیلئے ہے جو پرہیزگار یعنی سدا چاری ہیں۔ جو غریبی امیری

دونوں میں دان دیتے رہتے ہیں۔ جو اپنے غصے کو دباتے ہیں اور جو آدمیوں کو معاف کرتے ہیں کیونکہ اللہ دوسروں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو ہی پیار کرتا ہے۔"*

کچھ دن مکہ میں رہ کر محمدؐ صاحب نے وہیں سے چاروں طرف اپنا دھرم سمجھانے والے بھیجے۔ ان لوگوں کو پھر صاف طور پر ہدایت دی گئی کہ کسی کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ خالد سدا سے طبیعت کا تیز تھا۔ وہ جذیمہ قبیلہ کے کچھ لوگوں سے لڑ پڑا جس میں اس قبیلہ کے کچھ لوگ مارے گئے۔ محمدؐ صاحب کو جب پتہ لگا انھوں نے دکھی ہوکر دو بار چلا کر کہا "اے اللہ! میں اس بارے میں بےقصور ہوں" پھر خالد کو بلا کر ڈانٹا اور ترت علیؓ کو بھیجکر جن جن کا جتنا نقصان ہوا تھا سب سے معافی مانگی اور سب کو پورا پورا ہرجانا دلوایا۔ لکھا ہے کہ علیؓ نے "اپنی نرمی سے اور کھلے دل اور کھلے ہاتھوں اُن کی مدد کرکے پھر سب کو خوش کر لیا" جذیمہ قبیلے کے جن لوگوں کو خالد نے مارا تھا انھوں نے اس سے پہلے ایک مسلمان لڑکے عبدالرحمٰن کے بوڑھے باپ کو اور خود خالد کے چچا کو مار ڈالا تھا۔ عبدالرحمٰن کو خوش کرنے کے لئے خالد نے اُس سے آکر کہا "میں نے تمھارے باپ کے مارنے کا بدلہ لیا ہے" لیکن محمدؐ صاحب کسی سے بھی ہتیا تک کا بدلہ لینے کو منع کر چکے تھے۔ نوجوان عبدالرحمٰن نے اُلٹا کر

---

* قرآن ۱۲-۲۲،۹۲-۹۶، ۱۴-۳۳-۳۴، ۴۴-۱۴، ۳-۱۳۲-۱۳۳-

جواب دیا۔"یوں کیوں نہیں کہتا کہ تو نے اپنے چچا کی ہتیا کا بدلہ لیا ہے! تو نے اس کام سے اسلام پر دھبہ لگایا ہے!"

جب یہ سوال آیا کہ اب باقی زندگی مکہ میں بتائی جاوے یا مدینے میں تو محمدؐ صاحب نے یہ کہکر مدینے کے لئے فیصلہ دیا کہ مدینہ والوں نے اُن دنوں میرا ساتھ دیا تھا جب کوئی میرے ساتھ نہ تھا اور میں نے بچن دیا تھا کہ میں اُن کے ہی بیچ میں مرونگا۔

مکہ سے اتر کر طائف کا نگر جس میں لات' دیوی کا مشہور مندر تھا۔ پرانے عرب رواجوں کا سب سے بڑا گڑھ تھا۔ دس سال پہلے اسی نگر سے محمدؐ صاحب لہولہان کر کے نکالے گئے تھے۔ طائف کے آس پاس کے کچھ قبیلوں نے ابھی تک مدینہ کی نئی قومی سرکار یا اسلام دھرم دونوں میں سے کسی کو نہیں اپنایا تھا۔ اس بار محمدؐ صاحب کی مکہ کی جیت نے ان کی دشمنی کی آگ کو بھڑکا دیا۔ طائف کے پاس اوطاس کی گھاٹی میں کچھ پہاڑی قبیلے مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے جمع ہوئے۔ محمدؐ صاحب مکہ سے روکنے کے لئے نکلے اور حنین اور اوطاس کی لڑائیوں میں کم سے کم خون خرابی کے بعد نئی عرب قومی سرکار کے خلاف اس آخری بلوے کو ٹھنڈا کیا۔ ان لڑائیوں میں دشمن کو مارنے کی جگہ مسلمانوں نے محمدؐ صاحب کے حکم سے انھیں صرف پکڑ کر لے آنے کی ہمت کی۔ طاس کی لڑائی میں اُس ہوازن

قبیلے کے چھ ہزار آدمی پکڑ لئے گئے۔ جس قبیلے کی دایا حلیمہ نے پانچ سال بالک محمدؐ کو دودھ پلایا تھا۔ بڑھیا حلیمہ ابھی جیتی تھی۔ محمدؐ صاحب کی جیت کے بعد وہ ان سے ملنے آئی۔ محمدؐ صاحب نے کھڑے ہو کر بڑی عزت سے ان کی آؤ بھگت کی۔ اپنی چادر اتار کر اس کے بیٹھنے کے لئے بچھا دی اور اس کے کہنے پر اسی دم چھ ہزار ہوازن قیدیوں کو چھوڑ دیا۔

مکہ لوٹ کر محمدؐ صاحب نے وہاں کے لوگوں کو دھرم کی سیکھ دینے رہنے کے لئے معاذ نامی ایک آدمی کو 'امام' بنایا اور شہر کے بندوبست کے لئے ایک نوجوان اتھ کو شہر کا حاکم چنا۔ خود اپنے ساتھیوں کو لیکر وہ مدینہ لوٹ آئے۔ مدینہ پہنچنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد طائف کے کچھ خاص خاص لوگ محمدؐ صاحب کے پاس آئے۔ انھوں نے دس سال پہلے کی بھول کے لئے معافی مانگی اور اپنے سارے قبیلے کی طرف سے اسلام دھرم اپنانے کی اجازت چاہی۔ طائف مدینہ کی قومی سرکار میں ملا لیا گیا۔

طئی قبیلہ کا مسلمان ہونا

ان دنوں ہی طئی قبیلہ نے اسلام اپنایا جس کی کہانی خاص من بھاتی ہے، یہ قبیلہ مدینہ سے کوئی دو سو میل اتر میں شام کی سرحد پر رہتا تھا۔ شام کے رومی حاکموں نے اسے مدینہ کی نئی سرکار کے خلاف سازشوں کا اڈا بنا رکھا تھا۔ وہاں مذہب کی آزادی نہ تھی۔ اسلام پھیلانے والے وہاں مار ڈالے جاتے تھے۔ محمدؐ صاحب نے علیؓ کو فوج کے ساتھ بھیجا۔ غرض صرف یہ تھی کہ طئی قبیلے کے سرداروں پر زور دیا جاوے کہ اپنے علاقہ میں لوگوں کو مذہب کی آزادی دیں اور اسلام پھیلانے والے کو سمجھانے کی اجازت ہو۔ یہ قبیلہ ایسی جگہ رہتا تھا کہ نئی عرب سرکار کے لئے ان کی دوستی بڑے کام کی تھی۔ حنین کی لڑائی تک ہم محمدؐ صاحب کی فوج کے اندر اس طرح کے بہت سے آدمی موجود تھے جنھوں نے اسلام دھرم نہیں اپنایا تھا۔ جو ابھی تک اپنے پرانے دھرموں پر ہی قائم تھے لیکن

جنھوں نے سب کے لئے دھرم کی آزادی کے اصول کو مان لیا تھا۔
اور جو یا تو مدینہ کی سرکار کے پرجا تھے اور یا اُن کے قبیلے نے مدینہ کے سرکار
کے ساتھ دوستی کر لی تھی۔

طئی قبیلے کے علاقے میں جب علیؓ پہنچے تب عدی طائی اُس قبیلے کا
سردار تھا۔ یہ عدی طائی دنیا میں مشہور حاتم طائی کا بیٹا تھا۔ عدی اپنے
بال بچوں کو لے کر بھاگ کر شام چلا گیا۔ اس کی بہن صفناہ اور کچھ لوگ
پکڑ لئے گئے اور مدینہ میں محمدؐ صاحب کے سامنے لائے گئے۔ محمدؐ صاحب
کو جب پتہ لگا کہ صفناہ اُس حاتم طائی کی لڑکی ہے جو اپنے بڑے دل
اور کھلے ہاتھوں کے لئے ساری دنیا میں مشہور تھا تو محمدؐ صاحب نے
یہ کہکر کہ "حاتم کے اندر سچ مچ وہ سب بھلائیاں موجود تھیں جو ایک
مسلمان میں ہونی چاہئیں۔ سچ مچ اللہ ایسے لوگوں سے پریم رکھتا ہے"
صفناہ اور اس کے ساتھ کے سب لوگوں کو اسی دم بنا کسی شرط کے
چھوڑ دیا۔ عدی کو جب یہ معلوم ہوا وہ محمدؐ صاحب سے ملنے مدینہ آیا۔
محمدؐ صاحب ان دنوں عرب کے بہت بڑے حصے کے مالک تھے۔ اس پر
بھی ان کے سادے رہن سہن کو دیکھ کر عدی پر گہرا اثر پڑا۔ عدی لکھتا ہے:-

"انھوں نے (محمدؐ صاحب نے) مجھ سے میرا نام پوچھا۔ جب میں نے
نام بتا دیا انھوں نے کہا میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ راستہ میں ایک
کمزور دبلی عورت نے ان سے کچھ کہنا چاہا۔ وہ کھڑے ہو کر اس کے معاملہ

پر بات چیت کرنے لگے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا یہ ڈھنگ تو کچھ بادشاہوں
کا سا ڈھنگ نہیں ہے۔ جب ہم ان کے گھر پہنچے انھوں نے مجھے بیٹھنے
کے لئے ایک چمڑے کا گدا دیا جس کے اندر کھجور کی پتیاں بھری تھیں اور
وہ خود ننگی زمین پر بیٹھ گئے۔ میں نے پھر سوچا یہ تو کوئی شاہوں کا سا
ڈھنگ نہیں ہے۔"

تھوڑے ہی دنوں میں دھیرے دھیرے طئی قبیلے کے سب لوگوں
نے اسلام دھرم اپنا لیا۔ اپنا علاقہ انھوں نے مدینہ کے راج میں جوڑ لیا
اور اس راج کی حد اتر میں دور تک بڑھ گئی۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس پورے زمانہ میں محمدؐ صاحب کی زندگی
کے برابر دو پہلو تھے۔ وہ ایک نئے دھرم کے چلانے والے بھی تھے اور
مدینہ کی نئی آزاد عرب حکومت کے سرپنچ اور سردار بھی تھے۔ ۶۳۱ء
میں پتہ چلا کہ شام کی سرحد پر روم کے سمراٹ کی طرف سے پھر ایک
بڑی فوج عرب کے اس نئی قومی حکومت کو مٹانے کے لئے جمع کی
جا رہی ہے اور سمراٹ نے نئے سپاہیوں کو ایک ایک برس کی تنخواہ پہلے
سے دیکر بھرتی کیا ہے۔ محمدؐ صاحب چاروں طرف سے عرب جوانوں کو جمع کرکے عرب
کی آزادی کیلئے بڑھے۔ اتنے ہی میں روم کے سمراٹ کو اپنی راجدھانی
کے اندر نئے بلوے کا سامنا کرنا پڑا۔ روم کی فوج سرحد سے ہٹالی گئی۔
محمدؐ صاحب بھی بنا کسی لڑائی کے شام کی سرحد سے لوٹ آئے۔

مکہ کی آخری جاترا

۶۳۲ء میں محمدؐ صاحب نے آخری بار اپنی جنم بھوم مکہ کی جاترا کی۔ مسلم اتہاس میں اسے "حجۃ الوداع" یعنی وداعی کی جاترا یعنی رخصتی جاترا کہتے ہیں، اس بار ایک لاکھ چالیس۴۰ ہزار آدمی ان کے ساتھ مدینے سے گئے۔ محمدؐ صاحب اب باسٹھ۶۲ برس کے ہو چکے تھے۔

مکہ میں حج کی سب رسمیں پوری کرنے کے بعد عرفات کی پہاڑی پر بیٹھ کر محمدؐ صاحب نے بھرے ہوئے دل سے سب لوگوں کو یہ اپدیش دیا:-

"اے لوگو! میری بات دھیان سے سنو کیونکہ مجھے نہیں معلوم

کہ اس سال کے بعد میں پھر کبھی یہاں تمھارے بیچ آسکوں گا یا نہیں۔

"ٹھیک جس طرح اس نگر کے اندر اس مہینہ میں یہ دن پاک مانا جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرے کے لیے تم میں سے ہر ایک کا تن، اس کا دھن اور اس کا مال اسباب پاک چیز ہے۔ کوئی دوسرے کے جان مال یا اسباب کو ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

"اللہ نے ہر آدمی کے لئے باپ دادا کی جائداد سے حصّہ طے کر دیا ہے۔ اس لئے جو جس کا حق ہے وہ اس سے چھیننے والی کوئی وصیّت ٹھیک نہیں مانی جائے گی۔

"ربیعہ کے بیٹے حارس کے پوتے۔ عبدالمطلب کے پڑپوتے اور میرے بھتیجے ایاس کے خون سے لے کر جسے لیس کے قبیلے والوں نے دودھ پلا کر پالا تھا اور جسے ناسمجھی کے دنوں میں ھزیل کے قبیلے والوں نے مار ڈالا تھا، آج تک جتنے خون ہو چکے ہیں ان میں سے کسی کا بھی کسی سے بدلہ لینے کی کسی کو اجازت نہیں ہے اور آگے کے لئے بدلہ لینے کا یہ رواج ہی ہمیشہ کے لئے بند کیا جاتا ہے۔

"کسی جرم کرنے والے پر سوائے اس جرم کے جو اس نے خود کیا ہو اور کسی بات کا الزام نہ لگایا جائے گا۔ کسی باپ سے بیٹے

کے جرم کی یا بیٹے سے باپ کے جرم کی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔

"بیچ بیچ سود لینے کا رواج ناسمجھی کے دنوں کا ہے۔ آگے کیلئے اس رواج کی بالکل مناہی کی جاتی ہے۔ تم لوگ اپنے روپیوں کا صرف اصل واپس لے سکوگے۔ اس بارے میں نہ تم کسی کے ساتھ بے انصافی کرو نہ کوئی تمہارے ساتھ بے انصافی کرے اور میرے چچا عبّاس کا جتنا سود لوگوں کے ذمّہ ہے وہ سب ردّ کر دیا گیا۔

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اپنے بھائی کی کوئی چیز جب تک وہ اسے کسی ٹھیک طریقہ سے نہ پاوے کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ کوئی کسی پر ظلم کرے نہ کسی کا ساتھ چھوڑے اور نہ کوئی کسی کو چھوٹا سمجھے۔ کسی کے لئے بھی اپنے بھائی مسلمان کو چھوٹا سمجھنا بہت ہی بری بات ہے۔ ہر مسلمان کی ہر چیز اس کا مال اس کی جان اور اس کی آن ہر مسلمان کے لئے عزّت کی چیز ہے۔ خبردار! آپس میں ایک دوسرے کے خلاف کسی طرح کا بیوپار یا لین دین نہ کرنا۔ تم سب اللہ کے بندے اور ایک دوسرے کے بھائی ہو کر رہنا۔

"اے مردو! تمہارے حق ہیں اور اے عورتوں تمہارے بھی حق ہیں۔ لوگو! اپنی بی بیوں سے پریم کرو اور ان کے ساتھ مہربانی

کاسلوک کرو۔ سچ مچ اللہ کو بیچ میں ڈال کر تم نے انھیں اپنے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے حکم سے ہی انکا تن اپنے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ دھیان رکھو کہ جس چیز کو اللہ سب سے زیادہ برا سمجھتا ہے۔ وہ طلاق ہے۔

"اپنے غلاموں کے بارے میں خبردار انھیں ویسا ہی کھانا کھلانا جیسا تم خود کھاتے ہو۔ اور انھیں ویسے کپڑے پہنانا جیسے تم خود پہنتے ہو۔ کبھی ان کی طاقت سے باہر کوئی کام کرنے کا انھیں حکم نہ دینا اور اگر ایسا ہو تو تمھارا دھرم ہے کہ اس کام کے کرنے میں تم خود انھیں مدد دو۔ تم میں سے کوئی اگر بنا قصور اپنے غلام کو پیٹے یا اسکے منہ پر تماچہ لگائے تو ان کا کفارہ (پراسچت یعنی پاپ دھونے کا ڈھنگ) یہ ہے کہ اس غلام کو اسی دم آزاد کر دے۔ دھیان رکھو جو آدمی اپنے کسی غلام کے ساتھ برا سلوک کرے گا اس کے لئے سورگ کا دروازہ بند ہو جاوے گا۔ اپنے غلاموں کو دن میں ستر بار معاف کرو کیونکہ وہ اسی اللہ کے بندے ہیں جو تمھارا بھی رب ہے ان کے ساتھ کسی طرح کے ظلم کا برتاؤ نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تمھاری کسی بات سے بھی اتنا زیادہ خوش نہیں ہوتا جتنا غلاموں کو آزاد کرنے سے۔

"اس میں شک نہیں تم اپنے رب کے سامنے جاؤگے اور وہ تم سے تمھارے کاموں کے بارے میں پوچھے گا خبردار! میرے بعد تم پھر نشوا اس

(ایمان) سے ہٹکر ایشواس (گمراہی) میں نہ پھنس جانا یعنی ایشواس کو چھوڑ نہ بیٹھنا اور پھر سے ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگنا۔

"جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ یہ سب باتیں ان لوگوں کو جا کر سنا دیں جو یہاں نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جس سے کہا جاوے وہ جس نے یہاں سنا ہے اُس سے زیادہ اچھی طرح یاد رکھے۔"

اس کے بعد اوپر آکاش کی طرف دیکھ کر محمد صاحب نے چلّا کر کہا۔

"اے رب! میں نے تیرا پیغام (سندیسہ) پہنچا دیا۔ اور اپنا فرض پورا کر دیا۔ اے رب! میری پرارتھنا ہے تو ہی میرا گواہ رہیو۔"

اس کے بعد انھوں نے اپنے ساتھیوں کو لیکر مدینے لوٹنے کی تیاری شروع کر دی۔

اسلامی حکومت

اتر سے دکھن تک شام کی سرحد سے ہند مہاساگر تک اب محمدؐ صاحب کے راج اور ان کی طاقت میں کوئی حصہ دار نہ تھا۔ روم اور ایران دونوں کے سمراٹ اپنے اپنے یہاں کے گھریلو جھگڑوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ اُن میں سے کسی میں بھی عربوں کی نئی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کی ہمّت نہ رہ گئی تھی۔ خسرو پرویز نے محمدؐ صاحب کے جس خط کو کچھ نہ سمجھ کر پھاڑ کر پھینک دیا تھا اُس کا لیجانے والا ابھی مدینے لوٹ کر پہنچا بھی نہ تھا کہ پرویز کے بیٹے نے پرویز کو مار ڈالا۔ یمن کے عرب حاکم کو اپنا اور اپنی پرجا کا دین دنیا دونوں کا بھلا بدیشی ایران سے ناتا توڑ کر مدینہ کی قومی سرکار کے ساتھ ناتا جوڑنے میں ہی دکھائی دیا۔ یمن کا حاکم اور وہاں کے قریب قریب سب لوگ اسلام اپنا چکے تھے۔ محمدؐ صاحب نے

اب اپنے پھیلے ہوئے راج کا ٹھیک ٹھیک بندوبست کرنے کا کام اپنے ہاتھ میں لیا۔ الگ الگ صوبوں میں اس طرح کے نئے حاکم چن کر بھیجے گئے جو وہاں کے مسلمانوں کو دھرم کے معاملہ میں راہ دکھاویں اور انصاف کے ساتھ دیش کی حکومت کریں۔

ان میں جبل کے بیٹے معاذ کو یمن بھیجا گیا۔ چلتے وقت محمدؐ صاحب نے معاذ سے پوچھا۔

"اپنے صوبہ کی حکومت میں کس بات کو سند (پرمان) مان کر فیصلہ کروگے؟"

معاذ نے جواب دیا۔ "قرآن کے حکم کو۔"

"لیکن اگر قرآن میں تمھیں ٹھیک بیٹھنے والا حکم نہ ملے؟"

"تب میں پیغمبر کی مثال کو سامنے رکھ کر چلونگا۔"

"اگر تمھیں پیغمبر کی مثال میں بھی ٹھیک بیٹھنے والی چیز نہ ملے؟"

"تب میں اپنی عقل سے کام لونگا۔"

محمدؐ صاحب نے خوش ہو کر دوسروں سے بھی اسی طرح کام کرنے کو کہا۔

علی کو پورب کی سرحد پر یا صوبے کے بندوبست کے لئے بھیجا اور چلتے وقت ہدایت کی "جب کبھی کوئی دو آدمی تمھارے پاس انصاف کیلئے آویں تو بنا دونوں کو اچھی طرح سنے کبھی فیصلہ نہ کرنا۔"

بہت مثالیں اس بات کی ملتی ہیں کہ راجہ یا حاکم کی حیثیت سے محمدؐ

صاحب مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں کبھی کسی طرح کا فرق نہ کرتے تھے یہاں تک کہ ایک بار کچھ لوگ ان کی اس بات سے ناخوش ہو کر اسلام چھوڑ کر پھر سے پرانے دھرم میں چلے گئے۔ قرآن میں صاف آیت ہے کہ اس طرح کے لوگوں کے چلے جانے کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔*

---

* قرآن ۴(۱۰۵-۱۵

پیغمبر کی شادیاں

اب ہمارے لئے محمدؐ صاحب کی گھریلو زندگی یعنی ان کی شادیوں پر ایک نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔

اوپر آچکا ہے کہ محمدؐ صاحب کی پہلی شادی ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ ان ۲۵ سال تک عرب اور خاصکر مکہ کی بگڑی ہوئی ہوا میں بھی محمدؐ صاحب کا جیون بے داغ رہا۔ جبکہ ان کی عمر کے لڑکے عیش اور آوارگی میں اپنا وقت کھوتے تھے محمدؐ صاحب یا تو پہاڑیوں پر اکیلے بکریاں چرایا کرتے یا ایکانت میں بیٹھے سوچا کرتے تھے۔ محمدؐ صاحب کی اس زمانہ کی نیک چلنی پر آج تک کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔

پچیس ۲۵ سال سے پچاس ۵۰ سال کی عمر تک انھوں نے اپنی سچی خدیجہ کے ساتھ جو ان سے پندرہ ۱۵ سال بڑی تھی اپنا دھرم سچائی سے نبایا ایک

آدمی کی بہت سی بی بیوں کا رواج سارے یورپ، عرب اور اس زمانہ کے قریب قریب سب دیشوں میں اتنا عام تھا کہ محمدؐ صاحب کے علاوہ اُن دِنوں کم کے بڑے لوگوں میں شاید کم ہی ایسے رہے ہوں گے جن کی صرف ایک بی بی ہو۔

ان دو ہمرتے پچیس۲۵ سال کے بارے میں ایک مورّخ (اتہاس کار) لکھتا ہے:۔

پچیس۲۵ سال تک محمدؐ صاحب اپنی بڑی عمر کی بی بی کے ساتھ وفاداری سے رہے۔ جب وہ پینسٹھ۶۵ سال کی تھی تب بھی وہ اس سے ویسا ہی پریم کرتے تھے جیسا اس وقت جبکہ ان کی شادی ہوئی تھی۔ اُن تمام ۲۵ برس کے اندر محمدؐ صاحب کی نیک چلنی کے خلاف کہیں کسی طرح کا شائبہ تک نہیں سنائی دیا۔ اس وقت تک کی ان کی زندگی کو خوب غور کے ساتھ شبشہ (خردبیں) سے دیکھنے پر بھی کہیں کوئی دھبہ دکھائی نہیں دیتا"۔*

خدیجہ کے مرنے کے بعد زندگی کے آخری تیرہ سال میں ان کی نو اور شادیاں ہوئیں۔ ان نو۹ شادیوں کے بارے میں وہی اتہاس کار لکھتا ہے:۔

"ان میں سے کچھ شادیاں تو اس خیال سے کی گئی تھیں کہ کچھ عورتوں کے خاوند اسلام کی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ ان کا کوئی سہارا نہ رہ گیا تھا۔ محمدؐ صاحب نے ان کے خاوندوں کو جوش دلا کر لڑائی میں بھیجا تھا۔

*I Stanley Lane Pool.

اُن بیواؤں کو حق تھا کہ محمدؐ صاحب کا آسرا چاہیں۔ اور محمدؐ صاحب کافی دیاوان تھے۔ باقی شادیوں کا مطلب صرف راج کاجی تھا یعنی ایک دوسرے کیخلاف دلوں کے سرداروں کو ایک پریم ڈور میں باندھنا"*

یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہیے کہ اُن دنوں عرب میں کوئی بھی عزّت والی عورت بنا شادی کئے کسی بھی دوسری صورت میں کسی کے گھر میں رہنا پسند نہ کر سکتی تھی۔ ایک دوسرا اتہاس کار لکھتا ہے:-

"چال چلن کے خیال سے محمدؐ صاحب بڑے اونچے درجے کے آدمی تھے۔ جیون کی گہرائی میں وہ اتنے گہرے گئے ہوئے تھے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی طاقت کو بھوگ بلاس میں کھو ڈالتے ...... وہ سمجھتے تھے کہ اپنے اثر اور طاقت کو بڑھانے کیلئے شادی ایک بڑا زبردست ذریعہ ہے۔ ہزار پا کن کھجورے کی ہزار ٹانگوں کی طرح شادی جگہ جگہ اپنی باہیں پھیلا دیتی ہے اور ایسے ایسے ناتے اور رشتے جوڑ لیتی ہے جنھیں وہ ویسے ہی چپٹ جاتی ہے جیسے گھونگا چٹان کو چمٹا رہتا ہے یا آٹھ پانو مچھلی اپنے شکار کو۔ قریب قریب ہمارے زمانہ تک یہی اصول یورپ کے راج کاج کا ایک بڑا حصہ رہا ہے ...... یہی غرض تھی جس نے محمدؐ صاحب کو کئی شادیوں کیلئے تیار کیا۔ محمدؐ صاحب کے بڑے مشن کا یہ ایک ضروری حصہ تھا۔"

---

* Stanley Lane Pool in his Introduction to Lane's Selections from the Quran.

2 Islam, Her Moral and Spiritual Nature, by Major A. G. Leonard, PP. 79-80.

محمد صاحب کی ان نو شادیوں کا تھوڑے میں حال یہ ہے :-

خدیجہ کے بعد محمد صاحب کی دوسری شادی ان کے جیون بھر کے ساتھی ابوبکر کی لڑکی عائشہ کے ساتھ ہوئی۔ عائشہ کماری تھی۔ اس کی عمر ۱۰ سال کی تھی۔ ابوبکر نے اپنے تن من دھن سے مصیبت کے وقت اسلام کی بڑی سیوا کی تھی جس کا کچھ ذکر اوپر آچکا ہے۔ خدیجہ کے مرنے کے بعد ابوبکر کے یہ بات جی میں جم گئی کہ میری بیٹی پیغمبر کو بیاہی جائے۔ انھوں نے بڑی ضد کے ساتھ پیغمبر سے پرارتھنا کی۔ عرب میں کسی کی اس طرح کی پرارتھنا کو ٹھکرا دینا اس کی بہت بڑی ہیٹی سمجھی جاتی تھی۔ محمد صاحب نے اس پرارتھنا کو مان کر ابوبکر کو ہمیشہ کے لیے اپنا احسان مند بنا لیا۔ اور ساتھ ہی دونوں خاندانوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ایک کر دیا۔ اس کے بعد زندگی بھر انھوں نے اور کسی بھی کماری کے ساتھ شادی نہیں کی۔

تیسری شادی ایک غریب بڑھیا سودا کے ساتھ ہوئی۔ سودا محمد صاحب کے ایک شروع کے ساتھی سکران کی بیوی تھی۔ قریش کے ظلموں سے بچنے کے لیے وہ اپنے پتی کے ساتھ اتھیوپیا چلی گئی۔ وہاں سکران مر گیا۔ سودا مکہ واپس آئی۔ مکہ میں نہ کوئی اس کا مدد کرنے والا تھا نہ کوئی پوچھنے والا۔ رشتہ داروں تک نے اس کو پالنے سے انکار کر دیا۔ بوڑھی اور لاچار سودا کی پرارتھنا پر محمد صاحب نے اس کے ساتھ نکاح پڑھا کر اس کو اپنے گھر میں رہنے کی راہ نکال دی۔

چوتھی شادی حضرت عمر کی بیوہ لڑکی حفصہ کے ساتھ ہوئی۔ حفصہ کا خاوند بدر کی لڑائی میں مارا گیا۔ عمر نے اپنی بیوہ لڑکی کی پھر سے شادی کسی اچھے مسلمان سے کرنا چاہا۔ اس نے عثمان سے کہا۔ عثمان نے انکار کر دیا۔ وجہ یہ تھی کہ حفصہ عمر۔ رنگ اور روپ سے کسی کے دل کو نہ بھا سکتی تھی۔ ابوبکر، عمر اور عثمان کا رتبہ مسلمانوں میں بہت اونچا تھا۔ عمر تیز مزاج تھے۔ انھوں نے ان انکاروں کو اپنی بے عزتی سمجھی۔ لکھا ہے سارے مسلمانوں میں جھگڑا پھیل جانے کا ڈر تھا۔ محمدؐ صاحب کو پتہ چلا۔ عمر کو ٹھنڈا کرنے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے انھوں نے حفصہ کے ساتھ خود بیاہ کر لیا۔

پانچویں شادی احد کی لڑائی کے ایک سال بعد امیہ کی لڑکی ہند کے ساتھ ہوئی۔ امیہ بڑا اثر والا آدمی تھا۔ احد کی لڑائی میں ہند کا خاوند گھائل ہو گیا اور آٹھ مہینہ بعد مر گیا۔ بیوہ ہند کے کئی بچے تھے بچوں کے پالنے کے لئے اس نے دوسرا بیاہ کرنا چاہا۔ وہ تیز مزاج اور لڑاکا مشہور تھی۔ اس کے ساتھ بھی ابوبکر اور عمر دونوں نے بیاہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے کا نام سلمہ تھا۔ جس سے وہ اُم سلمہ یعنی سلمہ کی ماں کہلاتی تھی۔ [illegible] کر اس نے خود محمدؐ صاحب سے نکاح کی [illegible]۔ انھوں نے مان لیا۔ اور اس کے اور اسکے بچوں کے پالنے کا ذمہ لیا۔

چھٹی شادی اس طرح ہوئی۔

زینب ان کی پھوپھی کی لڑکی تھی۔ زینب کا باپ قریش کی بنی دودان شاخ سے تھا۔ یہ بنی دودان اسلام کے مشہور دشمن ابوسفیان کے نزدیکی رشتہ دار تھے۔ لیکن محمدؐ صاحب اور اسلام سے اتنا زیادہ پریم رکھتے تھے کہ مکہ سے ہجرت کے وقت وہ سب کے سب مرد عورت اور بچے مکہ میں اپنے گھروں کو تالا لگا کر محمدؐ صاحب کے ساتھ مدینہ چلے آئے تھے۔ ابوسفیان کو روکنے کے لئے اس خاندان کی مدد محمدؐ صاحب کے لئے بڑی قیمتی تھی۔ مدینہ پہنچنے کے بعد زینب کے ماں باپ نے اس کی شادی محمدؐ صاحب سے کر دینا چاہا۔ محمدؐ صاحب نے انکار کر دیا۔ قریش میں خاندان کا گھمنڈ بے حد تھا۔ محمدؐ صاحب اس گھمنڈ کو توڑنا چاہتے تھے۔ اور آدمی آدمی میں برابری قائم کرنا چاہتے تھے۔ انھوں نے بنی دودان کو صلاح دی کہ زینب کی شادی زید کے ساتھ کر دی جائے۔ زید وہ غلام تھا جسے محمدؐ صاحب ہی نے آزاد کیا تھا۔ گھمنڈی بنی دودان کو یہ بات پسند نہ آئی۔ پھر بھی محمدؐ صاحب کے کہنے سننے پر انھیں زینب کی شادی زید کے ساتھ کر دینی پڑی۔

زینب کے اپنے دل سے اپنی نسل کا گھمنڈ نہ مٹ سکا۔ ایک گورے عرب سردار کی لڑکی اور ایک غلام سے بیاہی جائے۔ یہ اس نے سہا نہ جاتا تھا۔ دونوں کا جیون سکھی نہ تھا۔ تھک کر زید نے زینب کو طلاق دینا چاہا۔ اس نے محمدؐ صاحب سے اجازت مانگی۔ محمدؐ صاحب

نے اس سے پوچھا "کیوں کیا تو نے زینب میں کوئی برائی دیکھی ہے ؟"
زید نے جواب دیا "نہیں لیکن میں اب اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا"
محمد صاحب نے غصے سے کہا "جا اپنی بی بی کو اپنے ساتھ رکھ
اور اللہ سے ڈر" ۱؎

لیکن اس ڈانٹ سے بہت دنوں کام نہ چل سکا۔ آخر زید نے
زینب کو طلاق دے دیا۔

زینب اپنے باپ کے گھر واپس آگئی۔ باپ نے ایک دوسرے کے
بعد کئی لوگوں سے زینب کی دوسری شادی کرنا چاہا۔ لیکن کسی نے
بھی ایک ایسی عورت سے شادی کرنا نہ چاہا جو ایک غلام کی بی بی رہ چکی تھی۔

بنی دودان کو اس میں اپنی بہت بڑی ہتک دکھائی دی۔ انھیں
بڑا دکھ ہوا۔ ان کی اس [illegible] کی ذمہ داری محمد صاحب پر
تھی۔ انھوں نے پھر محمد صاحب [illegible] زینب کو اپنے نکاح میں لینے کی
پرارتھنا کی۔ محمد صاحب نے زید اور زینب کو بلا کر پھر سے ان میں صلح
کرا دینے کی کوشش کی۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ ہوا۔ محمد صاحب کے لئے
کوئی چارا نہ تھا۔ انھوں نے زینب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ زینب کی عمر
اس نکاح کے وقت پینتیس ۳۵ سال سے اوپر تھی۔

۱؎ قرآن ۳۳-۳۷

ساتویں شادی ایک بیوہ جویریہ کے ساتھ ہوئی۔ جویریہ کا باپ حارث بنی مستلق قبیلے کا سردار تھا۔ مدینہ سے دو سو میل دور سمندر کے کنارے حارث مارا گیا۔ اور اس قبیلے کے کوئی دو سو آدمی مسلمانوں نے پکڑ لیے بنی مستلق نے صلح چاہی۔ دو قبیلوں یا دلوں میں صلح کی ایک ضروری شرط ان دنوں ہارے ہوئے قبیلہ کی طرف سے یہ ہوتی تھی کہ جیتے ہوئے قبیلے کا کوئی خاص آدمی ہارے ہوئے قبیلے کی کسی عورت کے ساتھ شادی کرلے۔ اسی رواج پر زور دیکر ہارے ہوئے یونانی سردار سیلیوکس نے جیتے ہوئے موریہ سمراٹ چندر گپت سے صلح کے وقت اس بات پر ضد کی تھی کہ چندر گپت سیلیوکس کی ایک لڑکی سے شادی کرے۔ اور چندر گپت کو ماننا پڑا تھا۔ محمدؐ صاحب نے بنی مستلق کی پرارتھنا پر ان کے اس سردار حارث کی بیوہ لڑکی جویریہ کے ساتھ جو لڑائی میں مر چکا تھا شادی کرکے اس سارے قبیلے کو مسلمانوں کے ساتھ پریم ڈور میں باندھ لیا۔ اس شادی سے دو سو مستلق قیدی بنا کسی شرط کے ایک دم چھوڑ دیئے گئے۔ برسوں بعد جویریہ کی اس شادی کی بات کرتے ہوئے محمدؐ صاحب کی دوسری بی بی عائشہ نے کہا تھا "کوئی عورت کبھی اپنے قبیلے والوں کے لئے اس سے بڑی برکت ثابت نہیں ہوئی جتنی جویریہ اپنے لوگوں کے لیے۔"

ٹھیک اسی طرح خیبر کی لڑائی کے بعد محمدؐ صاحب نے آٹھویں شادی
بنی قریزہ کے سردار اخطب کی بیوہ لڑکی سیفیہ کے ساتھ کی۔ صیفیہ کی
دو بار پہلے شادی ہو چکی تھی۔ اس کا دوسرا خاوند خیبر کی لڑائی میں مارا
گیا تھا۔ صیفیہ یہودی تھی اور محمدؐ صاحب سے شادی کرنے کے بعد
بھی آخیر تک اپنے یہودی دھرم پر ہی چلتی رہی۔

نویں شادی مکہ کے پرانے حاکم اور اسلام کے دشمن قریش سردار
ابوسفیان کی بیوہ لڑکی امّ حبیبہ کے ساتھ ہوئی۔ امّ حبیبہ کا پہلا مرد
اتھیوپیا میں اپنے دیش سے دور مرا تھا۔ محمدؐ صاحب کے ساتھ
شادی ہونے سے پہلے امّ حبیبہ کے کئی بچے تھے جن میں ایک لڑکی
کا نام حبیبہ تھا۔ بیاہ کی غرض بالکل صاف تھی۔

دسویں اور آخری شادی ان دنوں مکہ میں ہوئی جب حدیبیہ
کی صلح کے بعد محمدؐ صاحب تین دن کی جاترا کے لیے مکہ گئے ہوئے
تھے۔ یہ شادی ایک قریش سردار حارس کی بیوہ لڑکی میمونہ کے ساتھ
ہوئی تھی۔ محمدؐ صاحب نے اپنے ایک چچا کے زور دینے پر یہ شادی
کی تھی۔ اور چچا کی غرض پوری ہوئی یعنی اس شادی سے ولید کے
بیٹے خالد اور عاص کے بیٹے عمرو جیسے دو زبردست دشمن محمدؐ صاحب
کی طرف ہو گئے۔

اپنی ان سب بیویوں کے ساتھ محمدؐ صاحب کا برتاؤ ہمیشہ ایک سا

رہا۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس وقت تک دنیا کے شاید کسی دیش میں بھی ایک آدمی کی ایک سے زیادہ بیبیاں ہونا کسی طرح برا نہ سمجھا جاتا تھا اور محمدؐ صاحب کی ان شادیوں کی غرض صاف تھی۔

محمدؐ صاحب کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ دونوں لڑکے بچپن ہی میں مر گئے۔ تین لڑکیوں کی شادیاں انھوں نے عرب کے پرانے دھرم کے لوگوں میں کیں۔ اور ایک لڑکی فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ کے ساتھ ہوئی۔ *

---

* Mirza Abul Fazal's Life of Mohammed, PP. 232-33.

آخری دن

محمد صاحب کی عمر تریسٹھ سال کی ہو چلی تھی۔ ان کا زیادہ جیون کڑا اور سادہ تھا۔ انھیں اپنے اوپر پورا قابو تھا۔ موت کے بخار سے پہلے صرف ایک بار سفر میں ان کی طبیعت کے کچھ خراب ہونے کا ذکر آتا ہے۔ ہو سکتا تھا کہ ان کی عمر اور زیادہ لمبی ہوتی لیکن خیبر کی لڑائی میں جو زہر انھیں دیا گیا تھا۔ اس سے وہ اس وقت تو بچ گئے پر انھیں کافی نقصان پہنچا۔ ایک بار اس زہر کے اثر کو کم کرنے کے لیے انھوں نے سینگی بھی لگوائی۔ پھر بھی ان کی تندرستی بگڑتی چلی گئی۔ محمد صاحب کی اپنی رائے یہی تھی کہ آخری بخار انھیں اسی زہر کے اثر سے ہوا۔ اسکے علاوہ مکہ میں تکلیفیں، بے عزتی، مصیبتیں، قید اور شہر سے نکال دیا جانا مدینہ میں ایک ایسے کام کے لیے بے چینی جس کا پورا ہونا

کئی سال تک شک کی بات رہی اور دن دن بڑھتے ہوئے راج کے سوچ فکر ان سب کا بھی ان پر بہت بڑا بوجھ تھا" اس سب کے علاوہ قرآن کے الگ الگ حصے جس طرح سامنے آئے اس کا بھی محمدؐ صاحب کی تندرستی پر گہرا اثر پڑا۔ جب کبھی کسی خاص روحانی مشکل یا کھٹنائی کے وقت انھیں راستہ نہ سوجھتا تھا وہ کھانا پینا چھوڑ چادر لپیٹ پڑ جاتے تھے دعائیں مانگتے تھے اور روتے تھے۔ کبھی کبھی انھیں کئی کئی دن اسی طرح بیت جاتے تھے۔ انکا بدن بار بار کانپنے لگتا تھا اور چادر آنسوؤں اور پسینے سے ملکر تر ہو جاتی تھی۔ آخر میں وہ اٹھتے اور جو فیصلہ یا جو شبد اس وقت ان کے منہ سے نکلتے تھے اُسے وہ اپنے مالک کا سندیشہ اپنے اللہ کی وحی بتاتے تھے، محمدؐ صاحب کی اس طرح کی وحیاں ملکر ہی قرآن کہلاتی ہیں۔ ان کی دوسری معمولی کہاوتیں یا ہدایتیں 'حدیث' کہلاتی ہیں اور انھیں ایشور کا حکم نہیں مانا جاتا۔ اس میں شک نہیں کہ ان بار بار کے انوکھے دردوں اور تپشوں کا اثر محمدؐ صاحب کے تن پر اور ان کی نسوں اور دماغ پر بہت ہی گہرا پڑا۔ ایک بار ابوبکر محمدؐ صاحب کی داڑھی میں کچھ سفید بال دیکھ کر رونے لگے۔ محمدؐ صاحب نے کہا" ہاں، یہ سب ان دردوں اور تکلیفوں کا نتیجہ ہے جو وحی کے پیدائش کے وقت مجھے ہوتے تھے۔ سورہ ہود، سورہ الواقعہ، سورہ القارعہ٭

٭ قرآن کے حصوں کے نام

اور ان کے ساتھیوں نے میرے بالوں کو سفید کر دیا۔"

محمدؐ صاحب کو آخری بخار آیا۔

ایک دن آدھی رات کو جب مدینے کے سب لوگ پڑے سو رہے تھے وہ صرف ایک آدمی کو ساتھ لیکر شہر کے باہر قبرستان میں گئے اور قبروں کے بیچ میں بیٹھ کر بہت دیر تک دھیان میں ڈوبے رہے۔ آخر انھوں نے بھرے دل سے کہنا شروع کیا۔

"اے قبروں کے رہنے والو! تم پر سلام (شانتی) ہو! ۔ اللہ تمھیں اور ہمیں سب کو معاف کر دے! شانتی وہ سویرا ہو جس دن تم سب پھر سے جاگو اور سکھ بھری اس دن تمھاری حالت ہو! تم ہم لوگوں سے پہلے چلے گئے اور ہم تمھارے پیچھے آ رہے ہیں!"

اگلے دن سویرے اپنے دونوں چچیرے بھائیوں علی اور فضل کے سہارے وہ مسجد میں گئے۔ نماز کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا:۔

"مسلمانو! اگر میں نے تم میں سے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا ہے تو اس وقت میں جواب دینے کے لئے موجود ہوں۔ اگر تم میں سے کسی کا مجھے کچھ دینا ہے تو جو کچھ آج دن میرے پاس ہے سب تمھارا ہے۔"

ایک آدمی نے یاد دلایا کہ میں نے آپ کے کہنے سے ایک غریب کو تین درم دیئے تھے۔ محمدؐ صاحب نے اُسی دم اُسے تین درم دیدیئے اور کہا "اس دنیا میں جھینپنا اچھا ہے جس سے ہمیں اس دنیا میں تکلیف

اٹھانا نہ پڑے۔"

پھر انھوں نے بڑے بھرے دل سے اُن مسلمانوں کے لئے اللہ سے پرارتھنا کی جو اپنے دھرم کے لیے جان دے چکے تھے یا جنھوں نے دھرم کے نام پر تکلیفیں سہی تھیں۔ مکے کے مہاجرین کی طرف منھ کر کے 'انصار' کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھوں نے کہا:-

"مسلمانوں کی تعداد تو بڑھتی گئی لیکن مدینے کے 'انصار' کی تعداد اب نہیں بڑھ سکتی۔ یہ لوگ ہی میرے کٹنبی تھے جنھوں نے مجھے رہنے کو گھر دیا۔ جب دنیا مجھے تکلیفیں دے رہی تھی اس وقت ان لوگوں نے مجھ پر بشواس کیا اور مجھے اپنایا۔"

روگ اور کمزوری بڑھتی گئی۔ جمعہ کو مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے انھوں نے ابوبکر کو بھیجا۔ اس دن تک وہ برابر خود نماز پڑھاتے تھے۔ ابوبکر کو نماز پڑھاتے دیکھ کر لوگوں میں سنسنی پھیل گئی۔ کچھ نے سمجھا کہ پیغمبر چل دیئے۔ خبر پاتے ہی محمد صاحب علی اور فضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھے مسجد میں آئے۔ انھیں دیکھتے ہی لوگوں کا رنگ بدل گیا۔ مرجھائے ہوئے چہرے کھل گئے۔ ابوبکر نماز پڑھاتے پڑھاتے رک گئے۔ محمد صاحب نے حکم دیا جاری رکھو۔ نماز ختم ہونے پر محمد صاحب نے لوگوں سے کہا:-

"میں نے سنا ہے اپنے پیغمبر کی موت کی یوں ہی بات سن کر تم لوگ

گھبرا گئے تھے۔ لیکن کیا مجھ سے پہلے کا کوئی پیغمبر ہمیشہ رہا ہے۔ جو تم سمجھتے ہو کہ میں تم سے کبھی الگ نہ ہونگا؟ ہر چیز کا وقت طے ہے جس میں نہ جلدی کی ہو سکتی ہے نہ اُسے ٹالا جا سکتا ہے۔ میں اسی کے پاس جا رہا ہوں جس نے مجھے بھیجا تھا۔ اور میری آخری پرارتھنا تم لوگوں سے یہ ہے کہ تم آپس میں اتفاق سے رہنا۔ ایک دوسرے سے پریم کرنا۔ ایک دوسرے کی عزت کرنا اور رہبرتیا۔ کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ ایک دوسرے کو دھرم سے ڈگنے نہ دینے میں اپنے بشواس کو مضبوط کرنے میں اور نیک کام کرنے میں ہمت دلاتے رہنا۔ یہی لوگوں کی بھلائی کا راستہ ہے۔ اور سب راستے بربادی کے ہیں۔"

آخیر میں انھوں نے قرآن کی یہ آیت لوگوں کو پڑھ کر سنائی:-

"اللہ اس دنیا میں اُن لوگوں ہی کو سکھ دیگا جو اس دنیا میں بڑے بننے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو کسی کے ساتھ بے انصافی نہیں کرتے اس دنیا کا آنند صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اس دنیا میں پرہیزگاری سے رہتے ہیں"؎

لوگوں کو محمدؐ صاحب کا یہ آخری اپدیش تھا۔ مسجد کے پاس ہی عائشہ کی جھونپڑی تھی علیؓ اور فضل کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر محمدؐ صاحب عائشہ کے گھر چلے گئے۔ اس دن انھیں بخار کا چوتھا دن تھا۔

؎ قرآن ۲۸ - ۸۳

سینچر کی رات کو بخار بہت تیز ہو گیا۔ ان کی بےچینی دیکھ کر ان کی ایک بی بی امّ سلمہ چلا کر رونے لگی۔ محمدؐ صاحب نے ڈانٹ کر کہا "خاموش! جسے اللہ پر بھروسہ ہے وہ کبھی اس طرح نہیں چلا سکتا"، ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا۔

"ہاں! اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے کہ جب کبھی اس دنیا میں ایشور میں بشواس رکھنے والے کسی بھی آدمی پر کوئی مصیبت یا روگ آتا ہے تو اللہ اس مصیبت کے ذریعہ اسی طرح اسکے گناہوں کو اس سے الگ کر دیتا ہے جس طرح پت جھڑ کی موسم میں درخت سے پتے جھڑتے ہیں!"

"ہمارے دکھ ہمارے پاپوں کو دھونے کے لئے ہیں۔ سچ مچ اگر ایشور میں بشواش رکھنے والے کسی بھی آدمی کے ایک کانٹا چبھتا ہے تو اللہ اس کے ذریعہ اس کا زینہ بڑھا دیتا ہے اور اس کا ایک پاپ دھل جاتا ہے۔"

"جس کا بشواس جتنا پکا ہوتا ہے اتنی ہی اس کی جانچ پرکھی جاتی ہے۔ جس کا بشواس اٹل ہے اسی کو دکھ بھی زیادہ دیئے جاتے ہیں۔ اگر بشواس کمزور ہے تو دکھ بھی ویسے ہی ہوتے ہیں۔ لیکن کسی صورت میں بھی دکھوں میں تب تک کوئی معافی نہ ہوگی جب تک آدمی کا ایک ایک پاپ دھل کر وہ زمین پر بے داغ ہو کر نہ پھرنے لگے۔"

رات بھر محمدؐ صاحب قرآن کے وہ سورے دوہراتے رہے جن میں الشور کی تعریف کی گئی ہے۔

اتوار کو کمزوری بے حد تھی۔ جس دن سے بیمار پڑے تھے۔ محمدؐ صاحب لگاتار اپواس کر رہے تھے۔ اس دن آدھی بیہوشی کی حالت میں کسی نے ان کے منہ میں کچھ دوا لاکر ڈال دی۔ اس پر انھوں نے بڑا دکھ مانا اور ناراض ہوئے۔

ایک بار انھوں نے کپڑا منہ سے ہٹاکر کہا:۔

"اللہ کا کوپ (غضب) ان لوگوں پر ہو جو اپنے پیغمبروں کی قبروں کو پوجنے لگتے ہیں۔ اے اللہ! میری قبر کی کبھی کوئی پوجا نہ کرے۔"

اتوار ہی کو انھوں نے عائشہ سے کہا "اپنے پاس بالکل پیسہ نہ رکھو۔ جو کہیں کچھ بچا کر رکھ چھوڑا ہو تو اسے غریبوں میں بانٹ دو۔" عائشہ نے کچھ سوچا۔ اس نے کہیں سے کسی وقت کے لئے چھ سونے کے دینار اپنے پاس چپکے سے بچا کر رکھ چھوڑے تھے۔ تھوڑی دیر بعد محمدؐ صاحب نے پھر کہا کہ جو کچھ ہو مجھے دیدو۔ عائشہ نے وہ چھ سونے کے دینار (مہریں) محمدؐ صاحب کے ہاتھ پر لاکر گن دیئے۔ محمدؐ صاحب نے اسی دم حکم دیا کہ انھیں کچھ غریب کنبوں میں بانٹ دیا جائے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ اس پر محمدؐ صاحب نے کہا "اب مجھے شانتی ملی! سچ مچ یہ اچھا نہیں تھا کہ میں اپنے اللہ سے ملنے جاؤں اور یہ سونا میری ملکیت رہے۔"

محمدؐ صاحب اس کے بعد سچ مچ بے پیسہ تھے۔ اتوار کی رات دیا جلانے کے لئے عائشہؓ کو ایک پڑوسی کے یہاں سے تیل مانگنا پڑا۔ ٹھیک مرنے کے وقت محمدؐ صاحب کی اپنی کوچ (زرہ) قریب ڈیڑھ من جَو کے بدلے گروی رکھی ہوئی تھی۔

اتوار کی رات بیماری میں کٹی۔ سوموار کو صبح بخار کم ہوا۔ حالت کچھ اچھی معلوم ہونے لگی۔ باہر مسجد کی صحن میں ہزاروں مرد عورت اور بچے پیغمبر کا حال پوچھنے کو جمع ہوئے۔ نماز کا وقت آیا۔ ابوبکر نماز پڑھانے لگے۔ ابھی پہلی رکعت ہی ہوئی تھی کہ عائشہ کی جھونپڑی کا پردہ اٹھا۔ دو آدمیوں کے سہارے محمدؐ صاحب باہر آتے دکھائی دیئے۔ ان کے چہرے پر خوشی تھی۔ ان کو دیکھتے ہی لوگوں کے مرجھائے چہرے کھل اٹھے۔ محمدؐ صاحب نے مسکرا کر اپنے ساتھی فضل سے کہا "سچ مچ اس نماز کو دیکھا کر اللہ نے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا"!

اسی طرح سہارے سے محمدؐ صاحب نماز کے لئے کھڑے لوگوں کی طرف بڑھے۔ لوگوں نے بیچ سے ہٹ کر راستہ بنایا۔ ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ انھوں نے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ کر پیغمبر کے لئے امام کی جگہ چھوڑنا چاہا۔ پیغمبر نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں پھر آگے بڑھ کر نماز پڑھاتے رہنے کی ہدایت دی اور خود انکا ہاتھ پکڑ کر سہارے سے ان کے پاس زمین پر بیٹھ گئے۔ ابوبکر نے نماز پوری کرائی۔

نماز کے بعد محمدؐ صاحب پھر عائشہؓ کی جھونپڑی میں چلے گئے۔ وہ بے حد تھک گئے تھے۔ ایک ہری داتون مانگ کر انھوں نے دانت صاف کئے۔ کلّہ کر کے لیٹ گئے۔ عائشہ کا ہاتھ محمدؐ صاحب کے داہنے ہاتھ پر تھا۔ انھوں نے عائشہ سے اپنا ہاتھ ہٹا لینے کا اشارہ کیا۔ تھوڑی دیر میں دھیرے دھیرے یہ شبد ان کے منھ سے نکلے "اے اللہ! مجھے معاف کر اور مجھے اس دنیا کے ساتھیوں سے ملا" پھر "ہمیشہ کے لئے سورگ"! "معافی"! "ہاں! اس دنیا کے مبارک ساتھی" ان شبدوں کے ساتھ ساتھ مسجد سے لوٹنے کے چند گھنٹے کے اندر ہی سوموار بارہ[۱۲] ربیع الاوّل سنہ ۱۱ ہجری ۸ جون ۶۳۲ء کو دوپہر کے ذرا بعد محمدؐ صاحب کی آتما اس دنیا سے چل بسی۔

باہر مسجد میں لوگوں کی بھیڑ تھی۔ بہت سوں کو بشواس نہ ہوتا تھا کہ اسلام کے پیغمبر اٹھ گئے۔ ابوبکر نے اندر جا کر چہرے سے چادر اٹھائی۔ اور منھ چوم کر کہا "تو زندگی میں پیارا تھا۔ اور موت میں بھی پیارا رہا ہے!" پھر یہ کہکر "...... تو میرے باپ اور ماں دونوں سے زیادہ پیارا تھا! تو نے موت کے کڑوے دکھوں کو چکھ لیا۔ اللہ کی نگاہ میں تو اتنا قیمتی ہے کہ وہ تجھے یہ پیالہ دوبارہ پینے کو نہیں دے سکتا۔" ابوبکر نے محمدؐ صاحب کے چہرے کو دوبارہ چوما۔ اور پھر چہرے کو چادر سے ڈھک کر ابوبکر باہر چلے آئے۔

باہر آ کر ابوبکر نے لوگوں کو قرآن کی دو آیتوں کی یاد دلائی۔ ایک وہ

جس میں اللہ نے محمدؐ صاحب سے کہا ہے۔ "سچ مچ تو بھی مریگا اور یہ سب لوگ بھی مرینگے"۔ اور دوسری یہ "محمدؐ ایک رسول ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں سچ مچ اس سے پہلے سب رسول مرتے آئے ہیں پھر اگر وہ مرجاوے یا مارا جاوے تو کیا تم اپنے دھرم سے پھر جاؤگے"۔ اس کے بعد ابوبکر نے صاف صاف شبدوں میں کہا۔ "جو کوئی محمدؐ کی پوجہ کرتا ہے اسے جاننا چاہئے کہ محمدؐ سچ مچ مرگئے۔ لیکن جو کوئی اللہ کی پوجہ کرتا ہے، اسے جاننا چاہئے کہ اللہ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرتا"۔

علی۔ اوسام، فضل اور کچھ اور لوگوں نے مل کر محمدؐ صاحب کو نہلایا جن کپڑوں میں وہ مرے تھے ان کے اوپر دو سفید چادریں اور لپیٹ دی گئیں، سب سے اوپر یمن کی ایک دھاری دار چادر ڈال دی گئی چوبیس گھنٹے تک لاش اسی طرح پڑی رہی۔ اگلے دن منگل کو نگر اور باہر کے سب لوگوں نے یہانتک کہ عورتوں اور بچوں نے آکر پیغمبر کے چہرے کو آخری بار دیکھا۔ ابوبکر اور عمر نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اسی دن شام کو عائشہ کی کوٹھری میں ٹھیک اسی جگہ جہاں محمدؐ صاحب کی آنکھ بند ہوئی تھی انکے جسم کو مٹی کے سپرد کردیا گیا۔

حضرت ابوبکر کا بیان ہے کہ محمدؐ صاحب کہا کرتے تھے کہ "نبیوں کا کوئی وارث (یعنی ان کے بعد ان کے مال کا مالک) نہیں ہوتا۔ وہ جو کچھ چھوڑ جاویں غریبوں کا ہے" (بخاری مسلم۔ ابوداؤد نسائی)

اس اصول پر مرنے سے پہلے محمدؐ صاحب کے اپنے پاس جو کچھ بچ رہا تھا۔ ایک سفید خچر۔ کچھ ہتھیار اور تھوڑی سی زمین۔ وہ انھوں نے محتاجوں اور اناتھوں کے لئے دان دیدی (بخاری نسائی)

عائشہ کا بیان ہے کہ مرتے وقت پیغمبر نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، نہ اونٹ۔ نہ بکری۔ نہ داس۔ نہ داسی اور نہ کچھ اور (بخاری مسلم ابوداؤد۔ نسائی)

محمدؐ صاحب کے مرنے کے کچھ دنوں بعد انس نامی ایک آدمی کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جس سے محمدؐ صاحب پانی پیا کرتے تھے۔ وہ بیچ سے کچھ پھٹا ہوا تھا۔ محمدؐ صاحب نے اسے لوہے کی پتی سے جوڑ رکھا تھا۔ ان کے مرنے کے بعد کسی طرح وہ انس کو مل گیا۔ انس نے لوہے کی پتی کو نکال کر اسے چاندی کے تار سے جوڑ لیا تھا (بخاری)

اب ہمارے لئے محمدؐ صاحب کی رہن سہن اور اسلام کے خاص خاص اصولوں کو بیان کرنا باقی ہے۔

پیغمبر کا رہن سہن

محمدؐ صاحب کے مکے کے جیون اور ان کے وہاں کی تکلیفوں کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔

مدینہ میں محمدؐ صاحب کی زندگی گھریلو جیون اور فقیری دونوں کا ایک عجیب میل تھا۔ آخیر تک انکا رہن سہن عام درجہ کا سادہ اور محنتی تھا۔ سرکاری ٹیکس سے یا زکوٰۃ یا صدقے (دان) سے ایک کوڑی بھی اپنے یا اپنے گھر والوں کے لئے لینا وہ حرام سمجھتے تھے کسی سے مانگنا بھی وہ ٹھیک نہ سمجھتے تھے۔ خاص خاص دوستوں سے ہدیہ یا بھینٹ سے لیتے تھے لیکن ضرورت سے زیادہ کبھی نہیں۔ انکی اپنی ملکیت میں کچھ کھجور کے پیڑ اور کچھ اونٹ اور بکریاں تھیں جن سے کھجور اور دودھ مل جاتا تھا۔ رات کو جو کچھ سامان گھر میں بچتا تھا وہ غریبوں

میں بٹوا دیتے تھے۔ اگلے دن کے لئے بچا کر رکھنے کو وہ اللہ میں بشواس کی کمی بتاتے تھے۔ نتیجہ یہ تھا کہ جب کبھی کھجور کی فصل نہ ہوتی یا جانور دودھ نہ دیتے ہوتے تو کبھی کبھی تین تین دن انھیں اور ان کے گھر والوں کو لگاتار فاقہ کرتے ہو جاتے تھے۔※ صرف کھجور اور پانی پر انھیں مہینوں بیت جاتے تھے۔ ان کی موت کے بعد عائشہ نے ایک بار کہا تھا "کبھی کبھی مہینوں بیت جاتے تھے اور محمدؐ صاحب کے گھر میں چولھا نہ جلتا تھا" کسی نے پوچھا "تو پھر آپ لوگ زندہ کیسے رہتی تھیں؟" جواب دیا۔ "ان دو کالی چیزوں کے سہارے (کھجور اور پانی) اور جو کچھ مدینے والے ہمیں بھیج دیتے تھے۔ اللہ ان کا بھلا کرے! جن کے پاس دودھ دینے والے جانور تھے وہ کبھی کبھی ہمیں دودھ بھیج دیتے تھے۔" عائشہ کا کہنا ہے کہ "پیغمبر نے کبھی ایک دن میں دو طرح کے کھانے کی چیزیں کا سواد نہیں لیا۔۔۔۔۔۔ ہمارے گھر میں کوئی چلنی نہیں تھی۔ ہم ناج کوٹ کر اس کا چھلکا پھونک مار کر اڑا دیتے تھے۔" رات کو کئی بار دیا جلانے کے لئے تیل گھر میں نہ ہوتا تھا۔ حدیثوں میں لکھا ہے کہ بھوک کے سبب محمدؐ صاحب کے پیٹ پر کبھی کبھی کپڑے کے نیچے پتھر بندھا ہوتا تھا۔ لیکن گھر میں اس بات کی کڑی سنا ہی تھی کہ کسی باہر والے کو گھر کی حالت کی خبر نہ ہونے پائے۔ ایک بار بھوک

※ Waqidi as quoted in Muir.

کی تکلیف سے ان کی کسی بی بی نے بیچینی ظاہر کی۔ پیغمبر نے شانتی سے جواب دیا۔ "جو ان دکھوں کو نہ سہہ سکے اُسے حق ہے کہ مجھ سے طلاق لے کر جہاں چاہے جاکر رہے۔" لیکن آخیر تک نہ انھوں نے کسی بی بی کو طلاق دیا اور نہ کسی نے انھیں چھوڑ کر جانا پسند کیا۔

اپنے گھر میں محمدؐ صاحب اکثر اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے تھے۔ اپنی بکریوں کو آپ دُھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی چپل گانٹھتے تھے خود اپنے اونٹ کا کھریرا کرتے تھے۔ کھجور کی چٹائی یا ننگی زمین پر سوتے تھے۔ آخری بیماری کے دنوں میں ایک بار پیٹھ پر بوریا کا نشان دیکھ کر کسی نے اجازت چاہی کہ ایک گدا بچھا دیا جاوے۔ محمدؐ صاحب نے یہ کہکر انکار کر دیا کہ "میں آرام کرنے کے لیے نہیں پیدا ہوا۔"

ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مرتے وقت انکا کوچ (زرہ) ڈیڑھ من جو کے بدلے گروی رکھا ہوا تھا اس پر حالت یہ تھی کہ اگر کوئی مہمان ان کے یہاں آجاتا تو خود بھوکے رہ کر اور کبھی کبھی اپنے گھر والوں کو بھوکا رکھکر مہمان کو پریم کے ساتھ کھانا کھلاتے۔ جبکہ ایران، روم اور اتھیوپیا کے راج دوت (ایلچی) محمدؐ صاحب کے دربار میں آتے جاتے تھے ان دنوں بھی عرب لوگوں کا یہ الوکھا بادشاہ کبھی کسی طرح کے سنگھاسن تخت یا کسی اونچی چوکی پر نہیں بیٹھا۔ وہ عام

لوگوں سے مل کر اسی طرح زمین پر آ کر بیٹھ جاتے تھے جس سے کسی کو کوئی فرق دکھائی نہ دے اور اگر کوئی ان کے آنے پر عزت کے لئے کھڑا ہو جاتا تو وہ دکھی اور ناراض ہو جاتے۔

محمدؐ صاحب کبھی ریشمی کپڑا نہیں پہنتے تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ "دھرم والے آدمی کو کبھی ریشمی کپڑے نہیں پہننے چاہیئے"۔ سا رنگین کپڑا وہ کبھی کبھی پہن لیتے تھے۔ لیکن سفید رنگ کا موٹا سوتی کپڑا زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور اکثر ایسا ہی پہنتے تھے۔ وہ بے سلا کپڑا زیادہ پہنتے تھے۔ عام طور پر ایک سفید چادر نیچے سے اوپر تک لپیٹے رہتے جس کے دونوں سرے گردن کے پیچھے کندھے کے اوپر باندھ لیتے۔ وہ ننگے سر ننگے پاؤں بہت رہتے تھے۔ کبھی کبھی وہ آدھی آستین کا ڈھیلا کرتہ۔ لنگی اور سر پر صافہ بھی باندھ لیتے تھے۔ پاجامہ انھوں نے کبھی نہیں پہنا۔ انھوں نے کبھی ایک لوٹے سے زیادہ برتن اپنے پاس نہیں رکھے۔ جو مٹی یا لکڑی کا ہوتا تھا۔

ان کے رہنے کا مکان کچی اینٹوں کا بنا تھا۔ الگ الگ بی بیوں کے لئے الگ الگ جھونپڑیاں تھیں جن کے بیچ میں کھجور کی ٹہنیوں کی گارا لپٹی دیواریں تھیں۔ چھاجن انھیں ٹہنیوں کا ہوتا تھا۔

سا۔ واقدی

ان کے گھر میں کوئی کواڑ نہ تھا۔ ان کی جگہ چمڑے یا کالے نمدے کے پردے لٹکے رہتے تھے۔

محمدؐ صاحب اونٹ یا بکری کا مانس کھا لیتے تھے۔ لیکن عام طور پر ان کا کھانا کھجور اور پانی یا جو کی روٹی اور پانی ہوتا تھا۔ دودھ اور شہد انھیں پسند تھے لیکن انھیں کھاتے کم تھے۔ ایک بار کسی نے بادام کا آٹا لاکر انھیں بھینٹ کیا۔ انھوں نے یہ کہکر لینے سے انکار کر دیا "یہ فضول خرچ لوگوں کا کھانا ہے۔" پیاز اور لہسن سے انھیں اتنی سخت نفرت تھی کہ کبھی کوئی ایسی چیز نہ کھاتے جس میں پیاز یا لہسن پڑا ہو۔ اور نہ کسی ایسے آدمی کے پاس بیٹھنا پسند کرتے جس کے منھ سے پیاز یا لہسن کی بو آرہی ہو۔ حکم تھا کہ مسجد میں کوئی آدمی پیاز یا لہسن کھاکر نہ آوے۔

چھوٹے بڑے سب کے ساتھ انکا برتاؤ سدا ایک سا ہوتا تھا۔ بچوں سے انھیں خاص محبت تھی۔ راستہ چلتے چلتے رک کر بچوں کے ساتھ گلی میں کھیلنے لگنا ان کے لئے روزمرہ کی بات تھی بیمار کو دیکھنے جانا۔ مسلمان یا غیر مسلم کسی کا بھی جنازہ (ارتھی) جا رہا ہو اٹھ کر کچھ دور اس کے ساتھ جانا اور کوئی چھوٹے سے چھوٹا یا غلام بھی اگر دعوت دے تو اس کی دعوت خوشی سے ماننا ان کے سوبھاؤ کی خاص چیزیں تھیں۔

"محمد صاحب کی ایک خاص عادت تھی چھوٹے بڑے سے چھوٹے بڑے آدمیوں کے ساتھ بڑی محبت اور عزت کا برتاؤ کرنا۔ جھک کر چلنا سب پر دیا کرنا۔ کسی کے کہے یا کیے کا برا نہ ماننا۔ اپنے اوپر قابو رکھنا اور دل بڑا اور ہاتھ کھلا رکھنا۔ یہ محمد صاحب کے سوبھاؤ کی وہ خاص باتیں تھیں جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں اور جن کی وجہ سے آس پاس کے سب لوگ ان سے پریم کرنے لگتے تھے۔*"

غلامی کا رواج ان دنوں عرب اور دنیا کے زیادہ دیشوں میں موجود تھا۔ محمد صاحب کی بابت لکھا ہے کہ انھیں زندگی میں جتنے غلام ملے۔ انھوں نے ان سب کو آزاد کر دیا۔ قرآن میں بار بار غلاموں کو آزاد کرنے یا کرانے دونوں کا ایک بہت بڑا ثواب (پُن) بتایا گیا ہے۔ اور محمد صاحب اس میں لوگوں کو خوب مدد دیتے رہتے تھے۔ اور ہمت دلاتے رہتے تھے۔

وہ اکثر سوچ میں ڈوبے اور اُداس دکھائی دیتے تھے۔ کبھی کبھی ایک پریم بھری مسکراہٹ ان کے چہرے پر نظر آتی۔ جب وہ پیدل چلتے تو اکثر اتنا تیز چلتے کہ دوسروں کو بھاگ کر انکا ساتھ دینا پڑتا۔ اپنے اپدیشوں میں وہ "میں تمھاری ہی طرح ایک آدمی ہوں" اس پر

---

*Life of Mohammet, by Sir W. Muir.

بار بار زور دیا کرتے تھے اور بار بار ہی اپنے گناہوں کی معافی کے لئے زور و کر ایشور سے پرارتھنائیں کرتے تھے۔ قرآن میں ان دونوں باتوں کا کئی بار ذکر آتا ہے۔

قرآن میں ایک جگہ لکھا ہے "کہو کہ اگر میں (محمدؐ) غلطی کروں تو میرے لئے اور اگر میں ٹھیک راستہ پر چلوں تو اس ہدایت کی وجہ سے جو ایشور نے مجھے دی ہے۔ سچ مچ وہ سب کچھ سننے والا اور نزدیک ہے۔" (۳۴-۵۰)

اسلام دھرم کا نچوڑ

محمدؐ صاحب کے دھرم کے اصولوں میں دو سب سے بڑی چیزیں یہ ہیں:۔
(۱) توحید، یعنی ایشور کے ایک ہونے میں بشواس کرنا اور
(۲) نیک کاموں پر زور دینا۔

توحید، یعنی ایشور کا ایک ہونا اسلام کا سب سے بڑا اصول اور قرآن کے سارے اپدیشوں کا سار ہے۔ قرآن کی ایکسو بارہویں سورہ (ادھیائے)، جو مکہ کے شروع کے سوروں میں گنی جاتی ہے۔ یہ ہے:۔

"اس اللہ کے نام سے جو رحمان (ماں کی سی محبت سے بھرا ہوا) اور رحیم (دیالو) ہے کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اور سب کچھ اسی اللہ کے سہارے ہے، نہ وہ کبھی جنم لیتا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے۔ کوئی اس جیسا نہیں ہے۔ وہ آپ ہی اپنی مثال ہے۔"

قرآن کے اس سورۃ کا نام ہے "ال اخلاص" (ایک ہونا) ہے۔
اپنشدوں کے "ایکمیوادوتییم" یا "ایکو دیوہ سروبھوتیشو گوڑہ" کی طرح قرآن میں بار بار آتا ہے "لا الہ اللہ ھو" (سوائے اس ایک کے دوسرا اللہ نہیں ہے) اسی کو قرآن کے سب سے شروع میں "رب العالمین" (سب دنیاؤں یا قوموں کا رب یعنی پالنے والا) اور سب سے آخیر میں "رب الناس" (سب آدمیوں کا رب) "ملک الناس" (سب کا بادشاہ) اور "الٰہی الناس" (سب کا پوجے) کہا گیا ہے۔
ایشور کے ایک ہونے سے ہی قرآن نے سب آدمیوں کے ایک ہونے کا نتیجہ نکالا ہے۔
"کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً" (سب آدمی ایک امت یعنی ایک قوم ہیں (۲ - ۲۱۳)
"وَمَا کَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّۃً وَّاحِدَۃً" (اور سب آدمی سوائے ایک قوم کے اور کچھ نہیں ہیں) (۱۰ - ۱۹)
سچ مچ تم سب آدمی ایک ہی قوم ہو۔ میں تم سب کا رب ہوں۔ تم سب میری ہی عبادت پوجہ کرو۔ لوگوں نے آپس میں اپنے ٹکڑے ٹکڑے کر لیئے ہیں۔ لیکن سب کو اللہ ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اسلئے جو کوئی نیک کام کریگا۔ اور ایشور میں بشواس کریگا اُسے اپنے کیئے کا اچھا پھل ملیگا (۲۱ - ۹۲ - ۹۳ - ۹۴)

آخری آیتوں میں قرآن کے دونوں سب سے بڑے اصول آ گئے۔ نیک کاموں پر قرآن میں ادھر سے اُدھر تک بار بار زور دیا گیا ہے۔ "سب آدمی ایک ہی قوم" کے اصول سے ہی اسلام نے چھوٹے بڑے امیر غریب، اونچ نیچ، ذات پات، خاندان، نسل، رنگ، غلام اور مالک وغیرہ کے سب فرقوں کو مٹا کر سب آدمیوں کے برابر ہونے پر بے حد زور دیا۔ اور بتایا کہ "ہم میں بڑا وہ ہے جو سب سے زیادہ نیک اور پرہیزگار ہو۔" قرآن اور محمد صاحب کے دوسرے اپدیشوں میں یہ بات بار بار دہرائی گئی ہے۔

ان دو مول سدھانتوں (بنیادی اصولوں) کے بعد جو دنیا کے سب مذہبوں میں ایک سے پائے جاتے ہیں۔ محمد صاحب نے اگر کسی بات پر سب سے زیادہ زور دیا ہے تو وہ یہ ہے کہ دنیا کے سب دھرم ایک ہیں اور سب سچے ہیں۔ قرآن میں بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ نہ محمد دنیا میں پہلا اور انوکھا رسول ہے اور نہ اسلام دنیا میں کوئی نیا مذہب ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا کے شروع سے لے کر ہر قوم اور ہر زمانہ میں برابر رسول ہوتے رہے ہیں اور ان سب نے ایک ہی سچے سناتن (ہمیشہ سے رہنے والے) دھرم کا اپدیش دیا ہے۔

"دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں برے کاموں کے نتیجوں سے ڈر دکھانے والا ایشور کا کوئی نہ کوئی پیغمبر پیدا ہوا ہو۔" (قرآن ۳۵-۲۵)

ہر قوم میں رسول ہوئے ہیں۔" (۱۰-۴۸)

"اے محمدؐ! سچ مچ تم اس کے سوائے اور کچھ نہیں تم صرف برے کاموں کے نتیجوں سے لوگوں کو ڈر دکھانے والے ہو اور دنیا کی ہر قوم میں اسی طرح کی ہدایات کرنے والے ہوئے ہیں۔" (۱۳-۷)

"ہر زمانے میں کوئی نہ کوئی ایشور کی دی ہوئی کتاب (ہدایت کیلئے) رہی ہے۔" (۱۳-۳۸)

"سچ مچ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں رسول بھیجا جس کا اپدیش یہی تھا کہ ایشور کی پوجا کرو اور برائی سے بچو۔" (۱۶-۳۶)

قرآن بتاتا ہے کہ ہر مسلمان کیا ہر آدمی کا دھرم ہے کہ وہ تمام ملکوں، قوموں اور زمانوں کے پیغمبروں کی ایک سی عزت کرے۔ ان میں کسی طرح کا بھی فرق کرنا پاپ ہے۔ اور قرآن ان سب کے اپدیشوں اور دھرم کی کتابوں کی صرف تصدیق کرتا ہے یعنی انھیں سچا ٹھہراتا ہے۔

"پرمیشور نے یہ کتاب (قرآن) جس میں سچائی کی سیکھ ہے تم پر بھیجی ہے یہ ان سب دھرم کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے یعنی انھیں سچ ٹھہراتی ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں۔" (۳-۲)

"کہدو ہم پرماتما پر بشواس کرتے ہیں اور جو کچھ پرماتما سے ہمیں سیکھ ملی ہے اس پر بشواس کرتے ہیں اور جو کچھ ابراہیم۔۔۔۔ موسیٰ عیسیٰ اور دنیا کے اور تمام پیغمبروں کو پرماتما سے سیکھ ملتی رہی ہے اس سب پر بشواس کرتے ہیں۔

ہم ان میں ایک سے دوسرے میں کسی طرح کا بھی فرق نہیں کرتے ۔ہم ایشور کے حکم کو مانتے ہیں (اس کی سچائی جہاں کہیں اور جس کسی کی بھی زبانی آئی ہو اس پر ہمارا بشواس ہے)۔" (۳-۸۴)

"ہم اللہ کے رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہیں کرتے۔" (۲-۲۸۵)

جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں میں فرق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان میں سے ہم کسی کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے ...... ان کے کفر (کافر ہونا یعنی ایشور کا احسان نہ ماننا) میں سچ مچ کوئی شک نہیں (۴-۱۴۹)

وہ لوگ جو اس سچائی پر بشواس کرتے ہیں ۔جو اسلام کے پیغمبر پر آئی ہے اور ان سب سچائیوں پر بھی بشواس کرتے جو اسلام سے پہلے دنیا میں آچکی ہیں اور جو اس دنیا (پرلوک یعنی کرم پھل)، پر بشواس رکھتے ہیں وہ اپنے پرماتما کے بتائے ہوئے ٹھیک راستہ پر ہیں اور وہی بھلائی کے راستہ پر ہیں ۔" (۲-۵-۴)

سب مذہبوں کو سچا اور سب کے چلانے والوں کو ایشور کے بھیجے ہوئے مانتے ہوئے محمدؐ صاحب کا کہنا ہے کہ ہر مذہب کے دو پہلو ہوتے ہیں ایک اس کی پوجا کا طریقہ اور دوسرا بنیادی اصول۔ پہلا دیش کال کے لئے ٹھیک الگ الگ مذہبوں میں الگ الگ ہوتا ہے اور دوسرا سب دھرموں میں ایک ہے ۔ پہلے کو قرآن میں شرع ۔ اور نسک ، یا منہاج (ودھی ودھان) نام دیا گیا ہے۔ اور دوسرے الدین

دھرم یا الاسلام کا۔ اس الدین یا الاسلام کی طرف لوگوں کا پورے دھیان دلانا ہی قرآن اپنا کام بتاتا ہے۔ اور یہ الدین یا الاسلام ایک ایشور کو ماننا اور نیک کام کرنا ہے۔ قرآن اپنے سے پہلے سب مذہبوں کو "اسلام" کہہ کر پکارتا ہے۔

"اے پیغمبر! ہم نے ہر گروہ کے لئے پوجا کا ایک خاص طریقہ (منسک) بنا دیا ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ اس لئے لوگوں کو چاہیئے کہ اس بات میں جھگڑا نہ کریں" (۲۲-۶۶)

"ہم نے تم میں سے ہر مذہب کے ماننے والوں کے لئے ایک خاص ودھی ودھان (شرع اور منہاج) بنا دیا ہے۔ اگر ایشور چاہتا تو تم سب کو ایک ہی سمپردائے (ایک ہی رواج ماننے والے) بنا دیتا۔ لیکن یہ فرق اسلئے ہے کہ وقت اور حالت کے لئے تمھیں جو حکم دیئے گئے ہیں انھیں میں تمھیں پرکھے۔ اس لئے ان فرقوں کے پیچھے نہ پڑ کر نیک کاموں کے کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو کیونکہ اصلی کام یہی ہے۔" (۵-۴۸)

"تمہارا رب یہ نہیں کر سکتا کہ جن لوگوں کے وشواس غلط ہیں لیکن جو نیک کام کرتے ہیں انھیں برباد کر دے۔ وہ چاہتا تو سب کے وچار ایک ہی سے کر دیتا۔ لیکن ان باتوں میں لوگوں میں مت بھید رہیگا" (۱۱-۱۱۷-۱۱۸)

"اور (دیکھو) نیکی کی راہ یہ نہیں ہے کہ تم نے (پوجا کے وقت) اپنا منھ

پورب کی طرف کر لیا یا پچھم کی طرف (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات اور ریتی رسم رواج کی کر لی) نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے۔ جو پرماتما پر، آخرت (یعنی اپنے ایشور کے سامنے جانے) کے دن پر، فرشتوں پر، ایشور کی دی ہوئی سب کتابوں اور سب پیغمبروں پر بشواس کرتا ہے۔ اپنا پیارا دھن۔ رشتہ داروں۔ اناتھوں۔ یتیموں۔ غریبوں۔ مسافروں۔ اور مانگنے والوں کی راہ میں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ اپنی کمائی میں سے دان (زکوٰۃ) دیتا ہے۔ جب کسی کو وچن دیتا ہے تو اسے پورا کرتا ہے۔ دکھوں، مصیبتوں اور گھبراہٹ کے وقت دھیرج بنائے رکھتا ہے۔ یاد رکھو ایسے ہی لوگ سچے دین دار ہیں اور وہی دھرماتما (متقی) ہیں"

"سچ مچ نجات (مکتی) کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ وہ کسی خاص گروہ کے لئے نہیں ہے۔ جس کسی نے پرماتما کے آگے سر جھکایا اور جو سداچاری (نیک کام کرنے والا) ہوا وہ چاہے یہودی ہو یا عیسائی یا کوئی اور، وہ اپنے رب سے پھل پاوے گا۔ اس کے لئے نہ کسی طرح کا ڈر ہے نہ کوئی غم" (۲-۱۱۲)

"جو لوگ (محمد پر) ایمان لائے ہیں چاہے وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی یا عیسائی یا صابی (پرانے زمانہ کا ایک مذہب) ہیں کوئی بھی کیوں نہ ہو (اور کسی بھی گروہ کا کیوں نہ ہو) اللہ کا قانون مکتی کے لئے یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ پر اور آخر میں ایک دن سب کو اپنے کاموں کا پھل

ملنے پر بشواس کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے وہ اپنے بشواس اور اپنے اچھے کاموں کا پھل اپنے ایشور سے ضرور پائے گا۔ اس کے لئے نہ کسی طرح کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔" (۲-۵۹)

قرآن کا دعویٰ ہے کہ سب دھرموں کے چلانے والوں نے اسی بنیادی اصول کا اپدیش دیا ہے "ایک ایشور کی پوجا اور نیک کام" اسی کو قرآن 'اسلام' کہتا ہے اور سب پرانے دھرموں کے ان ماننے والوں کو جو اس مول سدھانت (بنیادی اصول) پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن 'مسلم' کہکر پکارتا ہے۔ اور دوسری باتوں کو جیسے پوجا کا طریقہ قرآن کام چلانے کے طریقے بتاتا ہے اور اسی ایک مول سدھانت پر دنیا کے سب آدمیوں کو ایک بھائی چارے میں بندھ جانے کا اپدیش دیتا ہے۔

قرآن میں انھیں کاموں کو اچھا بتایا گیا ہے جنھیں سب اچھا مانتے ہیں اور انھیں برا بتایا گیا ہے جنھیں سب برا سمجھتے ہیں۔ اور اچھے کاموں کے لئے 'معروف' اور برے کاموں کے لیے 'منکر' شبد جو قرآن میں آئے ہیں ان کے یہی معنی ہیں۔

"قرآن نے نہ صرف ان سب دھرم چلانے والوں کو ٹھیک مانا جن کے لیوا اس کے سامنے تھے بلکہ صاف شبدوں میں کہدیا کہ مجھسے پہلے جتنے بھی رسول اور دھرم چلانے والے آچکے ہیں۔ میں سب کو

ٹھیک مانتا ہوں اور ان میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو بھی ایشور کی سچائی سے انکار کرنا سمجھتا ہوں۔ اس نے کسی دھرم والے سے یہ نہیں چاہا کہ وہ اپنے دھرم کو چھوڑ دے بلکہ جب کبھی چاہا تو یہی چاہا کہ سب لوگ اپنے اپنے دھرموں کی اصلی تعلیم پر عمل کریں کیونکہ سب دھرموں کی اصلی تعلیم ایک ہی ہے۔ نہ تو اس نے کوئی نیا سدھانت سامنے رکھا اور نہ کوئی خاص رسم نئی نکالی۔ اس نے سدا انھیں باتوں پر زور دیا جو دنیا کے سب دھرموں کی سب سے زیادہ جانی بوجھی ہوئی باتیں رہی ہیں۔ یعنی ایک جگدیشور کی پوجا اور نیک چلنی کی زندگی۔ اس نے جب کبھی لوگوں کو اپنی طرف بلایا ہے تو یہی کہا ہے کہ اپنے اپنے دھرموں کی اصلی تعلیم کو پھر سے تازہ کر لو۔ تمہارا ایسا کر لینا ہی مجھے مان لینا ہے۔"*

اس طرح محمد صاحب کے اپدیشوں کا نچوڑ یا قرآن کے خاص اصول یہ ہیں:-

(۱) صرف ایک ایشور کو ماننا اور اسی کی پوجا کرنا۔

(۲) نیک کام کرنا اور برے کاموں سے بچنا اور

(۳) سب دھرموں کو جڑ میں ایک ماننا اور سب دھرموں کے چلانے والوں اور مہاپرشوں کا ایک سا آدر (عزت) کرنا۔

ایڈیشن اور پرارتھنائیں (دعائیں)

اب ہم محمد صاحب کے پچھ پھیکر ایڈیشن نمونے کے طور پر نیچے دیتے ہیں:-
عمر لکھتا ہے میں نے پیغمبر سے پوچھا "اسلام کیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "زبان کو پاک رکھنا اور مہمان کی خاطر کرنا۔" میں نے پوچھا "ایمان کیا ہے؟" انھوں نے کہا "صبر کرنا اور دوسروں کی بھلائی کرنا" (احمد)

ابو امامہ لکھتا ہے کسی نے پوچھا "اے پیغمبر! ایمان کیا ہے؟" انھوں نے جواب دیا "جب تجھے نیک کام کرنے سے خوشی ہو اور برا کام کرنے سے دکھ ہو تب تو ایمان والا (مومن) ہے" اس نے پوچھا "اور گناہ کیا ہے؟" جواب ملا "جب کبھی کسی کام کے کرنے سے تیری آتما کو چوٹ پہنچے، اُسے مت کر۔" (احمد)

محمدؐ صاحب نے کہا: "ایمان آدمی کو ہر طرح کے ظلم سے روکنے کے لئے ہے۔ کوئی مومن (ایمان والا) کسی پر ظلم نہیں کر سکتا۔" (ابو حریرہ۔ ابوداؤد)

ایک آدمی نے پوچھا: "اے پیغمبرؐ! اسلام کی سب سے بڑی پہچان کیا ہے؟" جواب ملا: "بھوکوں کو بھوجن دینا اور جنہیں جانتے ہیں اور جنہیں نہیں جانتے ان سب کو سلام کرنا۔" (عربی میں 'سلام' کے معنی دوسرے کی سلامتی یعنی اس کا بھلا چاہنا ہے) مسلم

محمدؐ صاحب نے کہا: "وہ آدمی مومن (ایمان والا) نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھا لیتا ہے جبکہ اس کا پڑوسی پاس ہی بھوکا پڑا ہے۔" بیہقی

"مومن وہ ہے جس کے ہاتھوں میں سب آدمی اپنی جان اور مال کو سونپ کر بے کھٹکے رہیں۔" بخاری مسلم

"اگر مومن ہونا چاہتا ہے تو اپنے پڑوسی کا بھلا کر اور اگر مسلم ہونا چاہتا ہے تو جیسے تو اپنے لئے اچھا سمجھتا ہے وہی سب کے لئے اچھا سمجھ۔ اور زیادہ مت ہنس کیونکہ بہت زیادہ ہنسنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔" ترمذی

طاقتور وہ نہیں ہے جو دوسروں کو نیچے گرا دے ہم میں طاقتور وہ

ہے جو اپنے غصے کو قابو میں رکھتا ہے۔" بخاری مسلم

عبد اللہ کہتا ہے ہم ایک بار پیغمبر کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ہم نے ایک چڑیا دیکھی۔ جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے بچوں کو پکڑ لیا۔ ان کی ماں پھڑ پھڑانے لگی۔ پیغمبر نے ہم سے آ کر کہا۔ "اس کے بچے چھین کر اسے کس نے ستایا؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو۔"

"ایک جگہ ہم نے چیٹیوں (دیمکوں) کا گھر جلا دیا تھا۔ پیغمبر نے دیکھ کر پوچھا "یہ کس نے جلایا" ہم نے بتا دیا کہ ہم نے۔ پیغمبر نے کہا "سوائے اس اللہ کے جو آگ کا مالک ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ دوسرے کو آگ سے سزا دے۔" ابوداؤد

ایک آدمی محمدؐ صاحب کے پاس آیا۔ اس کے پاس ایک دری میں کچھ لپٹا ہوا تھا۔ اس نے کہا "اے پیغمبر! میں جنگل سے آ رہا تھا۔ میں نے چڑیوں کے بچوں کی آواز سنی۔ کچھ بچوں کو پکڑ کر دری میں لپیٹ لیا۔ ان کی ماں پھڑپھڑانے لگی۔ میں نے دری کھول دی۔ ماں آ کر اپنے بچوں میں گر گئی۔ میں نے اس میں ماں کو بھی لپیٹ لیا۔ یہ سب اس دری میں ہیں۔" پیغمبر نے اسے حکم دیا "ابھی اسی دم جا کر ماں اور اس کے بچوں کو جہاں سے لائے ہو ٹھیک وہیں چھوڑ آؤ۔" اس نے ایسا ہی کیا۔" ابوداؤد

ایک بار ایک آدمی کسی چڑیا کے گھونسلے میں سے کچھ انڈے چرا لایا۔ پیغمبر نے انھیں فوراً پھر اسی گھونسلے میں رکھوا دیا۔ بخاری

ایک جنازہ (مردے کی ارتھی) پاس سے نکلا۔ محمدؐ صاحب اس کی عزت کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ایک آدمی نے کہا "یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے"۔ انھوں نے جواب دیا۔ "کیا یہودی کے جان نہیں ہوتی؟" بخاری مسلم

کسی نے پیغمبر سے کہا "مشرکوں (ایک اللہ کے ساتھ دوسرے دیوتاؤں کے پوجنے والے) کے خلاف اللہ سے دعا کیجئے اور ان پر لعنت بھیجئے"۔ پیغمبر نے جواب دیا۔ "مجھے صرف دیا کے لئے بھیجا گیا ہے۔ سراپ دینے (بددعا دینے) کے لئے نہیں بھیجا گیا"۔ مسلم

کسی بھی نشے کی چیز کو کام میں لانا سب گناہوں کا گناہ ہے۔ رزین

محمدؐ صاحب کی تلوار کی موٹھ پر یہ شبد کھدے ہوئے تھے "جو تیرے ساتھ بے انصافی کرے اسے تو معاف کر دے۔ جو تجھے اپنے سے الگ کر دے اس سے میل کر، جو تیرے ساتھ برائی کرے اس کے ساتھ تو بھلائی کر اور ہمیشہ سچی بات کہہ چاہے وہ تیرے ہی خلاف کیوں

نہ جاتی ہو۔" رزین

"سب اندار پرماتما کا کنبہ ہیں اور ان سب میں پرماتما کو سب سے پیارا وہ ہے جو پرماتما کے اس کنبہ کا بھلا کرتا ہے۔" بیہقی

محمدؐ صاحب نے ایک بار کہا، مرنے کے بعد اللہ پوچھے گا "اے آدمی کے بیٹے! میں بیمار تھا اور تو مجھے دیکھنے نہیں آیا۔" آدمی کہے گا "اے میرے رب! میں تجھے دیکھنے کے لئے کیسے آسکتا تھا تو تو ساری دنیا کا مالک ہے؟" اللہ پھر پوچھے گا "اے آدمی کے بیٹے! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔" آدمی کہے گا "اے میرے رب! تو تو ساری دنیا کا مالک ہے۔ میں تجھے کیسے کھانا دے سکتا تھا؟" اللہ پوچھے گا "اے آدمی کے بیٹے! میں نے تجھ سے پانی مانگا اور تو نے مجھے پانی نہیں دیا۔" آدمی کہے گا "اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی دے سکتا تھا۔ تو تو ساری دنیا کا مالک ہے؟" اللہ جواب دیگا "کیا تجھے معلوم نہیں تھا میرا ایک بندہ بیمار تھا؟ اور تو اسے دیکھنے نہیں گیا۔ کیا تجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسے دیکھنے جاتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرے ایک بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے اسے کھانا نہیں دیا؟

کیا تو نہیں جانتا تھا کہ اگر تو اسے کھانا دیتا تو مجھے اس کے ساتھ دیکھتا ؟ میرے ایک بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے اسے پانی نہیں دیا ۔ اگر تو اسے پانی دے دیتا تو سچ مچ مجھے اس کے ساتھ پاتا !"

مسلم

" اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ پیغمبر ہیں اور نہ شہید ، لیکن جنہیں اللہ کے سامنے عزت پاتے دیکھ کر پیغمبر اور شہید بھی ڈاہ (رشک) کریں گے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صرف اپنے رشتہ داروں ہی سے نہیں بلکہ سب آدمیوں سے پریم کرتے ہیں ۔ ان لوگوں کے چہرے اللہ کے نور سے چمکیں گے ۔ دوسرے سب لوگوں کے لئے دوسری دنیا میں چاہے کچھ بھی رنج یا ڈر ہو یا نہ ہو ان کے لئے نہ کوئی ڈر ہوگا اور نہ کوئی رنج ۔"

ابوداؤد

ایک بار محمدؐ صاحب سفر سے لوٹ کر مدینہ آئے ۔ وہ سیدھے اپنی بیٹی فاطمہ سے ملنے کے لئے اس کے گھر گئے ۔ مکان میں دو چیزیں نئی تھیں ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا پردے کی طرح دروازہ پر لٹکا ہوا تھا اور فاطمہ کے ہاتھوں میں چاندی کے کڑے تھے ۔ دیکھتے ہی محمدؐ صاحب الٹے پاؤں لوٹ آئے اور مسجد میں بیٹھ کر رونے لگے ۔ فاطمہ نے اپنے بیٹے حسن کو یہ پوچھنے کے لئے بھیجا کہ نانا اتنی جلدی کیوں لوٹ گئے ۔ حسن نے جاکر

نانا سے وجہ پوچھی۔ جواب ملا "میں یہ دیکھکر شرما گیا کہ مسجد میں لوگ بھوکے بیٹھے ہوں اور میری لڑکی چاندی کے کڑے پہنے اور ریشم کام میں لاوے" حسن نے ماں سے جاکر کہہ دیا فاطمہ نے ترت کڑوں کو توڑ کر اسی ریشم کے ٹکڑے میں باندھ کر باپ کے پاس بھیجدیا۔ محمدؐ صاحب خوش ہو کر انھیں بیچکر روٹیاں منگائیں۔ اور غریبوں میں بانٹ دیں اور پھر فاطمہ کے پاس جاکر کہا "اب تو سچ مچ میری لڑکی ہے" بخاری

"اللہ رحیم (دیالو) ہے وہ رحم دلوں پر رحم کرتا ہے۔ جو لوگ زمین پر ہیں ان پر تم رحم کرو اور وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کریگا"
ابوداؤد۔ ترمزی

لڑائی کے دنوں میں کسی نے آکر کہا کہ "اے پیغمبر! میں (اللہ کے لئے) لڑائی میں جانا چاہتا ہوں" محمدؐ صاحب نے اس سے پوچھا کیا تیری ماں زندہ ہے؟" اس نے کہا "ہاں" انھوں نے پھر پوچھا "کیا کوئی اور اس کا پالنے والا ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں" محمدؐ صاحب نے کہا "تو جا اپنی ماں کی سیوا کر کیونکہ سچ مچ اسی کے قدموں کے نیچے سورگ ہے" نسائی

"اللہ نے مجھے حکم دیا ہے جھک کر چلو اور چھوٹے بن کر رہو جس سے کوئی دوسرے سے اوپر نہ اٹھے۔ نہ دوسرے سے بڑا ہونے کا گھمنڈ کرے۔ جس کسی کے دل میں رتی بھر بھی گھمنڈ ہے وہ ہرگز بہشت میں نہیں جا سکتا۔ سب آدمی آدم کی اولاد ہیں اور آدم خاک سے پیدا ہوا تھا۔ ابوداؤد۔ مسلم۔ ترمذی

انس لکھتا ہے کہ میرے سامنے جب کبھی کسی نے پیغمبر سے آکر شکایت کی کہ اس آدمی نے مجھے جان یا مال کا نقصان پہنچایا ہے اور مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیجئے۔ پیغمبر نے ہمیشہ سب کو یہی جواب دیا۔ "معاف کر دو" ابوداؤد۔ نسائی

سب سے بڑے گناہ یہ ہیں۔ شرک (یعنی ایک اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو اس کے برابر ماننا)، ماتا۔ پتا کا حکم نہ ماننا۔ کسی جاندار کو ایذا یعنی دکھ پہنچانا۔ جھوٹی قسم کھاتا اور جھوٹی گواہی دینا۔ بخاری۔ مسلم

"وہ لوگ ہتیا سے سب سے زیادہ بچتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ ابوداؤد

"جو آدمی ایک طرف تو نمازیں پڑھے گا۔ روزے رکھے گا اور خیرات (دان)
کرے گا اور دوسری طرف کسی کو برا کہے گا یا کسی پر جھوٹا الزام لگائے گا یا
بے ایمانی کر کے کسی کا مال کھا جائے گا یا کسی کا خون بہائے گا کوئی اسکے
کام نہ آویں گے۔ اس نے اور جو کچھ بھی اچھے کام کئے ہوں گے وہ سب
اس کے حساب میں سے کاٹ کاٹ کر ان لوگوں کے حساب میں جوڑ دیئے
جائیں گے جن کے ساتھ اس نے ظلم کیا ہے اور جب اس سے کچھ بھی کام
نہ چلے گا تو ان پیڑتوں (مظلوموں) نے پہلے جتنے پاپ کئے ہوں گے
وہ سب ان کے حسابوں میں سے کاٹ کاٹ کر اس آدمی کے حساب
میں جوڑ دیئے جاویں۔ یہاں تک کہ آخر میں وہ نمازیں پڑھتا ہوا۔
روزے رکھتا ہوا اور خیرات کرتا ہوا بھی نرک کی دہکتی ہوئی آگ
میں ڈال دیا جائے گا۔" مسلم

"سچ سچ اللہ نے تمہارے لئے اپنی ماں کا حکم نہ ماننا اور اپنی لڑکیوں
کو زندہ گاڑ دینا منع کیا ہے، اور لالچ کو حرام قرار دیا ہے۔" بخاری مسلم

"میں کہتا ہوں کوئی آدمی جو شانت، نیک چلن اور دوسروں کے دکھ
میں دکھی اور سکھوں میں سکھی رہتا ہے نرک میں نہیں جا سکتا۔" ترمذی

"تم مجھے اپنی طرف سے چھ باتوں کا وشواس دلادو اور میں تمھیں بہشت کا وشواس دلاتا ہوں۔ ایک جب بولو سچ بولو، دوسرے جب وعدہ کرو تو اُسے پورا کرو۔ تیسرے کسی کی امانت میں خیانت (بے ایمانی) نہ کرو۔ چوتھے بدچلنی سے بچو۔ پانچویں آنکھیں ہمیشہ نیچی رکھو اور چھٹے کسی کے ساتھ زور زبردستی نہ کرو۔"
بیہقی

"ایک دوسرے کو صلاح دو کہ اپنی بی بیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ تمھاری ان کے ساتھ شادی ہوتی ہے لیکن انھیں سزا دینے کا تمھیں کوئی بھی حق نہیں ہے جب تک کہ وہ صاف صاف گندا کام نہ کر بیٹھیں۔ اگر وہ نیک چلن رہیں تو ان کے خلاف کوئی بات نہ سوچو اور سچ مچ جیسے تمھاری بی بیوں کے اوپر تمھیں حق ہے ویسے ہی تمھاری بی بیوں کو بھی تمھارے اوپر حق ہے۔"
ترمذی

"جب کبھی کوئی آدمی کسی غیر عورت کے ساتھ اکیلے میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے بیچ میں شیطان آ بیٹھتا ہے۔"
ترمذی

"مجھے اپنے لوگوں کے لئے جن باتوں کا سب سے زیادہ ڈر ہے وہ عیش پرستی (بھوگ بلاس) اور بڑے بننے کی چاہ ہے۔ عیش پرستی آدمی کو سچائی

سے ہٹا دیتی ہے اور بڑے بننے کی چاہ میں پڑ کر آدمی دوسری دنیا کو بھول جاتا ہے۔ یہ دنیا رہنے والی نہیں ہے اور دوسری دنیا بہت پاس ہے۔ دونوں کی اپنی اپنی اولاد ہے۔ اگر تم سے ہوسکے تو تم اس دنیا کی اولاد بن کر نہ رہو۔ سچ مچ آج تم کرم بھومی (کمائی کی دنیا) میں ہو اور کل اس کرم بھومی سے نکل کر پرماتما کے سامنے اپنے سب کاموں کا حساب دینا ہوگا۔"
بیہقی۔ بخاری

"اس دنیا میں موہ رکھنا (اُسے اپنانا) ہی تمام پاپوں کی جڑ ہے۔"
ابوداؤد

یہی محمدؐ صاحب کا بتایا ہوا 'اسلام' ہے یہی دنیا کے سب دھرموں کا نچوڑ ہے۔

محمدؐ صاحب کے اپدیشوں اور قرآن میں دو باتیں اور ہیں جن کے بارے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہے۔ ایک جہاد اور دوسرا چار شادیوں کی اجازت۔

دنیا میں شاید ہی کبھی کسی شبد کے بارے میں اتنی بھاری ناسمجھی رہی ہو جتنی جہاد شبد کے بارے میں ہے۔

جہاد شبد طرح طرح سے قرآن میں سیکڑوں بار آیا ہے لیکن ساری کتاب

میں ایک جگہ بھی 'جہاد' لفظ لڑائی کے معنی میں نہیں آیا۔ عربی میں 'جہاد' شبد کے معنی صرف 'جہد' یعنی کوشش یا چیشٹا کرنا ہے۔ دھرم میں اللہ کے نام پر کسی طرح کی بھی کوشش چیشٹا۔ یا 'ابھی کرم' کرنا۔ اپنے جان اور مال سے۔ غریبوں کی سیوا اور یتیموں کا پالن کرکے نماز پڑھکر۔ روزے رکھکر یا دوسروں کو خیرات دے کر اپنے من کو قابو میں کرکے اپنے غصے کو مار کر سچے دیندار بننے کی کوشش کرنا۔ دوسروں کو اپدیش دے کر انھیں سچے دین پر لانا ان معنوں میں اور صرف ان معنوں میں ہی قرآن کے اندر 'جہاد' شبد آیا ہے اور اسی جہاد کا ہر آدمی کو اپدیش دیا گیا ہے۔ مکہ کی بہت سی آیتوں میں یعنی تب کی جبکہ ابھی ہتھیار بند لڑائی کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی جگہ جگہ انھیں معنوں میں 'جہاد' کرنے کا اپدیش ہے اور کئی جگہ حکم ہے "جہاد کرو اور صبر کرو" جن مسلمانوں نے اپنے دھرم کو بچانے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر اتھیوپیا کے عیسائی بادشاہ کے یہاں پناہ لی تھی ان کے اس کام کو 'جہاد' کہا گیا ہے۔ خود اسلام کے پیغمبر نے کہا ہے کہ 'جہاد اکبر' یعنی "سب سے بڑا جہاد" "اپنے نفس پر قابو حاصل کرنا اور اپنے غصے کو جیتنا ہے"

قرآن میں ہتھیار بند لڑائی کا بھی کئی جگہ ذکر ہے۔ لیکن جہاں کہیں بھی لڑائی کا ذکر آیا ہے وہاں 'جہاد' نہیں 'قتال' شبد کام میں آیا ہے جس کے معنی عربی میں "ہتھیار بند لڑائی" کے ہوتے ہیں۔ قرآن خاص

خاص صورتوں میں اور دوسرے کے حملے کے جواب میں ہتھیار اٹھانے کی بھی "اجازت" دیتا ہے لیکن جن صورتوں میں اور جن کڑی شرطوں کے ساتھ یہ اجازت دی گئی ہے انکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔

ایک آدمی کے ایک ساتھ کئی بی بیوں کا رواج ان دونوں یورپ اور ایشیا کے سب دیشوں میں تھا۔ یوروپ کے سب دیشوں میں پندرہویں صدی تک ایک آدمی کے جتنی چاہے بی بیاں ہونا قانون سے ٹھیک مانا جاتا تھا۔ اس بیسویں صدی میں یوروپ اور امریکہ میں "مورمن" نام کا ایک عیسائی گروہ ہے جو ایک صدی سے کچھ اوپر ہوا امریکہ میں قائم ہوا تھا اور جسے "حضرت عیسیٰ مسیح اور پچھلے سنتوں کا گروہ"* کہا جاتا ہے اس گروہ کی دھرم کی کتاب "بک آف مورمن" میں جو الہامی (الشوریٰ) مانی جاتی ہے اس اصول کا یعنی ایک سے زیادہ بی بیوں کا کھلا ذکر آتا ہے۔ امریکہ کی یوٹاہ اسٹیٹ گریٹ سالٹ لیک میں ابھی تک اس گروہ کے لوگوں کی بڑھتی ہوئی اور خوشحال آبادیاں ہیں۔ اس گروہ کے دوسرے گرو ینگ کے ۱۸۷۷ء میں مرتے وقت سترہ بی بیاں تھیں۔ یوروپ میں بھی کئی جگہ اس گروہ کے لوگ ابھی تک

---

* The Church of Jesus Christ & of Later day Saints.

رہ رہے ہیں اور کئی کئی شادیاں کرتے ہیں۔ ۱۸۳۳ء میں صرف انگلستان میں ان کے بیالیس گرجے تھے۔ کئی دیشوں میں ۱۸۹۰ء کے بعد سے انکے اس رواج کے خلاف قانون پاس ہوئے ہیں لیکن امریکہ تک میں ابھی تک ان کا یہ رواج مٹ نہیں سکا۔

ہندستان میں جن ہندو دھرم شاستروں سے کچہریوں کے اندر ہندو رواج کا فیصلہ کیا جاتا ہے ان میں ایک آدمی کے ایک ساتھ جتنی چاہے بی بیاں آج تک ٹھیک مانی جاتی ہیں۔ محمدؐ صاحب نے اس پرانے رواج کو ایک حد کے اندر باندھ دیا اور ایک آدمی کے چار سے زیادہ بی بیوں کو ہمیشہ کے لئے منع ٹھہرا دیا۔

اس کے علاوہ وہ زمانہ عرب میں آئے دن کی لڑائیوں کا زمانہ تھا مردوں کی تعداد گھٹتی جا رہی تھی بیواؤں اور یتیموں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اور ان کے گزر بسر کی کوئی نہ کوئی ایسا انتظام کرنا ضروری تھا جو اس زمانہ کی حالت میں ٹھیک ہو۔ قرآن کی جن آیتوں میں چار شادیوں تک کی اجازت ہے وہ یہ ہیں:۔

"اور اگر تمھیں اس بات کا ڈر ہے کہ تم بنا اس کے یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمھیں ٹھیک معلوم ہوں ان میں سے دو کے، تین کے، یا حد چار کے ساتھ شادی کرلو لیکن اگر تمھیں یہ ڈر ہو کہ تم ان سب کے ساتھ ایک سا انصاف کا برتاؤ نہ کرسکو گے تو پھر صرف

ایک کے ساتھ شادی کر دو یا جن کے ساتھ کر چکے ہو سو کر چکے یہ تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔ جس سے تم نیکی کے سیدھے راستہ سے نہ ڈگو۔" (۴-۳)

"اور اگر تم چاہو تب بھی تمہاری طاقت میں یہ نہیں ہے کہ تم سب بی بیوں کے ساتھ ایک سا برتاؤ کر سکو۔" (۴-۱۲۹)

پہلی آیت احد کی لڑائی کے ٹھیک بعد کی ہے ان آیتوں سے یہ بھی ظاہر ہے کہ قرآن عام طور پر ایک آدمی کے لئے ایک ہی بیوی کے رواج کو ٹھیک سمجھتا ہے۔

محمدؐ صاحب اس بات کی کافی کوشش کرتے رہتے تھے کہ لوگ اُنکی ہر بات کو ہی اٹل نہ مان بیٹھیں۔

ایک بار مدینہ میں چلے جا رہے تھے راستہ میں لوگ کھجور کے درختوں کی قلمیں لگا رہے تھے۔ محمدؐ صاحب قلم لگانا نہ جانتے تھے انھوں نے دیکھکر کہا "شاید اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو ایسا ہی بڑھنے دو۔" لوگوں نے ان کی رائے مان لی۔ جب وقت آیا تو ان درختوں پر پھل بہت ہی کم آئے محمدؐ صاحب سے کہا گیا انھوں نے جواب دیا "میں تمہاری طرح صرف ایک آدمی ہوں۔ جب میں تم سے دھرم کے معاملہ کی بات کہوں تو اُسے مان لو۔ اور جب میں دھرم کے علاوہ کسی اور معاملہ کی بات کہوں تو تم اپنی رائے سے کام لو۔ ہر بات میں میری ہی رائے صحیح مت مانو۔ میں بھی

مسلم

تو صرف ایک آدمی ہی ہوں۔"

مکہ میں مدینہ کے سب سے پہلے مسلمانوں نے "عقبہ کا وعدہ" کے نام سے جو وعدہ کرایا گیا تھا اس میں یہ صاف شبد تھے "ہم کسی ایسی بات میں جو معروف (ٹھیک سمجھنے والی) ہوگی پیغمبر کے حکم کو نہ توڑیں گے۔"

پہلے محمدؐ صاحب نے قرآن اور اپنے باقی سب اپدیشوں کو ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ صرف قرآن 'الہشور' کا ہے اور سب صرف ایک آدمی کی رائیں ہیں۔ اس کے بعد قرآن میں بھی صاف لکھا ہے کہ "اس کتاب کی کچھ آئتیں 'محکمات' اٹل حکم ہیں وہی اس کتاب کی اصل یعنی بنیاد ہیں اور باقی آئتیں 'متشابہات' (مثال یا اپما کے طور پر) ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ اسی حصہ پر چلتے ہیں جو مثال یا اپما کے طور پر ہے اس کے معنی نکالتے پھرتے ہیں اور لوگوں میں 'فتنہ' یا جھگڑے کھڑے کر دیتے ہیں۔" (۳-۶) قرآن کہتا ہے "ہر زمانہ کے لئے کتابیں ہیں۔ خدا جس کو چاہتا ہے منسوخ (رد) کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور ان سب دھرم کی کتابوں کی ماں یعنی اصل کتاب اسی اللہ کے پاس ہے۔" (۱۳-۳۸-۳۹)

ایک ایسی حدیث میں جسے سب سچا مانتے ہیں (قدسی) لکھا ہے کہ محمدؐ صاحب نے خود اپنے زمانے کے ایرانی اور یونانی مسلمانوں کو اپنی اپنی بولی میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ وہ صرف اوپری رسموں کو چلتے رہنے

کی طرف سے لوگوں کو بار بار آگاہ کرتے رہتے تھے۔ ایکبار محمدؐ صاحب نے کہا تھا:-
"سچ سچ اب تم لوگ ایک ایسے زمانہ میں رہ رہے ہو کہ جو ہدایتیں تمہیں دی جا رہی ہیں ان میں سے جو آدمی اس وقت دسویں حصّہ کو بھی توڑیگا وہ برباد ہو جائیگا۔ لیکن اس کے بعد ایسا زمانہ آئیگا کہ اس وقت کے لوگوں میں سے جو اس وقت کی ہدایتوں میں سے دسویں حصّہ پر بھی عمل کریگا وہ نجات (مکتی) پائیگا" ترمذی

محمدؐ صاحب اپنے ایشور سے جس طرح کی پرارتھنائیں کیا کرتے تھے ان سے ان کے وچاروں اور وشواس کی خاصی تصویر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ نماز میں کھڑے ہونے کے وقت وہ کہتے تھے۔
"ایک سچے کھوجی (حنیف) کی حیثیت سے میں اس کی طرف منہ کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو بنایا۔ میں ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہیں جوڑتا سچ سچ میری دعا، پرارتھنا، میری بندگی (بھگتی)، میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے لئے ہیں۔ وہی ساری دنیا کا مالک ہے۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ میں اسی کا بندہ ہوں۔ میں مسلم (جس نے اپنا سب کچھ ایشور پر چھوڑ دیا ہو) ہوں۔ اے اللہ! تو ہی ہمارا بادشاہ ہے۔ تیرے سوائے ہمیں کسی کی پوجا نہیں کرنی چاہئے۔ تو میرا مالک ہے اور میں تیرا بندہ ہوں ... تو میرے سب گناہوں کو معاف کردے۔

سچ مچ تیرے سوائے کوئی دوسرا گناہوں کو معاف نہیں کر سکتا۔ مجھے ایسی ہدایت کر کہ میرا چال چلن سب سے اچھا ہو۔ تیرے سوا کوئی ایسی ہدایت نہیں کر سکتا۔ تیرے سوا کوئی میرے چلن کی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا۔ میں تیرے سامنے ہوں۔ تیری سیوا میں حاضر ہوں۔ سب بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے اور برائی سے تجھے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تیرے پاس سے آیا ہوں اور تیرے ہی پاس لوٹ کر مجھے جانا ہے۔ تیری ہی سب شان ہے اور تیری ہی سب بڑائی۔ میں تجھ سے معافی مانگتا ہوں اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں۔"

سامنے جھکتے (رکوع) کے وقت وہ کہتے تھے :۔

"اے اللہ میں تجھے نمسکار کرتا ہوں۔ تجھ پر ہی میرا بشواس ہے۔ میں اپنے کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔ میرے کان اور میری آنکھ، میرا بھیجا، میری ہڈیاں، میرے پٹھے سب تجھ پر بھینٹ ہیں۔"

پھر جب سر اٹھاتے تو کہتے :۔

"اے اللہ! ہمارے مالک! آسمان اور زمین اور ان کے بیچ کی سب چیزیں اور جو کچھ تو اس کے بعد پیدا کرے سب تیری تعریف سے بھر جائیں۔"

پھر سجدے کے وقت کہتے :۔

"اے اللہ! میں تیری پوجا کرتا ہوں۔ تجھ پر ہی میرا بھروسہ ہے۔ میں اپنے کو تیرے ہی سپرد کرتا ہوں۔ میرا منہ اس کی تعریف کرتا ہے جس نے مجھے بنایا۔

مجھے روپ دیا۔ میرے آنکھ کان بنائے۔ اللہ کی شان ہے۔ وہی سب سے

اچھا بنانے والا ہے"۔

آخیر میں کہتے :۔

"اے اللہ! میرے سب گناہوں کو معاف کر۔ جو میں نے اب تک کئے ہیں انھیں بھی اور جو مجھ سے آگے ہو جائیں انھیں بھی، جو گناہ میں نے چھپا کر کئے ہوں وہ بھی اور جس بات میں بھی میں نے حد کو توڑا ہو اور جو جو باتیں مجھ سے زیادہ تجھے مجھ میں دکھائی دیتی ہوں۔ تو ہی سب کا شروع تو ہی سب کا آخیر ہے۔ تیرے سوا کوئی پوجا کے لائق نہیں"

مسلم

ایک دوسری بار کی محمدؐ صاحب کی پرارتھنا ہے:۔

"اے اللہ! میرے دل کو پاک کر اس میں کپٹ نہ رہے۔ میرے کاموں کو پاک کر۔ ان میں دکھاوا نہ ہو۔ میری زبان کو پاک کر وہ کبھی جھوٹ نہ بولے میری آنکھوں کو پاک کر۔ ان میں چھل نہ ہو۔ سچ سچ آنکھوں کے اندر کے چھل کو اور جو کچھ لوگوں کے سینوں (دلوں) میں چھپا رہتا ہے تو اس سب کو جانتا ہے۔

یورپ والوں کی کچھ رائیں

مشہور انگریز فلاسفر کارلائل محمد صاحب کے بارے میں لکھتا ہے :۔

" وہ پرکرتی (قدرت) کی بڑی گود سے نکلا ہوا زندگی کا ایک زبردست دہکتا ہوا انگارا تھا جو دنیا کے بنانے والے کے حکم سے دنیا کو روشن کرنے اور جگانے کے لئے آیا تھا"

اور آگے چل کر کارلائل لکھتا ہے :۔

" وہ شروع سے خاموش لیکن مہان تھا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو حق کے پکے اور لگن کے سچے ہوئے بنا رہ نہیں سکتے۔ اس طرح کے آدمیوں کو خود پرکرتی (قدرت) شروع سے سچا بنائی ہے۔ دوسرے لوگ رسموں رواجوں اور سنی سنائی باتوں پر چلتے رہتے ہیں۔ انھیں سے ان کی تسلی ہو جاتی ہے۔ لیکن اس طرح کے آدمی کی آتما رسم رواجوں کے پردے

کے پیچھے نہ چھپ سکتی تھی۔ اس نے اپنی پوری آتما کے ساتھ چیزوں کی اصلیت
کو جاننے کی کوشش کی۔ اس نے اِس زندگی کے زبردست راز (رہسیہ)
کو اس کے ڈراؤنے پہلوؤں اور اس کی چمک دمک کو دونوں کو پوری
طرح جاننے کی کوشش کی۔ کوئی سنی سنائی بات اس کی آتما۔ اس کے
استو یعنی اس کی ہستی کو دبا نہ سکتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح
کی سچی لگن والے آدمی میں ایشور کا کچھ خاص انش (عنصر) ہوتا ہے۔ اس
طرح کے آدمی کے منہ سے نکلے ہوئے شبد سیدھے قدرت (پرکرتی) کے
دل سے نکلے ہوئے اور قدرت ہی کی آواز ہوتے ہیں۔ لوگ اسے اس طرح
سنتے ہیں اور سنیں گے جس طرح کسی دوسرے کی بات نہیں سن سکتے۔ اس
کے شبدوں کے سامنے اور سب صرف ہوا ہے۔ شروع سے ہزاروں طرح
کے بچار یاتراؤں میں اور سفر میں اِس آدمی کے دل میں پیدا ہوتے رہے۔
میں کیا ہوں؟ یہ اتھاہ چیز جسے لوگ دنیا کہتے ہیں۔ جس میں میں رہتا ہوں کیا
ہے؟ زندگی کیا ہے؟ موت کیا ہے؟ میں کیا مانوں؟ میں کیا کروں؟ حرا پہاڑ
اور سینائی پروت کی سونی چٹانوں نے یا سنسان ریگستانوں نے کوئی جواب
نہ دیا۔ اس بڑے آسمان نے جو سر کے اوپر خاموش پھیلا ہوا تھا اور جس کے
نیلے پن پر ستارے جگمگا رہے تھے کوئی جواب نہ دیا۔ کہیں سے کوئی جواب نہ ملا۔
آخیر میں اس کی اپنی آتما کو اور پرمیشور کی جو آواز یا جو اس آتما

---

* Heroes, Hero-worship and the Heroic in History, Sec. II.

کے اندر کام کر رہا تھا اسے جواب دینا پڑا"۔*

محمدؐ صاحب کی کوششوں اور کامیابیوں کو بیان کرتے ہوئے ایک دوسرا ودوان لکھتا ہے۔

"جو برائیاں محمدؐ صاحب کے زمانہ میں عرب میں سب سے زیادہ پھیلی ہوئی تھیں جنھیں قرآن میں زوروں کے ساتھ برا کہا گیا ہے اور جن سے قطعی روکا گیا ہے وہ تھیں۔ شراب پینا۔ بدچلنی۔ ایک ساتھ جتنی چاہے بی بیاں رکھنا۔ لڑکیوں کو مار ڈالنا۔ بے تحاشا جوا۔ سود کھانا اور اس کے بہانے دوسروں کو لوٹنا اور جادو ٹونے جیسی چیزوں میں اندھا شوا س۔ محمدؐ صاحب کی کوششوں سے ان برے رواجوں میں سے کچھ بالکل مٹ گیا اور باقی کم ہو گئے۔ جس سے عربوں کی چال چلن میں بہت بڑا سدھار ہوا اور بہت بڑی ترقی ہوئی۔ یہ محمدؐ صاحب کے جوش اور ان کے اثر دونوں کا ایک عجیب اور زبردست ثبوت ہے۔ لڑکیوں کی ہتیا اور شراب خوری کا بالکل بند ہو جانا محمدؐ صاحب کے کام کی سب سے زبردست جیت ہے"۔

"اپنی قوم کا محمدؐ صاحب نے بہت ہی بڑا فائدہ اور اس پر بہت بڑا احسان کیا۔ وہ ایک ایسے ملک میں پیدا ہوئے تھے جہاں نہ کوئی ڈھنگ کی حکومت تھی نہ کوئی ایسا مذہب جسے عقل مان لے اور نہ کسی طرح کا سدا چار

یا نیک چلنی۔ ان تینوں کا وہاں پتہ بھی نہ تھا۔ محمدؐ صاحب نے ان تینوں کو قائم کیا۔ اپنی غیر معمولی سوجھ کے ایک ہی وار میں انھوں نے اپنے دیش والوں کی حکومت اُنکے دھرم اور اُنکے چلن تینوں کو ایک ساتھ سدھار دیا۔ بہت سے الگ الگ بکھرے ہوئے قبیلوں کی جگہ انھوں نے ایک ملی ہوئی قوم چھوڑی بہت سے دیوی دیوتاؤں اور خداؤں میں اندھے بشواس کی جگہ انھوں نے سب کے مالک سب کچھ کرسکنے والے ایک ایسے دیالو پرماتما میں بشواس پیدا کر دیا جسے عقل سمجھ سکتی تھی۔ انھوں نے لوگوں کو یہ بتایا کہ پرماتما ہمیں ہر دم دیکھتا رہتا ہے اور ہمارے اچھے اور برے کاموں کا ٹھیک ٹھیک پھل دیتا ہے اس بشواس کے سہارے ہی انھوں نے لوگوں کو ٹھیک ٹھاک زندگی بسر کرنا سکھا دیا۔" ※

محمدؐ صاحب کے اپدیش ایشور کا الہام یا ایشور سندیشہ تھے۔ اس بارے میں ایک اور ودّوان لکھتا ہے۔

"ساری بھلائی کا سوتہ ایک پرمیشور ہے۔ اگر اس پرمیشور کی طرف سے الہام نام کی کوئی چیز ہوتی ہے تو جس دھرم کا محمدؐ صاحب نے اپدیش دیا وہ صرف دوسروں کی نقل سے یا دوسروں کی اچھی اچھی باتیں چن کر ہی نہیں بنا لیا گیا تھا وہ سچ مچ الہامی (Inspired) یا ایشوری تھا۔ میں اپنے چھوٹے پن کو

※ W. R. W. Stephen's, Christianity and Islam, The Bible and the Quran, PP. 112 and 129.

خوب سمجھتے ہوئے یہ کہنے کی ہمت کرتا ہوں کہ اگر اپنے کو مٹا دینا، نیک نیتی اور لگن کا ہونا خود اپنے مشن میں اٹل بشواس رکھنا اپنے زمانہ کی برائیوں اور بھولوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا اور انھیں دور کرنے کے اچھے اچھے طریقوں کو اختیار کرنا اور انھیں کام میں لانے کی قدرت رکھنا اگر یہ سب باتیں الہام کی ایسی باہری علامتیں ہیں جنھیں سب دیکھ سکیں تو اس میں کوئی شک نہیں محمدؐ صاحب کا مشن الہامی تھا۔*

ایک اور ودّوان لکھتا ہے: "آج تک کسی بھی زمانہ میں گہرے سے گہرے معنوں میں جو سچّی سے سچّی اور زیادہ سے زیادہ لگن والی آتمائیں پیدا ہوئی ہیں۔ محمدؐ صاحب ان میں سے ایک تھے۔ جہاں پیغمبر کی حیثیت سے بھی اور دیش بھگت اور راج نیت (سیاست) جاننے والے کی حیثیت سے بھی۔ وہ دنیا اور دین دونوں کے سدھارنے اور بنانے والے تھے جنھوں نے ایک بڑی قوم بنائی۔ ایک اس سے بڑی سلطنت (سامراج) بنائی۔ اور ان سب سے بڑھ کر ایک اور کہیں زیادہ بڑا دھرم قائم کیا۔ ... وہ وہ آدمی تھا کہ آئندہ جب کبھی کسی زمانہ میں دنیا کے لوگ جو آج کل مذہب کے نام پر طرح طرح کے الگ الگ گروہ بنائے بیٹھے ہیں اُن گروہ بندیوں سے باہر نکل کر ایک زیادہ بیاپک (عالمگیر) اور زیادہ سمجھ میں آنے والے مانو دھرم (مذہب انسانیت) کو ماننا شروع کریں گے۔ اس وقت وہ (محمدؐ صاحب) بھی آج سے کہیں زیادہ عزت کے ساتھ یاد کیا جاوے گا۔

---

* Dr. Leitner, quoted by M. A. Fazl in the Life of Mohammed, P. 219-220.

"محمدؐ صاحب بڑے سے بڑے آدمیوں میں بھی بہت بڑے تھے"۔*۱

آخیر میں ایک اور ودّوان لکھتا ہے:-

"محمدؐ صاحب کو ایک ساتھ تین چیزوں کو قائم کرنے کی خوش قسمتی ملی۔ ایک قوم (نیشن)، ایک راج (اسٹیٹ) اور ایک دھرم۔ اتہاس میں کہیں اس طرح کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی"۔*۲

محمدؐ صاحب کے مرنے کے سو برس کے بعد عربوں کا سامراج جتنا بڑا اور جتنی دور تک پھیلا ہوا تھا روم کا مشہور سامراج اپنے اچھے سے اچھے دنوں میں کبھی نہ اتنا بڑھا، نہ اتنی دور تک پھیلا۔*۳

بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں دنیا میں تیس کروڑ سے اوپر انسان اسلام دھرم کے ماننے والے تھے۔

---

* Islam, Her Moral and Spiritual Value, by Major A. G. Leonard, PP. 21 and 109.

2 Mohammad and Mohammadanism, by Bosworth Smith, P. 340.

3 The Preaching of Islam, T. W. Arnold, P. 2.



नकशा
इस्लामी मुल्क
पैमाना मीलों मे
अंकारा
انقرہ
टर्की
شام
शाम
यरूशलम
عراق
बगदाद
بغداد
मेसोपोटामिया
बसरा
तेहरान
طہران
ایران
ईरान
افغانستان
काबुल
کابل
पेशावर
अफ़गानिस्तान
کشمیر
कशमीर
लाहौर
لاہور
पंजाब
क्वेटा
بلوچستان
बलूचिस्तान
मदीना
मक्का
तायफ
طائف
عرب
अरब
अरब सागर
نقشہ
ممالک اسلامیہ
پیمانہ میلوں میں

کچھہ کتابیں جن سے مدد لی گئی ھے

1—The Holy Quran, Arabic Text with English Translation and commentry, by Maulvi Muhammad Ali M.A., LL.B.

2—The Quran, with a Preliminary Discourse, by George Sale

3—The Quran in English, with Arabic Text, by Mirza Abul Fazl.

4—ترجمان القرآن — مولانا ابوالکلام آزاد (اُردو)

5—Selections from the Quran, by E. W. Lane.

6—The Wisdom of the Quran, by General Mahmud Muhtar Pasha.

7—The Quran, by J. M. Rodwell.

8—The Quran, by E. H. Palmer.

9—Islam : Her Moral and Spiritual Value, by Major Arthur Glyn Leonard.

10—The Spirit of Islam, by Syed Amir Ali M.A., C.I.E.

11—The Preaching of Islam, by T. W. Arnold.

12—Mohammed and Mohammadanism, by R. Bosworth Smith, M. A.

13—The Life of Muhammad, by Mirza Abul Fazal.

14—Sayings of the Prophet Muhammad, by Mirza Abul Fazal.

15—Higgins, an apology for Muhmmad, Edited by Mirza Abul Fazl with an Introduction.

16—Essayes on the Life of Muhammad etc. by Sir Syed Ahmad.

17—Heroes, Hero-worship, and the Heroic in History, by Thomas Carlyle.

18—A Critical Exposition of the Popular 'Jihad', by Maulvi Chiragh Ali.

19 -The Doctrine of Sin. , by Rev. Gardner.

20—The Quranic Doctrine of Sin, by Rev. Gardner.

21—The Quranic Doctrine of Salvation, by Rev. W. R. W. Gardner M. A.

22—The Speeches and Table Talk on the Prophet Muhammad, by Stanley Lane Pool.

23—The Ideal Prophet, by Khwaja Kamaluddin.

24—A History of the Intellectual Development of Europe, by J. W. Draper.

25— سیرت النبی — شبلی (اُردو)

26—Life of Mohammet, by Sir William Muir.

27—A Description of the East and other Countries, by Richard Pococke, Bishop of Meath.

28— تفسیرالقرآن — سید احمد خان (اُردو)

29—Christianity and Islam : The Bible and the Quran, by W. R. W. Stephens.

30—Life of Muhammad, by Washington Irwing.

31— مذاق العارفین — اُردو ترجمہ احیاءالعلوم — غزالی

32— مثنوی مولانا روم (فارسی)

33— گلشن راز (فارسی)

DUE DATE